

مکتبہ فیاض پبلشرز

مکتوبات معصومہ

مکتوبات معصومہ

دفتر دوم

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے
صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہ
کے مکتوبات قدسی آیات کا اردو ترجمہ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

زوارا کیڈمی پبلیشرز

اے۔ اے۔ ۱۷/۱، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی ۱۸۔

فون: ۶۶۸۳۷۹۰

www.zawwaracademy.org

E-mail: zawwaracademy@hotmail.com

فہستہ مضامین

صفحہ

مقدمہ: از مترجم

۱۳

دیباچہ: از مرتب

۱۵

- ۲۱ { مکتوب ۱: مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی و محمد امین بدخشی کے نام حقیقتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و حقیقتِ کعبہ ربانی کے متعلق ان کے سوالات کے جواب میں اور پہلی حقیقت کی دوسری حقیقت پر افضلیت اور ان دونوں حقیقتوں کے مراتب کے لائق تحقیقات اور ان دونوں کی شان کی معرفت سے متعلق توضیحات اور جو کچھ ان کے مناسب ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۲۴ { مکتوب ۲: مولانا حسن علی کے نام ان کے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے مجد الف ثانی کے معنی اور اس کی علامات و آثار کے بارے میں کیا تھا۔
- ۲۸ { مکتوب ۳: خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے عریضے کے جواب میں جو کہ جدید کیفیات و ترقیات پر مشتمل تھا نیز کمالاتِ نبوت تک وصول حاصل ہونے کی علامت کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۹ { مکتوب ۴: میرزا ہادی کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں جو بعض احوال پر مشتمل تھا اور نسبت فنا کے حصول پر ترغیب اور ضروری نصیحتوں کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۳۰ { مکتوب ۵: سلطان وقت کے نام قلۃ قلب فنا نفس اور مواعظ و نصائح پر مشتمل حدیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۳۳ { مکتوب ۶: خواجہ محمد حنیف کے نام مفید نصیحتوں اور گوشہ نشینی پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۳۴ { مکتوب ۷: خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ قوی واردات پر مشتمل تھا نیز بشارتِ خاصہ اور اصالت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔
- ۳۵ { مکتوب ۸: حقائق و معارف آگاہ مولانا محمد حنیف کے نام طریقہ ارشاد کے بعض لوازم کے بیان میں مع مواعظ و نصائح تحریر فرمایا۔
- ۳۶ { مکتوب ۹: غلام محمد فاروق کے نام واقعہ روشن کے بیان میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور اس استفاد کے جواب میں جو حدیث لاصلوٰۃ الا بحضور القلب کے بارے میں کیا تھا تحریر فرمایا۔
- ۳۷ { مکتوب ۱۰: خواجہ محمد حنیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سیر آفاقی جو کہ مقلاتِ عشرہ کے طے کرنے سے عبارت ہے ہمارے بزرگوں کے طریقہ میں سیر انفسی کے ضمن میں جمال کے طور پر طے ہو جاتی ہے اور محب کا معاملہ آفاق و انفسی سے باہر چلا جاتا ہے اور انفس آفاق سے باہر محبوب کے ساتھ بے کیف معیت حاصل کرتا ہے۔

مکتوب ۱: شمشیرخان کے نام نفسِ امارہ کی مخالفت پر تحریریں اور اہل سنت و جماعت کی درست آراء کے موافق عقائد کی تصحیح اور اسلام کے ارکانِ خمسہ کی بجا آوری اور طریقتِ صوفیہ کے سلوک پر ترغیب اور طریقتِ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۲: محمد صلاح کابلی کے نام استغفار و توبہ میں مشغول ہونے اور طاعات کے وظائف پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۳: خواجہ محمد حنیف کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ انہوں نے اپنے بعض دوستوں کے حالات کی تعریف میں لکھا تھا اور مشیخت (پیر ہونے) کے ضروری آداب اور ضبطِ اوقات پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۴: شیخ عبد الکریم کابلی کے نام اُس خط کے جواب میں جو انہوں نے لکھا تھا اور بلندیِ ہمت و خلوت گزینی پر ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۵: مولانا محمد حنیف کے نام نصیحت اور آخرت کی تیاری پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۶: خواجہ عبدالرحمن نقشبندی کے نام اُن کے آباءِ کرام (باپ دادا) کا شکر ادا کرنے اور کمالِ استغناء کے باوجود اشد شوقِ اصل کی طرف متوجہ ہونے اور عارف کی فتوے نقل کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۷: خواجہ محمد حنیف کے نام دائمی اضطراب اور متواتر حزن و غم پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۸: مولانا غازی سرہندی کے نام اس استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا جو انہوں نے سلبِ نسبت کے بارے میں لکھا تھا۔

مکتوب ۹: مولانا محمد حنیف کے نام تعمیرِ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۰: نیز مولانا محمد حنیف کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ گوشہ نشینی کے شوق اور ان کے دوستوں کے احوال پر مشتمل تھا۔

مکتوب ۱۱: میرزا غضنفر کے نام نصیحت و تنبیہ اور حفظِ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۲: مولانا محمد حنیف کے نام قناعت و تعمیرِ وقت پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۳: مولانا ابوالفضل کشمیری کے نام مقامِ اخلاص کی تحقیق اور دائمی حضور پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۴: مولانا محمد حنیف کے نام تقویٰ و تسلیم کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۵: نیز مولانا محمد حنیف کے نام سنت کو زبردستی اور فقر و ورع و تقویٰ پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

- مکتوب ۲۶: ملاحامد کے نام شرکِ خفی کے دقائق سے رہائی پانے اور کلمہ متعارفہ لایین کر اللہ الا اللہ
 ۵۶ { کی حقیقت و تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۷: مولانا محمد صنیف کے نام اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مقدس بارگاہ میں پوری طرح متوجہ ہونے
 ۵۹ { اور اس تعالیٰ شانہ کے ماسوا سے روگردانی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۸: سیادت پناہ محمد امین بخاری کے نام نمکین حاصل ہونے پر دلالت اور کمالِ فنا پر ترغیب
 ۶۰ { کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۹: شیخ عرب بخاری کے نام گوشہ نشینی اور اغیار سے کنارہ کشی کرنے پر رہنمائی کرنے کے بارے
 ۶۱ { میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۳۰: مولانا محمد صنیف کے نام وقت کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۳۱: میرزا محمد شاہ کے نام بلند مہمتی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۶۲ {
- مکتوب ۳۲: خواجہ احمد بخاری کے نام ان کے واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔
- ۶۳ {
- مکتوب ۳۳: سیو بی بی کے نام وظائفِ طلعات پر ترغیب اور بعض ماثورہ دعاؤں کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۳۴: سیادت پناہ جامع جلالت حاجی محمد عاشور بخاری کے نام بعض اسرارِ غامضہ کے بیان
 ۶۵ { میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۳۵: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام بعض امور کے بارے میں جو کامل فنا پر مرتب (ہوتے) ہیں اور
 ۶۶ { اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تعارف پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ ازل وابد کو ایک آن و اصر پاتا ہے۔
- مکتوب ۳۶: ملا عبد الرزاق کے نام ان کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔
- ۶۷ {
- مکتوب ۳۷: نیز ملا عبد الرزاق کے نام سوال کرنے کی حرمت اور ضرورت کے وقت اس کے جملح ہونے کے بارے میں
 ۷۰ { اور ان حدیثوں کے بیان میں جو کما س کے بارے میں وارد ہوئی ہیں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۳۸: ملا ابوالفیض کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ سب بڑا حجاب طالب کا نفس ہے۔
- ۸۱ {
- مکتوب ۳۹: شیخ ابوالمنظور محمد شاہ کے نام تعزیت کرے اور اپنے شیخ کے طریقے کی محافظت کے بارے
 ۷۲ { میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۴۰: شیخ حسین خلوتی رومی مدنی کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب دائمی توجہ رکھنے پر ترغیب
 ۸۲ { دینے کے بارے میں ارسال فرمایا۔
- مکتوب ۴۱: امیر العلماء الحدیثین سید زین العابدین کی طرف عارف کی فنا کے بیان میں ارسال فرمایا۔
- ۸۳ {
- مکتوب ۴۲: شیخ بابر ولد شیخ بدیع الدین سہارنپوری کے نام حالتِ نماز کی فضیلت اور ایذائے خلق پر
 ۸۴ { صبر کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

- ۸۶ { مکتوب ۴۳: میرزا محمد صادق کے نام اُن کے واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔
- ۸۷ { مکتوب ۴۴: میرا قی بخاری کے نام صوفیائے کرام کے طریقے کے بیان میں اور ان اکابر قدس اسرار ہم کی تعریف میں تحریر فرمایا۔
- ۸۸ { مکتوب ۴۵: میرزا محمد شاہ کے نام کمینی دنیا کی مذمت میں اور معرفت الہی کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۸۹ { مکتوب ۴۶: محمد معین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالب کو ہمیشہ طلب میں بیقرار رہنا چاہئے۔
- ۹۰ { مکتوب ۴۷: محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے اُن واقعات کی تعبیر میں جو انہوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔
- ۹۱ { مکتوب ۴۸: مولانا محسن سیالکوٹی کے نام اس کمال کے ذکر میں جو کہ مقام جمع کے مناسب ہے اور جو جمع بعد الفرق کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور عین یقین حق یقین کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۹۳ { مکتوب ۴۹: سیادت پناہ حاجی حسین شریفین میر غصنفر کے نام حج کی مہارکباد کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۹۴ { مکتوب ۵۰: محمد عارف لاہوری کے نام ان کے عرصہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کما حوالہ کیفیت پر مشتمل تھا۔
- ۹۵ { مکتوب ۵۱: ایک اہل طریقت صلح خاتون کی طرف حضرت رسالت فائیت علیہ الصلوٰت والسلام کی تسلیمات کی بعض عادات شریفہ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۹۶ { مکتوب ۵۲: شیخ مصطفیٰ کی طرف ہر اسم الہی کے تمام اسماء و صفات کا جامع ہونے کی کیفیت کے بیان میں اور مرتبہ ذات تک وصول کی کیفیت کے بیان میں اور ہمہ اوست و ہمہ زواست کے قول کی تحقیق میں اور اس بیان میں کہ صفت ارادہ کا زائل ہونا ولایت کے طریقوں میں شرط ہے نہ کہ نبوت کے طریقوں میں اور قلئے لطائف اور ان کے انوار کے تعین کے بیان میں اور اس بیان میں کہ قلب جو کہ شعور کا محل ہے اس کی فائیت کے بعد کون ہے جو صاحب شعور ہے اور اسباب کو اختیار کرنے اور رب الارباب (اللہ تعالیٰ) کی طرف امور کو تفویض (سپرد) کرنے کے درمیان تطبیق کی کیفیت اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۰۵ { مکتوب ۵۳: حاجی شریف خادم کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔
- ۱۰۶ { مکتوب ۵۴: شیخ محمد علیم جلال آبادی کے نام اللہ سبحانہ کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنے اور ماسوا سے قطع تعلق پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۱۰۷ { مکتوب ۵۵: حاجی سلیم بلخی کے نام نصیحت کرنے اور اپنے طریقے کا التزام کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۱۰۸ { مکتوب ۵۶: ارشاد پناہ خاتون دعوات آگاہ خواجہ عبدالغفار بلخی کی خدمت میں اُن کے مکتوب کے جواب میں جو کہ بشارت پر مشتمل تھا اور اصل کی سبقت و استقلال اور ظل کی تبعیت و محویت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۵۷: میرزا شاہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ممکنات کی حقیقت عدم ہے اور ممکن کئے واجبِ تعالیٰ کی حقیقت کے پانے سے عاجزی و ناامیدی ناگزیر ہے مگر یہ کہ وجودِ مہربان سے متحقق ہو کر مطلوب کو تلاش کرے۔

مکتوب ۵۸: محمد مومن گیلانی برہنپوری کے نام ان کے عریضے کے جواب میں اور اس بارے میں کہ مقامِ اوّٰذنی کا حاصل ہونا تجلی ذاتی کا اثر ہے اور نقابِ قوسین تجلی صفائی سے تعلق رکھتا ہے اور تحقیقاتِ لائق اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۵۹: شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ مشائخ کی نسبت ان کے مختصرات میں سنی نہیں ہے بلکہ انوارِ نبوت سے اخذ کی گئی ہے اور اس بیان میں کہ نسبتِ نقشبندیہ حضرت صدیقِ اکبرؓ تک اور دوسرے تمام سلسلوں کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہما تک کس طرح پہنچتی ہے۔

مکتوب ۶۰: حاجی سلیم بلخی کے نام اس واقعہ کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھا تھا اور عالمِ امر کے پانچوں لطیفوں کی سیو و عروج کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالبین کے اجتماع سے ڈرتے اور لرزتے رہتا چاہئے۔

مکتوب ۶۱: فضائلِ مآبِ حاجی ابو القاسم بن مراد لاہوری کے نام ان وجوہ کے بیان میں جو علماءِ دکرام کے بیانِ فرائی ہوئی معرفت اور اس معرفت کے درمیان خرق کرنے والی ہیں جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں اور اس معرفت کو حاصل کرنے کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۶۲: حاجی مصطفیٰ کے نام اس بیان میں کہ ولایات کا حاصل ہونا اور ان کا علم وہی چیز ہے اور ان کے مقدمات (دورات) کسی ہیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۶۳: شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نوافلِ موقت کے اوقات میں احتیاط کے طور پر قضا نمازیں پڑھنا ان نوافل کی جگہ واقع ہو جائیں گی۔

مکتوب ۶۴: شرف الدین بین لاہوری کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا، انھوں نے لکھا تھا کہ ہمہ اوست کی وابستگی دل پر غالب آجاتی ہے۔

مکتوب ۶۵: نیز شرف الدین حسین لاہوری کے نام بلند ہمتی کے بارے میں اور جو چیز مشہور ہو اس کی طرف التفات نہ کرنے اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۶۶: شیخ عرب بخاری کے نام نصیحت کے بارے میں اور واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۶۷: صلاح آثار حافظ محمد محسن کے نام ان کے حال کی شرح میں مع ان باحادیث کے بیان کے جن میں نماز و وضو و تلاوتِ قرآن مجید کے فضائل وارد ہوئے ہیں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۶۸: شیخ غازی کے نام اس بیان میں کہ رویت قلبی دنیا میں واقع ہے یا نہیں اور سلطان العارفين کے
 ۱۲۷ { اس کلام کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا کہ "جس جگہ سالک کسی سال میں نہیں پہنچا سلطان
 خیال ایک لمحہ میں پہنچا دیتا ہے۔"

مکتوب ۶۹: مجدد فرخ آبادی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ عشق حقیقی مویہی ہے اور باطن کا حصہ ہے۔ ۱۲۹

مکتوب ۷۰: میر عبد الرحمن کے نام حقیقت جامعہ و مضئہ قلبیہ و جوہ اشتراک کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۱

مکتوب ۷۱: شیخ مظفر بہا پوری کے نام مع نصاب و مواعظ اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فرع جو کچھ
 ۱۳۲ { رکھتی ہے وہ سب اصل سے ہے حتی کہ شوق و محبت بھی۔

مکتوب ۷۲: مجدد سہارنپوری کے نام بلند ہمت ہوتے اور اشارات و مکاشفات کی طرف توجہ نہ کرنے
 ۱۳۳ { کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۷۳: شیخ بایزید کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ باطنی احوال کا علم زائد خوبیوں میں سے ہے
 ۱۳۵ { نفس وصول میں ارباب علم و ارباب جہل برابر ہیں۔

مکتوب ۷۴: نیز شیخ بایزید کے نام سفر حج اختیار کرنے کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ
 ۱۳۶ { تصوف کی حقیقت اضطراب و بقراری ہے۔

مکتوب ۷۵: ایک اہل طریقت خاتون کے نام تعزیت و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۷

مکتوب ۷۶: فضیلت مآب شیخ آدم شمشی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ نماز میں صرف نماز کی تکمیل ہی
 ۱۳۸ { کی کوشش کرنی چاہئے اور قائم انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات کے زیانہ میں قطبیت
 قیومیت کا منصب آسرو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھا۔

مکتوب ۷۷: نیز فضائل مآب مخدوم آدم (شمشی) کے نام ان کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۹

مکتوب ۷۸: شیخ بد اللہ دین کے نام طالبین کی طرف توجہ کرنے اور امراض و تکالیف کے دفعیہ اور اموات کے
 ۱۴۰ { درجات کی ترقی کے لئے توجہ کرنے کی کیفیت اور مختلف اشغال کے درمیان ترتیب اور
 اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۷۹: مجددین محمد طیب مجاہد عامری تہامی کی جانب اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے کے فضائل اور
 ۱۴۱ { قلب کے ذکر کے ساتھ متور ہونے اور اس سے حدیث نفس کی نفی ہو جانے اور نفس کی
 فنا و بقا کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۸۰: شیخ بایزید کے نام ان کے واقعات کی تعبیر میں اور اس بیان میں کہ بشری تقاضے ظاہر سے
 ۱۴۲ { دور نہیں ہوتے اور استغفار کے فضائل میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۸۱: مولانا محمد صغیف کے نام مراقبات کو خاص طرز میں بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۵

مکتوب ۸۲: حاجی نظام کولابی کے نام اختصار کے طور پر طریقے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۶

مکتوب ۸۳: میرزا محمد صادق کے نام اس بارے میں کہ معاملہ دو چیزوں یعنی صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع اور شیخ مقداد کی محبت پر موقوف ہے اور قضا و قدر کے مسئلہ کی تشریح میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۷

مکتوب ۸۴: مولانا عارف لاہوری کے نام فناء لطائف کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۳

مکتوب ۸۵: شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اطمینان نفس کی تحقیق اور ان کے واقعات کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۵

مکتوب ۸۶: سیادت پناہ میر مظفر حسین کے نام عشق و شوق اور عدم حصول کے درد کے بیان میں اور محبت جو کہ محبت کا ثمرہ دینے والی ہے اس کی تکمیل پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۶

مکتوب ۸۷: فقیر خفیر شرف الدین حسین کے نام مطلوب کی حقیقت سے ناامیدی اور غیب شہود کی تفصیل اور کمالات نماز کے متعلق بعض امور اور اس کی حقیقت کے متعلق اشارات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۹

مکتوب ۸۸: سیادت پناہ سید علی بارہ کے نام اوقات کو معمور رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۱

مکتوب ۸۹: میرک معین الدین کے نام اس بیان میں کھالب کو (اپنے) شیخ سے طلب کو ظاہر کرنا ناگزیر ہے اور اس سے طریق وصول کا تعین کرنا ایک فضول بات ہے اور اہل بدعت سے بچنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۹۰: صلاح آثار مظہر محمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ وہ کھالب کو وصالی ہونا چاہئے۔ ۱۶۳

مکتوب ۹۱: سیادت مآب سید محمد اسرائیل کے نام اس بیان میں کہ نفس کی شرارت عدم کی شرارت اور ابلیس کی شرارت زیادہ ہے اور فنا و اطمینان نفس کی تحقیق اور عینی اثر کے ذرائع ہونے کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۴

مکتوب ۹۲: شیخ حسین منصور کے نام ان کے بلند احوال و مذاق کی شرح میں مع ولایت علیا کی بشارت تحریر فرمایا۔ ۱۶۶

مکتوب ۹۳: بدریگ سمرقندی کے نام ذکر پریشانی کی ترغیب جو کہ اس پر قرب تھا اس بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۷

مکتوب ۹۴: خواجہ امان اللہ خواجہ محمد موسیٰ سہارنپوری کے نام فناء قلب فناء نفس کی تحقیق اور کلاہن کو اللہ الا اللہ کی حقیقت اور حالت نماز کے غیر حالت نماز پر فوقیت رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۸

مکتوب ۹۵: سید علی بارہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عمل میں اخلاص اور اطمینان نفس صوفیہ کرام کی صحبت سے وابستہ ہے۔ ۱۷۰

مکتوب ۹۶: سید نور بکر کے نام معرفت پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۱

- مکتوب ۹۷: مولانا جان محمد روسکی کے نام ولایات سرگاندہ کی تحقیق اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اور شرحِ صدر اور عالمِ امر و عالمِ خلق کے لطائف کے کمالات اور شخص کے نصیب کے تعین اور کمالاتِ نبوت کی تحقیق اور (کمالات) ولایتِ پر اس کی فضیلت کے بارے میں اور اذکار و تلاوتِ قرآن و نماز کے نتیجہ کے بیان اور اس مقام کے بیان میں کہ جس میں کمالات کا افاضہ محض فصل کے ساتھ ہوتا ہے کہ عمل کے ساتھ اور اس مقام کے بیان میں جو کہ اس کے اوپر ہے تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۹۸: حافظ محمد شریف لاہوری کے نام و عطا و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۹۹: سید نور بکر کے نام منسلح اور یادداشت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۱۰۰: سیادت پناہ امیر خاں کے نام معرفت حاصل کرنے پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۱۰۱: سیادت و نقابت پناہ میرزا خان کے نام ارسال کردہ رسالہ کے مطالعہ پر ترغیب دینے کے بارے میں جو کماذکار و ادعیہ کے فضائل پر مشتمل ہے اور طریقہ انابت (سلوک) و طریقہ اجتہاد (مزہب) کے درمیان فرق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۱۰۲: مخدوم زادہ عالی مقبت شیخ ابوالقاسم کے نام بعض ان احوال و اذواق کے جواب میں جو کہ حقیقت کعبہ ربانی سے تعلق رکھتے تھے اور ان دو شہادت کے ان میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کے تھے۔
- مکتوب ۱۰۳: سیادت پناہ میرزا حسین کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ انفس آفاق کی طرح مطلوب کے پلنے سے محروم ہے انفس سے بھی گذرنا چاہئے تاکہ وصل کے اگلتانوں سے کوئی پھول چن سکے۔
- مکتوب ۱۰۴: سیادت پناہ میرزا خان کے نام اذکار و اوراد و اخذ طریقہ پر رغبت دلانے اور صحبت کی شرائط کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۱۰۵: صوفی مخدوم زاہد جدید امین قدیم کے نام اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے واجب تعالیٰ کی صفات کی عینیت و غیرت پر کیا تھا اور یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے کس کو اختیار کیا ہے۔
- مکتوب ۱۰۶: مولانا بارخودار کاہلی کے نام واقعہ کی تعریف اور غائبانہ طریقہ طلب کرنے کی درخواست اور ضروری نصیحتوں کے بارے میں اور اس بات کے حل میں کہ بیش قیمت لباس پہننا سالک کے شغل کا مانع ہے یا نہیں اور باوجودیکہ خمیس (ایک عمدہ قسم کا لباس) کو انجانیت (ایک قسم کا معمولی لباس) سے بدلنے کی حدیث اور چیل کا تسمیہ بدلنے کی حدیث سے اس (عمدہ لباس) کا منع ہونا مفہوم ہوتا ہے اور اس بیان میں کظالموں اور بدعتیوں کے گھر سے کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں اور اس بیان میں کہ اس طریقہ میں پیری و مریدی کرنا بدعت ہے یا نہیں۔
- مکتوب ۱۰۷: میر محمد زیاں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

- مکتوب ۱۰۸: سعادت و نقابت پناہ ہیر عمار کے نام اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے واجبِ تعالیٰ کے موجود ہونے کی حقیقت اور حکمت کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں کیا تھا۔ ۱۹۴
- مکتوب ۱۰۹: شیخ حسین منصور کے نام قائلے نفس و تجلی صفات و ذات اور قافی کے رجوع و عدم رجوع کی تحقیق میں اور اس بارے میں کہ قائلے قلب نفس امارہ کی اصلاح کو شامل ہے اگرچہ وہ اطمینان تک نہ پہنچے اور نماز کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۸
- مکتوب ۱۱۰: صلاح آثار عبدالحکیم (لاہوری) کے نام اور عطا نصاب اور نیک لوگوں کے حالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۰۳
- مکتوب ۱۱۱: محمد حسین کابلی کے نام درود شریف کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۳
- مکتوب ۱۱۲: محمد میر گلزبدار کے نام اوقات کو معمور رکھنے کا شوق دلانے اور پرہیزگاری و تقویٰ پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۴
- مکتوب ۱۱۳: ماہ جیو کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۴
- مکتوب ۱۱۴: فضائل مآب مولانا بدرالدین کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۴
- مکتوب ۱۱۵: شیخ خودی محمد تہی (جہتی) کے نام و قائلے کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۹
- مکتوب ۱۱۶: محمد امین لاہوری کے نام ان کے سوالوں کے جواب اور عین اثر کے نائل ہونے کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۰
- مکتوب ۱۱۷: حافظ محمد صادق کابلی کے نام (ان کے) خط کے جواب اور طالبین کو فائدہ پہنچانے کی ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۳
- مکتوب ۱۱۸: حقانی و معارف آگاہ حضرت شاہ جیو کے نام شوق و آلام فراق کے اظہار اور محبت کے دقائق سے قدرے آگاہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۵
- مکتوب ۱۱۹: حقانی و معارف آگاہ مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ عبدالاحد کے نام اس بات کے جواب میں کہ سالک نماز کے دوران کس چیز کی طرف توجہ ہو اور نماز وسطیٰ و ساعت جمعہ آسم اعظم کے مبہم ہونے اور مسند کی مسجد کی فضیلت و بزرگی کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۵
- مکتوب ۱۲۰: شیخ حسین منصور کے نام ان کے سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۱
- مکتوب ۱۲۱: مخدوم زادہ شیخ ابوالقاسم کے نام غلت اور اس کے لوازم کے درمیان فرق اور بعض کیفیات کے جواب میں جو کہ انھوں نے لکھی تھیں تحریر فرمایا۔ ۲۳۳
- مکتوب ۱۲۲: ملا موسیٰ کے نام ان کے واردات و احوال کے جواب میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور مطلوب کے ماورا ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۵

رغم بغیر شبانے

" "

- ۲۳۶ { مکتوب ۱۲۳: مخدوم زادہ عالی قدر معدن الخفائق ابو القاسم کے نام دوستوں کی غلطیوں کو معاف کر دینے اور
چغلی خور کی بات سننے سے منع کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۲۳۷ مکتوب ۱۲۴: بہت قاف کے نام مواعظ و نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۳۸ مکتوب ۱۲۵: محمد معصوم کے نام ذکر و تفکر کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۳۹ مکتوب ۱۲۶: مولانا فصیح الدین کے نام واقعہ (حال) کی تعبیر اور بعض مقامات لطائف کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔
- ۲۴۱ مکتوب ۱۲۷: میر محمد امین بخاری کے نام ان کے واقعہ (حال) کی تعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۴۰ مکتوب ۱۲۸: حضرت ایشاں (عزوة الوثقی) کے ہمیشہ زادہ حاجی شیخ محمد فضل اللہ کے نام وعظ و نصیحت
کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۴۲ مکتوب ۱۲۹: مخدوم زادہ گرامی خفائق و معارف آگاہ شیخ ابو القاسم کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۲۴۱ مکتوب ۱۳۰: خواجہ احمد بخاری کے نام قرآن پاک کے فضائل اور اس واقعہ (حال) کی تعبیر میں تحریر
فرمایا جو انہوں نے لکھا تھا۔
- ۲۴۲ مکتوب ۱۳۱: خواجہ عبدالشکر کلابی کے نام ذکر چہرہ وغیرہ کی مجلس میں حاضر ہونے کے بارے میں ان کے
استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا۔
- ۲۴۵ مکتوب ۱۳۲: سیادت پناہ حاجی محمد عاشور بخاری کے نام اس بیان میں کہ طالبوں کے اجتماع میں نیت کی
تصحیح ضروری ہے اور خالق و مخلوق میں خالق اور مخلوق ہونے کے سوا کوئی نسبت نہیں ہے
اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کے معنی میں تحریر فرمایا۔
- ۲۴۶ مکتوب ۱۳۳: جان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے عرضہ کے جواب میں جو کہ کیفیات احوال پر مشتمل تھا اور
اس بیان میں تحریر فرمایا کہ احوال بشارات میں حصول پر دلالت نہیں رکھتے۔
- ۲۴۸ مکتوب ۱۳۴: خفائق آگاہ حاجی حبیب اللہ حصاری تم بخاری کے نام اس باب میں کہ بتنا میں ظاہر باطن کے
رنگ میں رنگا ہوا ہوتا ہے اور باطن سے منتقل ہونے کے بعد ظاہر ہو کر دالودہ نظر آتا ہے اور ممکن کی ذات کے
عدم ہونے اور حقیقت کعبہ حقیقت خلقت حقیقت صلوة حقیقت قرآنی حقیقت بحری اور ان کی
تعبیرات اور ان کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۵۰ مکتوب ۱۳۵: صوفی سعادت کابلی کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۵۲ مکتوب ۱۳۶: خواجہ محمد شریف بخاری کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۵۱ مکتوب ۱۳۷: شیخ بنید حمتی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور ضروری نصائح و ذکر لطائف عشرہ کے
بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۲۵۴ مکتوب ۱۳۸: حاجی سلیم بلخی کے نام تحریر فرمایا۔

- ۲۵۸ مکتوب ۱۳۹: شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔
- ۲۶۰ مکتوب ۱۴۰: حضرت ایٹاں (عۃ الوثقی) کے برادر زادہ شیخ خلیل اللہ کے نام قریب فرائض و قریب نجاہل کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۶۲ مکتوب ۱۴۱: شیخ محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔
- ۲۶۳ مکتوب ۱۴۲: شیخ ولی جہتی کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔
- ۲۶۴ مکتوب ۱۴۳: محمد رؤف کابلی کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔
- ۲۶۵ مکتوب ۱۴۴: سیادت پناہ سید محمد علی بارہ کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۶۶ مکتوب ۱۴۵: مخدوم زادگی جامع کمالات صوری و معنوی نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام حضور قلب کے حاصل ہونے کے بارے میں جو کہ ذکر سے بالا ہے اور قلے قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے مع آن سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاص بشارت کے تحریر فرمایا۔
- ۲۶۷ مکتوب ۱۴۶: تیر مخدوم زادہ عالی درجہ صاحب کمالات اصلیہ نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام کمالات نماز اور اس کے فضائل اور عدم محض کے ساتھ ملحق ہونے کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۲۶۸ مکتوب ۱۴۷: مولانا محمد حنیف کے نام اُن کے دوران کے دستوں کے حوالہ کی شرح میں مع بشارت عالی تحریر فرمایا۔
- ۲۶۹ مکتوب ۱۴۸: سیادت پناہ سید ابوالخیر شاہ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۰ مکتوب ۱۴۹: سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۱ مکتوب ۱۵۰: نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۲ مکتوب ۱۵۱: نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۳ مکتوب ۱۵۲: سیادت پناہ میر محمد اسحق کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۴ مکتوب ۱۵۳: نیز سیادت پناہ میر محمد اسحق کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۵ مکتوب ۱۵۴: فضائل باب محمد امین حافظ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۶ مکتوب ۱۵۵: جان محمد بیگ کولابی کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۷ مکتوب ۱۵۶: محمد شاہ گرز بردار کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۸ مکتوب ۱۵۷: میرک معین الدین کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۹ مکتوب ۱۵۸: میرک معین الدین کے نام تحریر فرمایا۔

تَمَّتْ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُقَدِّمَةٌ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على انبياء المسلمين خصوصاً على اشرافهم و
خاتمهم سيدنا محمد بن المصطفى احمد المجتبي وعلى اهل بيته واصحابه اتباعاً جامعين اماماً بعد
كثير عرصه قبل حضرت عروة الوثقى خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ کے دفتر اول کا اردو ترجمہ
ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ کا بجز شکر و احسان ہے کہ اس نے اس ناچیز
کوشش کو عوام و خواص میں شرف قبولیت عطا فرمایا اور بزرگوں، دوستوں اور احباب اکابر نے اس کی تحسین
فرما کر اس عاجز اور ادارہ مجددیہ کی حوصلہ افزائی فرمائی، جزا ہم اللہ عننا خیر الجزاء۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا مزید فضل و کرم ہے کہ ہم جلدی ہی اس قابل ہو گئے کہ مکتوبات معصومہ کے دفتر
دوم کا اردو ترجمہ بھی قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر سکیں چنانچہ حسب سابق ترجمہ میں زبان کی سلاست و
عمرگی کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے، ترجمہ کے الفاظ کو اصل فارسی الفاظ سے ہٹنے نہیں دیا گیا اور حتی الامکان
قریب سے قریب تر الفاظ میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ ان کا مفہوم من و عن باقی رہے، فارسی مطبوعہ
نسخے کے صفحات بھی حاشیہ میں دیدیئے گئے ہیں کہ اگر کوئی صاحب فارسی مکتوبات سے رجوع کرنا چاہے تو
تلاش میں زحمت نہ ہو، مکتوبات شریفہ میں آئی ہوئی آیات مبارکہ کی سورت و آیت کا نمبر بھی حاشیہ میں دیدیا
گیا ہے، اور ان میں جو احادیث شریفہ آئی ہیں ان میں سے جن کا حوالہ مل سکا ہے وہ حاشیہ میں لکھ دیا ہے اور
امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ کی جہاں جہاں عبارتیں آئی ہیں ان میں سے
جن کا حوالہ مل سکا ہے وہ بھی حاشیہ میں درج کر دیا گیا ہے، نیز آیات و اشعار کا ترجمہ بھی سلیس و شگفتہ زبان
میں کیا گیا ہے، مطبوعہ نسخہ میں اغلاط کی وجہ سے ترجمہ کرنے میں کافی مشکلات پیش آتی رہی ہیں اور ان کو
حل کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے، اس قدر کوشش کے باوجود اگر اس میں کوئی غلطی ہو گئی ہو تو عجز
معذرت خواہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھی عفو و کرم کا امیدوار ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ
جہاں کہیں غلطی پائیں اس بے بضاعت کی کم علمی پر معمول کرتے ہوئے صفحہ و سطر کے ساتھ مع تصحیح اس کی
شانہی سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جاسکے، یہ عاجزان کا
سنون احسان ہوگا اور وہ ثواب دارین کے مستحق ہوں گے۔

اگرچہ ہماری یہ کوشش اس قابل تو نہیں ہے کہ آپ حضرات سے دادِ تحسین حاصل کر کے لیکن ان مکتوباتِ عالیہ کے مضامین اس قدر اعلیٰ و ارفع، جامع و واضح، مستند و نافع اور بابرکت و پرلذت ہیں کہ ان کے لئے کسی تحسین کرنے والے کی تحسین کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان مکتوباتِ عالیہ میں ہر ایک مکتوب شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت، اسرارِ عجیبہ و علومِ غریبہ کا بیش بہا خزانہ اور ادب و انشاء کا اعلیٰ شاہکار ہے۔

ففي كل لفظ مندر و ضر من المنى وفي كل سطر منه عقد من الدرر

[پس اس کے ہر لفظ میں تمناؤں کا ایک باغِ مضمون ہے اور اس کی ہر سطر میں موتیوں کا ایک ہمار پتہاں ہے] مکتوباتِ شریفہ کے دفترِ روم کو حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ کے حکم کے مطابق حضرت مولانا شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد داکستینی الہروی قدس سرہ نے جمع و تدوین کا کام انجام دیا اور اس کا باریخی نام وسيلة السعادة رکھا جس سے ان کے جمع و ترتیب کی تکمیل کا سال نکلا ہے جیسا کہ ان کے فارسی دیباچے سے ظاہر ہے۔

یہ عاجز جملہ معاونین حضرات خصوصاً جناب ڈاکٹر خان رشید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ پروردگار پروردگار اور جناب مولانا عبدالتار صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فاضل دیوبند و ایم اے اسلامیات اور دیگر معاونین حضرات کا بہت ہی ممنون ہے کہ انہوں نے اپنے قیمتی مشوروں سے اس ترجمہ کی اصلاح میں اس عاجز کی مدد فرمائی اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر فی الدارين نصیب فرمائے آمین، اللہ تعالیٰ ہماری اس ناچیز ساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی سعادت سے ہم سب مسلمانوں کو اور تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں کو پہرہ و فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین بترحمک بارحم الراحمین سبحان ربک رب العزیز عما یصقون و سلام علی المرسلین و الحمد لله رب العالمین۔

الراجی الی ربہ الرحیم

فاکسار سید زوار حسین عفی عنہ و غفرلہ و لوالدہ

دو شنبہ یکم رجب المرجب ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۷۹ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

۱۶

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بارگاہِ مقدس اس سے بالاتر ہے کہ فکر کا ہاتھ اس کی حمد و ثناء کے
دامن تک پہنچ سکے، لا احصی ثناء علیک انت کما اثبت علی نفسک [میں تیری ثنا کا احاطہ
نہیں کر سکتا تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود کی ہے] ممکن واجب، لے متعاقب لیا لک اور مجرد
لا محدود کے بارے میں کیا تلاش کرے پس وہ ذات پاک ہے جس نے اپنی معرفت اور ثنا سے عاجزی کے
سوا کوئی راستہ اپنی طرف نہیں بنایا پس یہاں مجرد و قصور کا اعتراف ہی کمال معرفت اور عینِ ثنا ہے۔

سہ بعض مخطوطات میں یہ دیباچہ بھی (زبان فارسی) مندرج ہے :- (۱) حمدیہ بارگاہِ خداوندی جل جلالہ
سلطانہ و عم احسانہ کے لئے ہے کہ اولین و آخرین کی تعریفیں اس کی حمد کا دیباچہ ہیں اور طابرا علی کے مقررین کا تعظیماً
کرنا اس کی تعظیم کی بجائے، قبولیت کے فرش پر باریابی حاصل کرنے والوں کی دولت اس کے لطف و کرم سے ہے
اور کمال عارفوں کی معرفت اس کی معرفت سے عاجز ہونے ہے، وہ ذات پاک ہے جس نے مخلوق کے لئے اپنی
معرفت سے عاجز ہونے کے سوا اپنی معرفت کی طرف کوئی راستہ نہیں بنایا۔

سبحان خالق کہ صفاتش زکبیریا
گر صد ہزار سال ہمہ خلق کائنات
آخر بجز معترف آئند کاے الہ
بر خاک عجز می فگند عقلیہا بنیبار
فکرت کنند در صفت عزتِ خدا
دانستہ شد کہ هیچ ندانستہ ایم ما

[وہ خالق ایسی ذات پاک ہے کہ جس کی صفات اپنی بزرگی و عظمت کی وجہ سے انبیاء کرام کی عقل کو (بھی)
عاجزی کی خاک پر گرا دیتی ہیں، اگر تمام کائنات کی مخلوق اللہ تعالیٰ کی عزت کی صفت میں ایک لاکھ سال بھی غور و فکر
کرے آخر کار عاجزی کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرے گی کہ اے الہ العالمین! ہم نے جان لیا کہ ہم نے کچھ بھی نہیں جانا ہے] (۲)
بے حد صراحت کے ساتھ اندازہ شکر خاص اس منعم کے لئے ہے کہ جس نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ و علی آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ
واکمل التحیات کی سنتِ منورہ کو طریقہ عجبہ احمدیہ کے ذریعہ، اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کی روح کو تازگی عطا فرمائے اور تمام
جان والوں پر ہمیشہ ان کے فیوض کو جاری فرمائے، تجدید فرمائی اور اولین کی نسبت کو آخرین میں اسی تازگی کے ساتھ
جلوہ گر کیا اور حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوات طیبات ہوں جو کہ عمدہ کائنات اور ذرہ موجودات ہیں سہ
خواجہ لولاک و سلطان رسل
مقتدا و رہنمائے جزو کل
[آپ لولاک کے مالک اور رسولوں کے سلطان ہیں اور آپ جزو کل کے پیشوا اور رہنما ہیں]۔

ہر کس برہ شہاد او مرکب راند بر عجز و قصور معترف در رہ ماند

ایں جاست کہ فاقم رسل خیر بشر با آل شرف و کمال لا احصی خواند

[جس شخص نے اُس کی تعریف کے راستہ پر سواری کو چھلایا اپنے عجز و قصور کا اعتراف کرتے ہوئے راستہ میں رہ گیا، یہی رتبہ ہے کہ فاقم الانبیاء خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر شرف و کمال کے باوجود لا احصی (میں احاطہ نہیں کر سکتا) فرمایا اور حضرت فخر مخلوقات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے کمال کی چوٹی اس سے بالاتر ہے کہ مرغ فکر آپ کی نعت و تعریف کی چوٹی تک پرواز کر سکے، رب تعالیٰ کی بارگاہ سے لولاک لما خلقت الافلاک [اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا] آپ کے حال کی تعریف ہے، اور لولاک لما اظہرت الربوبیۃ [اگر تو نہ ہوتا تو میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا] آپ کے کمال کی شرح ہے، ایجاد کائنات اس کے لئے ہے اور مخفی چیزوں کو موجود کرنے والا اس کی رضا کا طالب ہے، بیت

شاہی کہ نیست قوت بازوئے مرغ فکر شایستہ عروج باو ج کمال او

آنرا کہ در کتاب ثنا گفت ذوالجلال کے آید از من و تو ثنا حسب حال او

ہر دم صلوٰۃ بے حد و تسلیم بے عدد از ما برو ج حضرت او باد و آل او

[وہ ایسا بادشاہ ہے کہ فکر کے پرندے کی قوت بازو اس کے کمال کی بلندی تک عروج کرنے کے قابل نہیں ہے۔ جس کی تعریف ذوالجلال (بائبرہ تعالیٰ) نے (اپنی) کتاب (قرآن مجید) میں فرمائی ہے مجھ اور تجھ سے (ہر کسی مخلوق کی) اس کے حال کے بموجب تعریف کب ہو سکتی ہے، ہماری طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کی روح مبارک پر ہر وقت بے حد صلوٰۃ (درود) اور بے شمار سلام پیش ہو]

اما بعد، صاحب قوت اللہ تعالیٰ کا سب سے ضعیف بترہ شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد الحسینی الہروی، اللہ سبحانہ ان دونوں کی عاقبت کو بہتر کرے، عرض کرتا ہے کہ جب یہ مکتوبات قدسی آیات کہ جن میں سے ہر ایک مکتوب معرفت کے دفتینوں میں سے ایک دفتین اور رحمت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، نہایات ولایت کا ایک بیان اور کمالات نبوت کا ایک ترجمان ہے، اصالت کے اسرار اس سے نمایاں اور مقامات قیومیت اس سے ظاہر ہیں۔ دفتر اول کی تکمیل کے بعد حضرت قدوة الاولیاء امام الاصفیاء کے قلم فیض رقم سے جو کہ محققین کیلئے سند اور مدققین (باریک بینیوں) کے لئے دلیل ہیں، قیومیت کی خلعت سے سرفراز اور اصالت کی بزرگی سے مشرف ہیں، ولایت اصلیب کے مالک اور وراثت معنویہ کے ساتھ انبیاء کے وارث ہیں، مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف رہنمائی کرنے والے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

بین معجزہ ہیں، آیاتِ تشابہات کے اسرار سے واقف اور مقطعات کے رموز کو جانتے والے ہیں، انوارِ الہیہ کا مطلع اور ولایتِ احمدیہ سے موصوف ہیں، مرجعِ اوتاد، قطبِ ارشاد، انسانِ کامل اور فردِ جامع، امامِ ہمام، مخلوق میں حضرت خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلیفہ، نسیا فاروقی حسباً محمدی اور مولداً سرمدی ہیں ۵

- | | |
|---|-------------------------------------|
| (۱) آنکہ نامش بزبان بردنم از بے ادبی ست | گرچہ ذرات تنم جملہ بنا مش گویا ست |
| (۲) لیک ان جا کہ زبان نیز سعلت طلب ست | گر یاں نام شریفش نہ رسا تم ز جفا ست |
| (۳) قطب حق ہادی دین خواجہ محمد معصوم | آنکہ پیشش بتواضع قدرا فداک و ناست |
| (۴) ظاہر ش جملہ بانوار شریعت روشن | باطنش جملہ باسرار حقیقت انا ست |
| (۵) قطع شد بر قدرا و خلعت قیومیت | آئے این خلعت فاخرہ کجین قدریاست |

[آئے وہ کہ جن کا نام زبان پر لانا میرے لئے بے ادبی ہے، اگرچہ میرے جسم کے ذرات ان کا نام لینے ہیں۔ (۲) لیکن چونکہ زبان بھی سعادت طلب ہے اس لئے اگر میں اسے ان کے نام مبارک تک نہ پہنچاؤں تو ظلم ہے۔ (۳) وہ قطب حق ہادی دین خواجہ محمد معصوم ہیں کہ جن کے سامنے افلاک کا قدر تواضع کے ساتھ ٹھکا ہوا ہے۔ (۴) ان کا ظاہر انوار شریعت کے ساتھ روشن، ان کا تمام باطن اسرار حقیقت کو جلنے والا ہے۔ (۵) ان کے قدم مطابق قیومیت کا خلعت قطع کیا گیا ہے بیشک یہ خلعت فاخرہ ایسے ہی قدم کے لئے زیبا ہے۔]

اللہ تعالیٰ ان کے ارشاد کے ظلال کو اہل عالمین کے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے اور سید سلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ اجمعین کے طفیل ہمیں ان کے انوار سے مستفید فرمائے۔ (جب یہ مکتوبات) ضبطِ تحریر میں آئے تو عجیب اسرار اور نادر علوم نے کہ جن کا حاصل ہونا انوار نبوت سے اقتباس کے بغیر امکان کے احاطہ سے باہر ہے، غیبِ احدیت پر پردہ سے ظہور کے تحت پر جلوہ فرمایا اور سعادت مند مخاطبین اور بلند رجت سامعین کے دل کی قوت اور جان کی خوراک ہو گئے۔ شہنوی

- | | |
|------------------------------|---------------------------|
| (۱) نامہ ہا با نجوم راہ ناست | تافتہ از سپہر مجد و علا |
| (۲) ہریکے نوگے ز گلشن فیض | ہریکے گوہرے ز کان عطا |
| (۳) ہریکے رشعے ز ابر کرم | کردہ سر سبز کشت صدق و صفا |
| (۴) ہریکے مثل آیت رحمت | گشتہ نازل ز آسمان وفا |

[۱] (ان کے) مکتوبات ستاروں کی مانند تارہاں ہیں (جب) بزرگی اور بلندی کے آسمان سے چمک رہے ہیں (۲) (ان میں سے) ہر ایک فیض کے گلشن کا نیا پھول ہے، ہر ایک بخشش کی کان کا موتی ہے۔ (۳) ہر ایک ابر کرم کا ترشح ہے

(جس نے) صدق و صفا کی کھیتی کو سرسبز کر دیا ہے، (۴) ہر ایک (مکتوب) آیتِ رحمت کی مانند ہے جو کہ وفا کے آسمان سے نازل ہوا ہے۔

حق بات یہ ہے کہ (یہ مکتوبات) ہدایت کی کان کے تابدار جواہرات اور عنایت کے سمندر کے چمکدار موتی ہیں کہ اربابِ نہایت و کمال کا ہاتھ اور دامن اُن کے مثل سے خالی ہے اور صاحبانِ کشف و شہود اہل نظر و استدلال کی ماتندان کے ادراک سے عاجز و قاصر ہیں، اگرچہ مجھ، پیمان کو کسی لحاظ سے بھی اس بات کی یاقوت و قابلیت نہیں ہے کہ میں اُن کے جمع کرنے میں پیش روی اور اس امرِ عظیم میں پیش قدمی کر سکتا لیکن چونکہ مخدوم و مخدوم زادہ بلند مرتبت، عالی منقبت، تورا عظیم، عارفِ کامل، حاصلِ اولیاء، خلاصہٴ اصفیاء، مظہرِ انوارِ ربانی، مظہرِ اسرارِ سبحانی، حقائق کو کھولنے والے، دقائق کو حل کرنے والے، نہایت کے کمال اور کمال کی نہایت تک پہنچنے والے، تجلیاتِ جلال و جمال کے مظہر ہے

مخزنِ نقدِ معرفت نقدِ خزینہٴ شرف معدنِ گوہرِ صفا گوہرِ معدنِ کمال
موردِ لطفِ ایزدی ہادیِ راہِ احمدی مظہرِ سترِ سردی مظہرِ فضلِ ذوالجلال

[معرفت کی نقدی کا خزانہ، شرافت کے خزانہ کی نقدی، پارسائی کے موتیوں کی کان، کمال کی کان کے موتی۔

اللہ تعالیٰ کے لطف کے مورد، راہِ احمدی کے ہادی، سترِ سردی کے مظہر، فضلِ ذوالجلال کے مظہر] تعریف کرنے والوں کی تعریف سے بے نیاز، حق، ملت اور دین کی تلوار، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کی طویل زندگی کے ساتھ فائدہ پہنچائے (انہوں) نے اُس نظرِ عنایت کی بنا پر جو کہ وہ اس بے حاصل کے بارے میں رکھتے ہیں اور جن کی توجہ شریف اس ناکارہ کے احوال کی اصلاح کے ساتھ وابستہ ہے، ان مکتوبات کے جمع کرنے کو جو کہ دراصل دونوں جہان کا سرمایہ ہیں (اس فقیر کو) تفویض فرمایا اور بار بار تاکید فرمائی کہ متفرق مکتوبات کو ضبطِ تحریر میں لا کر دوسری جلد ترتیب دی جائے۔ آں جناب کے تعمیلِ ارشاد کو بسر و چشم قبول کرتے ہوئے اس عظیم الشان کام کو شروع کر دیا، امیدوا ہے کہ اس تعمیلِ ارشاد کی برکات فی الحال و فی المال اس خود کامی کی تنگی کے گرفتار کی رہتائے حال ہو کر خودی و خود پرستی کے کوچے سے رہائی دلا دیں گے۔ اور اس کتابِ مستطاب کا جمع کرنا جس کا نام و تاریخ اختتام "وسيلة السعادة" ہے، سعادتِ حقیقی تک پہنچنے کا وسیلہ ہو جائے گا۔ (اس کتاب کے) پڑھنے اور سننے والوں سے یہ التماس ہے کہ جب ان اسرارِ غیبی کے مطالعہ سے ان کی زندگی سنور جائے تو دعا و فاتحہ سے ان کے جامع کی مدد فرمائیں کیونکہ ان کے جمع کرنے سے مقصود

آخرت کا نفع ہے اور الفاظ کے دقیق ہونے اور معنی کے بلند ہونے کی وجہ سے جو کچھ سمجھ میں نہ آئے اس کے علم کو کہنے والے کی طرف لوٹا دیں اور رد و انکار سے پیش نہ آئیں، اور وسیلۃ السعادت کو اپنے حق میں وسیلۃ الشقاوت نہ بنائیں کیونکہ اس بزرگ گروہ کا منکر ابدی ہلاکت میں گرفتار اور دائمی خسارہ میں مبتلا ہے، یہی حق ہے، پس حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہے۔ ہنٹوی

- | | |
|-------------------------------|---------------------------|
| ۱) یارب چہ کتاب مستطاب ست | کز ہر در قیش فتح باب ست |
| ۲) مفتاح کنوز مشکلات ست | تفسیر رموز بھلمات ست |
| ۳) گنجے ست مصالح الحکم را | شرحے ست جوامع الکلم را |
| ۴) جان بخش تراز زلالی حیواں | روشن تراز آفتاب تاباں |
| ۵) گوئی کہ پری و شیت طنناز | سرتا بقدم کرشمہ و ناز |
| ۶) افگندہ بر شعار مشکیں | تا گشتہ تہاں ز چشم بد بین |
| ۷) لفظش کہ دقیقہا کند حل | چوں طرہ ہوشاں مسلسل |
| ۸) معنیش کہ ہست مایہ جان | شیریں چو ادائے خوب رویاں |
| ۹) ہر صفحہ او کہ کام جان ست | چوں صفحہ روئے دلبران ست |
| ۱۰) ہر سطر ازو چو گیسوئے حور | از زحمت دست تا کساں دور |
| ۱۱) ہر بیتے ازو کہ دل پسنداست | چوں ابروئے ہوشاں بلنداست |
| ۱۲) ہست از پے دفع ہر گزندی | ہر نقطہ چو دانہ سپندی |
| ۱۳) صاحب نظراں فدائے اویند | جان باختہ در ہوائے اویند |
| ۱۴) دلہاشدہ در نظارہ اش مست | جان بہر نثار برکت دست |
| ۱۵) از نغمہ این گل اہل دولت | یا بند نسیم بارغ جنت |
| ۱۶) واں کو نظر در انش کو راست | از پرتو این جمال دوراست |
| ۱۷) خفاش بود ہمیشہ نومید | از شعشعہ جمال خورشید |
| ۱۸) آفاق زہر شد منور | غم نیست اگر ندید شہر |
| ۱۹) خورشید اگر چہ بے حجاب ست | از غایت نور در نقاب ست |
| ۲۰) نامش بعقیدت و ارادت | گفتیم " وسیلۃ السعادت " |
| ۲۱) پسند اگر ز سال اتمام | ہم باز تو اں شناخت از نام |

[اے پروردگار! یہ کیسی پسندیدہ کتاب ہے کہ جس کے ہر ورق سے (معرفت کا) دروازہ کھلتا ہے۔ (۲) مشکلا کے خزانوں کی کنجی ہے۔ جملات کے رموز کی تفسیر ہے۔ (۳) مصاریح حکمت کا خزانہ ہے، جامع کلمات کی ایک شرح ہے۔ (۴) آب حیات سے زیادہ زندگی بخشنے والا ہے، منور آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ (۵) گویا کہ وہ ایک شوخ پری دوش ہے (جو) سر سے پاؤں تک کر شرم و ناز ہے۔ (۶) اپنے جسم پر مشکس بال ڈالے ہوئے ہے تاکہ بدنظر کی نگاہ سے پوشیدہ ہو جائے۔ (۷) اس کے لفظ جو کہ دقیق مسائل کو حل کرتے ہیں حبیبوں کی زلف کی مانند مسلسل ہیں۔ (۸) اس کے معنی جو کہ سرمایہ جان ہیں وہ خوب روؤں کی ادا کی مانند شیریں ہیں۔ (۹) اس کا ہر صفحہ جو کہ زندگی کا مقصد ہے دلبروں کے چہرے کا صفحہ ہے۔ (۱۰) اس کی ہر سطر جو کہ گیسو کی مانند ناپلوس کی دسترس سے دور ہے۔ (۱۱) اس کا ہر شعر جو کہ دل پسند ہے چاندی سے حسینوں کی ابرو کی مانند بلند ہے۔ (۱۲) اس کا ہر نقطہ گزند کو دفع کرنے کے لئے رائی کے دانے کی طرح ہے۔ (۱۳) اہل نظر اس کے بقائی ہیں، اس کی آرزو میں جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں (۱۴) دل اس کے نظارہ میں مست ہو گئے ہیں، جان نثار کرنے کے لئے ہتھیلی پر رکھے ہوئے ہیں۔ (۱۵) اہل سعادت اس پھول کی خوشبو سے جنت کے باغ کی نسیم پاتے ہیں۔ (۱۶) اور جس کی نظر اس میں اندھی ہے وہ اس جمال کے پرتو سے دور ہے۔ (۱۷) چمگادڑ سورج کے جمال کی روشنی سے ہمیشہ ناامید ہے۔ (۱۸) آفاق سورج سے منور ہو گئے اگر چمگادڑ نے نہیں دیکھا تو غم نہیں ہے۔ (۱۹) آفتاب اگر چہ بے حجاب ہے لیکن کثرت نور کے باعث نقاب میں ہے۔ (۲۰) ہم نے اس کا نام عقیدت و ارادت کی وجہ سے "دسبلیۃ السعادت" رکھا۔ (۲۱) اگر لوگ اس کی تکمیل کا سال دریافت کریں تو بھی اس نام سے پہچان سکتے ہیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مکتوبات

مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی و محمد امین بدخشی کے نام حقیقت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
 و حقیقت کعبہ ربانی کے متعلق ان کے سوالات کے جواب میں اور پہلی حقیقت کی دوسری حقیقت پر
 افضلیت اور ان دونوں حقیقتوں کے مراتب کے لائق تحقیقات اور ان دونوں کی شان کی معرفت کے
 متعلق توضیحات اور جو کچھ ان کے مناسب ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدُ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَمُصَلِّیَا عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ [اللہ تعالیٰ
 کی حمد کرتے ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر رُود بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ بڑا بزرگ
 اور نہایت رحم والا ہے] اَللّٰهُمَّ قَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ
 بَيْنَ عِبَادِكَ فَيَمَّا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۗ [اے اللہ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! پوشیدہ
 اور ظاہر کے جاننے والے! آپ ہی (قیامت کے روز) اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرمائیں گے جن میں
 وہ آپس میں اختلاف کرتے تھے]۔

برادران کرام مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی و محمد امین کے مکتوبات شریفہ کے بعد پیر
 پہنچ کر ان کے مضامین واضح ہوئے، دوستوں کو نصیحت کریں کہ جہاں تک ہو سکے فتنے کی آگ کو
 بجھائیں اور مخالفین کی ایذا رسانی پر صبر کریں اور گستاخی کرنے والوں کو بزرگوں کے باطن کے حوالہ کریں
 باؤر دکشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد (پلمٹ دکاد) پیسے والوں کے ساتھ جو شخص بھی اُجھا اُس نے منہ کی کھائی
 جب اہل ارادت ہی سے اس طرح کا ظلم و زیادتی ظاہر ہو تو پھر طریقہ کے مخالفین سے کیا شکایت کی جائے
 حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ [ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی اچھا کارساز ہے]۔ اس سے پہلے میاں
 اللہ داد کے ہمراہ ایک تحریر بھی گئی تھی جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ شبہ کے مادہ کو ختم کر دے گی، اس کے پہنچنے پر
 فتنہ دب جائے گا اور تنازعہ امر باقی نہیں رہے گا، آپ اچھی طرح مطالعہ کریں گے اور حقیقت کو پہنچ
 جائیں گے، اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات جلد اول کا دوسواں مکتوب جو کہ

میر محمد نعمان کے نام ہے اس کا بھی مطالعہ کریں اور تسکین حاصل کریں۔ حاصل کلام چونکہ آپ حضرات نے سوال کیا ہے اس لئے جواب کے بغیر چارہ نہیں رکھنا اور یہ تحریر اس سے خالی نہیں رہنی چاہئے۔

سوال: ہمارے حضرت عالی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حقیقت کعبہ ربانی حقیقت محمدی کے اوپر ہے، اس سے حقیقت کعبہ کا حقیقت محمدی سے افضل ہونا لازم آتا ہے، حالانکہ آنسورِ عالم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوقات سے افضل ہیں، لولاہ لما خلق الا فلانک ولما اظہر الربوبیۃ (اگر وہ نہ ہوتے تو (اللہ تعالیٰ) آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ فرماتا) جیسا کہ (حدیث قدسی میں) وارد ہوا ہے۔

جواب: اول یہ کہ حقیقت کعبہ ربانی معبودیت و مسجودیت کے مقام سے پیدا ہوتی ہے اور آنسورِ عالم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال عبدیت و عابدیت (بندہ اور بندگی کرنے والا ہونے) کے مقام میں ہے، اس بنا پر ہو سکتا ہے کہ حقیقت کعبہ ذات الہی جل سلطانہ ہو کیونکہ حقیقت میں معبود و مسجود وہی ہے یعنی وہ حقیقت جو اس صورت کی مسجودیت کا منشا (سبب) ہو گئی ہے اور (اس میں) شک نہیں ہے کہ وہ حقیقت ذات حق عزیزانہ ہے پس اگر اس حقیقت کو حقیقت محمدی پر فوقیت و فضیلت ہونے کا خطرے کی بات ہے، اور اس بات کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ چوتھے جواب میں آئیگی اور معاملہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ اور یہ جو (بعض حضرات) کہتے ہیں کہ ممکن جو کہ صورت کعبہ اس کی حقیقت بھی ممکن ہی ہونی چاہئے وہ ذات کس طرح ہوگی۔ جو آپ ہم کہتے ہیں کہ اس بزرگ گروہ کے طریقہ پر کسی چیز کی حقیقت اس چیز کی ذات اور ماہی بالشیء ہو ہو رہا ہے (بیت) سے عبارت نہیں ہے بلکہ اس کے وجودی ذوالوج وجودی فیوض کے بعد اسے عبارت ہے اور وہ چیز اس کے لئے ظل کی مانند ہے۔ قوم (صوفیائے کرام) کے نزدیک یہ بات مسلمہ ہے کہ حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ تعین اول ہے جس کو وحدت کا نام دیا جاتا ہے اور تمام ممکنات کے حقائق کو جو کہ اعیان ثابتہ ہیں تعین ثانی میں جس کو کہ واحدیت کا نام دیا جاتا ہے ثابت کرتے ہیں اور ان دونوں تعینات کو وجوبی کہتے ہیں اور قدیم جانتے ہیں۔ نقش الفصوص کے مقدمہ میں کہا ہے کہ ممکن وجود متعین ہے پس اس کا ممکن ہونا اس کے تعین کی حیثیت سے ہے اور اس کا واجب ہونا اس کی حقیقت کے اعتبار سے ہے۔ پس جس جگہ انہوں نے حقیقت کعبہ ربانی کو وجوب کے مراتب میں ثابت کیا ہے وہ قوم (صوفیائے کرام) کی اصطلاح پر مبنی ہے اور جس جگہ یہ لکھا ہے کہ ممکن کی حقیقت ضرور ممکن ہے وہ قوم کی اصطلاح پر نہیں ہے وہ علیحدہ تحقیق اور الگ قول ہے، آپ حضرات نے لکھا تھا کہ کعبہ کی صورت یہی ظاہری صورت ہے

یا کوئی اور چیز ہے؟ میرے مخدوم! ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ صورت کعبہ پتھر اور مٹی کے ڈھیلوں سے عبارت نہیں ہے کیونکہ اگر بالفرض پتھر اور مٹی کے ڈھیلے درمیان میں نہ بھی ہوں تب بھی کعبہ کعبہ ہے اور مخلوق کا سجود الیہ ہے، بلکہ صورت کعبہ باوجودیکہ عالم خلق میں سے ہے (لیکن دیگر) اشیاء کے خلق کی طرح نہیں ہے بلکہ ایک پوشیدہ امر ہے جو حس و خیال کے احاطہ سے باہر ہے (یہ) عالم محسوسات میں سے ہے اور کچھ بھی محسوس نہیں ہے اور (اگرچہ) اشیاء کا متوجہ ایہا (جس کی طرف توجہ کی جائے) ہے اور (اس کے باوجود) کچھ بھی توجہ میں نہیں ہے وہ ایک ہست ہے جس نے نیستی کا لباس پہنا ہوا ہے اور ایک نیست ہے جس نے اپنے آپ کو ہستی کے لباس میں ظاہر کیا ہوا ہے، جہت میں ہو کر بے جہت اور سمت میں ہو کر بے سمت ہے، غرضکہ یہ حقیقت کے مزاج والی صورت ایک ایسی عجیب ترین چیز ہے کہ عقل جس کے تشخص سے عاجز اور عقلمند لوگ جس کو متعین کرنے میں حیران ہیں گویا کہ عالم بیچونی و بے چگونگی (بے مانند و بے کیف ہونے) کا نمونہ رکھتی ہے اور بے مثل و بے مثال ہونے کا نشان اس میں پوشیدہ ہے انتہی۔

دوسرے یہ کہ ایک حقیقت کا دوسری حقیقت پر فائق ہونا پہلی حقیقت والے کی دوسری حقیقت والے پر فضیلت کا سبب نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نیچے کی حقیقت والے کو اوپر کی حقیقت پر ترقیات حاصل ہو جائیں اور قرب کے مراتب میں سے اور اپنی حقیقت میں ہی رکھا ہوا ہو اور اپنی حقیقت سے اوپر ترقی نہ کرے اور قرب کے مراتب کو جن پر فضیلت کا مدار ہے حاصل نہ کرے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ ملا اعلیٰ (فرشتوں کے گروہ) کی ولایت خواص بشر کی ولایت سے اوپر ہے اور فرشتے کے حقائق سے ترقی حاصل ہونے کے اعتبار سے فضیلت خواص بشری کے لئے ہے اور فرشتے کو اپنے حقائق سے آگے ترقی حاصل نہیں ہے۔ وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ (اور ہم (فرشتوں) میں سے ہر ایک کا ایک معین مقام ہے)۔

شرح مواقف میں کہ "بیشک فرشتے اگرچہ بعض امور میں بشر پر فوقیت رکھتے ہیں لیکن فضیلت جس کا مطلب ثواب کا زیادہ ہونا ہے بشر کے لئے ہے۔" اور نیز عالم امر عالم خلق کے اوپر ہے اور فضیلت عالم خلق ہی کے لئے ہے کیونکہ عالم خلق کا قرب اصلی ہے اور عالم امر کا قرب ظلی ہے، غصہ خاک عالم خلق و عالم امر کے لطائف میں سب سے نیچے درجے کا لطیف ہے اور اس کی پستی اس کی بلندی کا سبب بن گئی ہے اور جو قرب کہ خاکیموں (انسانوں) کو (حاصل) ہے وہ قدسیوں (فرشتوں) کو (حاصل) نہیں ہے۔

۱۔ مکتوب مکتبہ دفتر سوم مطبوعہ امرتسری ص ۱۳۶ و ۱۳۷۔ ۲۔ سورت عکس آیت ۱۱۱۔

۵ زمین زادہ بر آسمان تاخترہ زمین و زمان را پس انداختہ

[زمین زادہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (سراج میں) آسمان پر تشریف لے گئے (اور پھر) زمین و زمان کو چھچھوڑ گئے تیسرے یہ کہ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ نے لکھا ہے کہ حقیقت محمدی تنزیہ و تقدیس کی بلندی سے آنحضرت (محمد مصطفیٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے مقامات نزول کی نہایت ہے اور حقیقت کعبہ عروج کعبہ کے مقامات کی نہایت ہے، مرتبہ تنزیہ پر حقیقت محمدی کے عروج کرنے کے لئے پہلا مرتبہ حقیقت کعبہ ہے اور آنحضرت علی آلہ الصلوٰۃ والسلام والتجۃ کے عروجات کی انتہا کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پس اس تقدیر پر یہ لحاظ سے فوقیت ثابت نہیں ہوتی تو افضلیت کہاں سے آئیگی۔

چوتھے یہ کہ ہمارے پیغمبر علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام محمد و احمد دونوں کے ساتھ موسوم ہیں ہر ایک اسم کی ولایت علیحدہ ہے، آپ کے وجود عنصری اور آپ کے اس عالم ظلمانی کو ہدایت کرنے کے اعتبار سے آپ کا اسم مبارک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہے اور اس مبارک اسم کی ولایت اس اسم الہی سے نشوونما پانے والی ہے جو اس عالم سفلی کی تربیت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور حقیقت محمدی کے ساتھ مستحی ہے اور آپ کے روحانی وجود کے اعتبار سے جو کہ عالم ملکوت اور روحانیوں کا مرتی (پرورش کرنے والا) ہے اور آپ وجود عنصری سے پہلے اسی وجود کے ساتھ نبی تھے اسی لحاظ سے آپ

علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کنت نبیا واجم بین الماء والطين [میں (اس وقت بھی) نبی تھا جبکہ آدم (علیہ السلام) پانی اور مٹی (گارا) کے درمیان تھے] آپ کا نام پاک احمد ہے اور اس پاک نام کی ولایت شان جامع سے نشوونما پانے والی ہے جو کہ حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتجۃ کا مبداء اور اصل ہے اور اس نورانی عالم کی تربیت کے لئے مناسب ہے جو کہ حقیقت احمدیہ کے ساتھ موسوم ہے اور حقیقت کعبہ ربانیہ سے بھی تعبیر کی جاتی ہے اور جو نبوت کہ عالم عنصری سے تعلق رکھتی ہے وہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے صرف ایک حقیقت کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتی اور اس مرتبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (مرتب) وہ شان (بھی) ہے اور اس شان کا مبداء بھی اسی لئے اس مرتبہ کی دعوت پہلی دعوت سے کامل ترین ہوئی کیونکہ وہ دعوت عالم امر اور روحانیوں تک محدود تھی اور اس مرتبہ کی دعوت عالم خلق و امر دونوں کو شامل ہے اور ان دونوں حقیقتوں میں سے ہر ایک حقیقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ہر دو اسم مبارک کے اعتبار سے آپ کے فطری مکان کے درجے میں ہے اور ان دونوں حقیقتوں کے اد پر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے لئے لا تعداد اور بے شمار عروجات ہیں

۶ مکتوبات معصومیہ و فزودم، فزاد مکتوبات محمد والفت تانی قدس سرہ

لہ جن کی انتہا کو علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہی جانتا ہے اور فضیلت کا مدار اور برگزیدہ و برتر ہونے کا انحصار اسی پر ہے۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حقیقتِ کعبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقتِ جامعہ کا ایک جزو ہے جو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسمانی و روحانی و خلق و امر کے کمالات کی جامع ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ یہ فوقیت جس کے بارے میں بحث ہے دراصل آل سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعض کمالات کی آپ کے بعض کمالات پر فوقیت ہے۔

جاننا چاہئے کہ حقیقتِ محمدی کے لئے حضرت عالی (قدس سرہ) کے کلام میں دو اطلاق ہیں ایک وہ ہے جو حقیقتِ احمدی و حقیقتِ کعبہ ربانی کے تقابل میں اوپر بیان ہو چکا ہے، دوسرا اطلاق وہ ہے جو دونوں حقیقتوں کے درمیان جامع ہے اور ان دونوں حقیقتوں میں سے ہر ایک اس کا جزو ہے اور اس کو حقیقۃً الحقائق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سوال: آپ نے پہلے جواب میں حقیقتِ کعبہ کو مقامِ معبودیت و سجدیت سے (ہوتا) ثابت کیا ہے اور حق جل و علا کی ذات قرار دیا ہے اور کمالِ محمدی کو مقامِ عبدیت میں منحصر کیا ہے اور معبود و سجد کو عابد و ساجد پر فضیلت و برتری دی ہے اور اس جگہ حقیقتِ کعبہ کو حقیقتِ محمدی کا جزو کہا ہے الخ۔^{۲۳} بظاہر ان دونوں تحقیقات میں تضاد ہے ان میں توفیق کی صورت کیا ہے؟ (جواب) میں کہتا ہوں جو کچھ اس مسکن کے ناقص خیال میں آتا ہے یہ ہے کہ بزرگوں نے حقیقتِ کعبہ کو ذاتِ حق جل شانہ کہا ہے، اس مقام میں ذاتِ البتہ شیون میں سے ایک شان اور اعتبارات میں سے ایک اعتبار ہو گا نہ کہ وہ ذات جو تمام نسبتوں سے خالی ہے کیونکہ اس مرتبہ عالیہ کو تمام عالم کے ساتھ ذاتی استغناء ہے اور مرتبہ اطلاق ذاتِ تعالیٰ کو معبودیت و معبودیت یا اس کی مانند کسی اور اعتبار کا لحاظ کئے بغیر کعبہ کے ساتھ یا نسبت اور کسی مناسبت ہے پس حقیقتِ کعبہ کسی اعتبار یا شان کے ساتھ ما خود ذات ہونی چاہئے اور جو ذات کسی شان کے ساتھ مفید ہوگی وہ شیون میں سے ایک شان ہے اور مناسب وہ ہے جو معقولاً والوں نے کہا ہے کہ علم الشی بالوجہ میں علم وجہ کے ساتھ ہے نہ کہ شے کے ساتھ، اور یہ بات ثابت ہے کہ حقیقتِ محمدی صلی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتجۃ تمام شیون کی جامع ہے پس یہ شان بھی جو کہ حقیقتِ کعبہ ربانی ہے اس حقیقتِ جامعہ میں داخل ہوگی اور اس کا جزو ہوگی اور تضاد دور ہو جائیگا کیونکہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حقیقتِ محمدی کے لئے دو اطلاق ہیں۔ پہلا جواب کہ جس میں حقیقتِ کعبہ کو حقیقتِ محمدی کا معبود قرار دیا ہے پہلے اطلاق پر مبنی ہے جو کہ حقیقتِ احمدی صلی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتجۃ کے مقابل ہے اور یہاں جو حقیقتِ کعبہ کو جزو کہا ہے (یہ) دوسرے اطلاق پر مبنی ہے جو کہ

حقیقۃ الحقائق ہے۔

اگر کہا جائے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حقیقتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ تمام شیون و اعتبارات کی جامع ہے لیکن ان شیون کے اطلاق کے اعتبار سے نہیں بلکہ علم میں اس کے حاصل ہونے اور اجمالی علم کے تعلق سے اس کے معین ہونے کے اعتبار سے ہے کیونکہ حقیقتِ محمدی علمِ اجمالی سے عبارت ہے اور حقیقتِ کعبہ نفسِ شان ہے نہ کہ اس کی صورتِ علیہ پس اس کا جزو ہونا ممنوع ہے۔ (اس کے جواب میں) میں کہتا ہوں کہ قوم (صوفیہ) کے طریقہ پر شان کی صورتِ علیہ علم معلوم کے اتحار کے اعتبار سے نفسِ شان ہے اور ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ کے طریقہ پر جو کہ عینیت کے قابل نہیں ہیں میں کہتا ہوں کہ حضرتِ عالیؑ نے لکھا ہے کہ حقیقتِ احمدی جو کہ حقیقتِ کعبہ ربانی سے تیسرے کی جاتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ وجودِ اعتباری کا مبداءِ شان علم ہے اور یہ معنی کہ وہ مبداء ہے ہو سکتا ہے کہ وہی ذات ہو جو شان سے ماخوذ ہے پس حقیقتِ محمدی دوسرے اطلاق کے اعتبار سے دونوں حقیقتوں کی جامع ہوتی اور حقیقتِ کعبہ اس کے بعض کمالات ہوں گے، بیشک حقیقتِ محمدی پہلا اطلاق کے اعتبار سے اس شان کی جامع نہیں ہے بلکہ اس کی صورتِ علیہ کی جامع ہے پس غور کر لیجئے اور کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیے۔ اس تحقیق سے قوم کی اصطلاح پر اصل سوال کا پانچواں جواب ظاہر ہوا کیونکہ حقیقتِ کعبہ اگرچہ فوقیت رکھتی ہے لیکن علم کے احاطہ علم معلوم کے اتحار کے اعتبار سے حقیقتِ محمدی میں مندرج ہے پس افضلیت ممنوع ہے کیونکہ جزو کو کل پر تقدم و فوقیت ہے جس کا افضلیت لازم نہیں آتی۔ اور یہ جو پہلے جواب میں مذکور ہوا کہ آنسور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا کمال عبدیت و عابدیت میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عبدیت و عابدیت ایک کمال ہے جو آنسور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تسلیمات کے تعین امکانی سے یا اطلاقِ اول کے ساتھ اس کی حقیقت سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ مطلق طور پر اس لئے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آنسور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقتِ حقیقی جو کہ دوسرے معنی کے اعتبار سے ہے حقیقتِ کعبہ کو حاوی ہے پس جو کمال حقیقتِ کعبہ کے لئے ثابت ہے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت کے لئے بھی ثابت ہوگا اور فضیلت ان (سرور کائنات) علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت کو ہوگی۔ یا میں کہتا ہوں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال عبد کی صورت و حقیقت کے اعتبار سے ہے لیکن حقیقتِ کعبہ کا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت کا مجموعہ وجود ہونا اطلاقِ ثانی کے اعتبار سے ممنوع ہے بلکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس مقام میں ایک حقیقت ہے جو حقیقتِ کعبہ کے اوپر ہے: وَفَوْنٌ مِّمَّنْ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (اور ہر علم والے کے اوپر علم ہے)۔

تنبیہ لایا: اس مکتوب میں جو تحقیق درج ہے وہ مکتوب نمبر ۲۰۹ جلد اول مکتوبات (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے مطابق ہے اور (حضرت موصوفی کے) دوسرے مکاتیب میں بھی اس بارے میں بہت سی باتیں ہیں اور حقیقۃ الامراض سبحانہ ہی کے پاس ہے، وَ قُوْنِيْ كُلَّ ذِيْ عِلْمٍ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مکتوب

مولانا حسن علی کے نام اُن کے اُس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انہوں نے مجدد الف ثانی کے معنی اور اس کی علامات و آثار کے بارے میں کیا تھا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔ برادر م مولانا حسن علی کا گرامی نامہ موصول ہو کر اس کا مضمون واضح ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ بعض روایات کرنے والے پوچھتے ہیں کہ مجدد الف ثانی کی تعریف کیلئے اور اُس کے آثار و علامات کیا ہیں اور آپ کے حضرت عالی میں ان کمالات میں سے کیا ظہور میں آئے ہیں تاکہ حضرت عالی کی شان میں آشناد بیگانہ کو اس اسم کے اطلاق میں کوئی شک نہ رہے۔

میرے مخدوم! مجدد الف ہونا ایک کشفی اور الہامی امر ہے جو اس معاملہ والے کے وجدان سے تعلق رکھتا ہے کسی ایسے امر کا التزام نہیں ہے کہ آثار و علامات کے ساتھ آشناد بیگانہ کو قائل کیا جاسکے، جو شخص کہتا ہے اور سعادت اتری رکھتا ہے وہ باطنی مناسبت کے ذریعہ اہل اللہ کے اسرار کو قبول کر لیتا ہے اور ان اکابر کے فیوض و برکات کا مورد ہوجاتا ہے اور جو شخص بیگانہ و بے سعادت ہے اگر وہ باطنی نامناسبیت کی وجہ سے اُن اسرار کی تکوین سے محروم رہتا ہے اگرچہ وہ ظاہر نہ کرے، غیر لوگ بحث سے خارج ہیں ہم کو ان کے رد و قبول سے کوئی مفکر نہیں، منکروں نے قرآن مجید صیروسن معجزہ دیکھا اور انکار کرتے رہے اس کے باوجود جس شخص کو تیز نظری کی فوت عطا کی گئی ہے اگر وہ حضرت عالی کے اطوار و عادات میں اچھی طرح غور کرے اور جن فیوض و برکات کمال و کمال اور علوم و اسرار سے وہ پیشوائے صالحین ممتاز ہیں مشاہدہ کرے تو وہ بلا تکلف اُن کے مجدد ہونے کا فیصلہ کرے گا۔ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے جلد ثانی کے چوتھے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ معارف ولایت کے احاطہ سے باہر ہیں، ارباب ولایت علمائے ظاہر کی طرح ان کے ادراک سے عاجز اور ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں، یہ علوم انوار نبوت علی ارباب الصلوٰۃ والسلام والتجۃ کے مشکوٰۃ (چراغ دان) سے مقبیس (مائل کئے گئے) ہیں جو کہ الف ثانی کی تجدید کے بعد تبعیت و وراثت کے

طویر تازہ ہوئے ہیں اور تروتازگی کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں، ان علوم و معارف والا بزرگ اس الف
 (ہزار سال) کا مجدد ہے جیسا کہ اُس کے ان علوم و معارف میں جو ذات و صفات و افعال سے متعلق اور
 احوال و مواجید و تجلیات و ظہورات پر مشتمل ہیں غور و فکر کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے پس وہ جانتے ہیں
 کہ نامعلوم و معارف علمائے علم اور اولیاء کے معارف سے ماوراء ہیں بلکہ اُن کے علوم ان علوم کے مقابلہ
 میں پوست کی طرح اور یہ معارف اُس پوست کے مغز کی مانند ہیں، اللہ سبحانہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

جان میں کہ ہر سو سال کے سرے پر ایک مجدد گذرنا ہے (لیکن) سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا
 مجدد اور ہے، سو اور ہزار کے درمیان جس قدر فرق ہے ان دونوں کے مجددوں کے درمیان بھی اسی قدر بلکہ
 اس سے بھی زیادہ فرق ہے اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ اس مدت میں جس قدر فیض امتوں کو پہنچتا ہے اسی کے
 وسیع سے پہنچتا ہے خواہ اُس وقت کے اقطاب و اوتاد ہوں اور خواہ ابدال و تجاہوں۔

ما صر کند بندہ مصلحت عام را [عالم لوگوں کی مصلحت کیلئے وہ کسی بندے کو خاص کرتا ہے]۔

مکتوب

جوید می رسد پشاور کے، ان کے حلیہ کے جواب میں بولہ جدید کیفیات و ترقیات پر مشتمل تھانیر

کمالات نبوت تک وصول حاصل ہونے کی علامت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حد و صلوة اور تسلیات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے پسندیدہ گرامی نامہ نے جو کہ آپ نے

میرے لئے بھیج دیا اور باطنی لذات کا سبب ہوا۔ اللہم زد [اللہ تعالیٰ مزید ترقیات عطا فرمائے]

آپ نے لکھا تھا کہ یہ خاص الخاص نسبت جو ان دنوں میں ظاہر ہو رہی ہے یقین سے جانتا ہے کہ

کہ کمالات نبوت سے ہے اور پہلے جو کچھ ظاہر ہوا تھا وہ کمالات ولایت میں داخل تھا الخ۔ بیشک اُس

دعا کی شانہ کے گرم سے بعید نہیں ہے، کمالات نبوت کے حاصل ہونے کی علامت اس حدیث کا مضمون ہے،

جو وارد ہوتی ہے کہ لَنْ یُؤْمِنَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ حَتّٰی یُکُونَ هُوَ اَوْ اَبُوْهُ اَوْ اَخُوْهُ اَوْ اَمْرٌ مِّنْ اٰیَاتِہِمْ یُحْسِنُ

ہر ذرا میں تو میں نہیں ہو سکتا جنک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے [احکام شرعیہ یعنی

اوامر و نواہی مفسدات طبعیت بن جائیں اور خواہش نفس ان سے موافقت کرے۔ آپ نے لکھا تھا

کہ سابق نسبت کو اس نسبت کے ساتھ کہ جس پر فخر کرتا ہے عدم و ملکہ کی نسبت ہے، سوائے اس کے کہ اُس

گذشتہ نسبت سے استغفار کرے اور کوئی وجہ نہیں دیکھتا، یہاں تک کہ وہ ہے جو بیان سے بالاتر ہے الخ۔
 بیشک کمالاتِ ولایت کو کمالاتِ نبوت کے ساتھ کیا نسبت، کمالاتِ ولایت کمالاتِ نبوت کے زیرے او
 اُس کے ظلال اور نمونے ہیں، اصل تک پہنچنے کے وقت میں ظل و نمونہ سے استغفار ہے۔ خواجہ رحمت علی کو جو
 کیفیت ظاہر ہوئی اور خواجہ مذکورہ کو ذریعہ محوری سے گھرا ہوا اور اس میں مستہلک (فانی) پانا جو آپ نے لکھا تھا
 واضح ہوا، اس امر پر اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے، خواجہ کو ہمارے ساتھ خاص مناسبت ہے، حق سبحانہ اس کے
 آثار ظاہر فرمائے اور میرزا رستم بیگ کو بھی اس نسبت عالیہ سے بہرہ ور فرمائے۔ اِنَّهٗ قَرِیْبٌ مِّنْ حَبِیْبٍ
 [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

مکتوب

میرزا ہادی کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں جو بعض احوال پر مشتمل تھا اور نسبت فنا کے حصول پر
 ترغیب اور ضروری توضیحات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حد و صلوة اور تسلیات کے بعد برادری گرامی سے عرض ہے کہ ان قریبی دنوں میں جو مکتوب آپ نے
 بھیجا تھا پہنچا اور مسرت کا باعث ہوا اور اُس عزیز (آپ) کا ایک اور مکتوب بھی اس سے کچھ مدت پہلے جو
 بظاہر آپ نے اکبر آباد سے لکھا تھا پہنچا تھا لیکن فاصلہ کی دوری اور کسی قاصد کا علم نہ ہونا جو اُس جا
 روانہ ہو رہا ہو جواب نہ لکھنے کا عذر ہے، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ صحت و عافیت سے ہیں اور فقراری یاد و
 محبت سے عالی ویے نیاز نہیں ہیں اور حاصل کئے ہوئے طریقے کی پابندی رکھتے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "نفی اثبات معنی کا لگا کر تے ہوئے ایک سانس میں اکیس بار ہونا ہے اور اگر
 بھی زیادہ کرنے کا قصد کرے تو ایک سانس میں چالیس بلکہ زیادہ تک پہنچ جاتا ہے" نیک و مبارک ہے،
 حق سبحانہ و تعالیٰ اس عالی مرتبہ کام پر نتائج و ثمرات مرتب فرمائے اور تمام مقاصد و خواہشات سے عالی
 فرمائے چنانچہ باطن میں حق جل و علا کے سوا کوئی مقصد و خواہش نہ رہے بلکہ ارادے کی صفت بھی نہ رہے
 کیونکہ ولایت کے طریقہ پر بندگی کا مقام جو کہ ذلت و نیستی (فنایت) و تسلیم و اطاعت ہے، ارادہ کی صفت
 تو کہ انانیت (میں پن) اورستی کا پتہ دینے والی ہے گوارا نہیں کرتا اور اس کا زوال ولایت کی شرط ہے، اس
 نسبت کا حصول (اللہ تعالیٰ کے) کرم کی سبقت کے بغیر ممکن نہیں ہے، باطنی قوی جذبات کے بغیر صرف
 ظاہری اعمال اس گرداب سے باہر نہیں نکالتے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "لوگوں کی صحبت کچھ اچھی

نہیں لگتی۔ (یعنی) اس ذکر کے ثمرات میں سے ہے اور اس کا کمال یہ ہے کہ سب سے بیگانہ کر دے اور آفاق و انفس سے ربائی دلا دے اور حقیقی فنا تک پہنچا دے۔ آپ نے لکھا تھا کہ (ذکر میں) مشغول ہونے کے وقت جو خطرات و وسوساں اس وقت ہوتے ہیں ابتداء میں نہیں تھے، جمعیت پہلے اب سے بہتر تھی اور اب تنہائی کی لذت پہلے سے بہتر ہے، کچھ نہیں جانتا کہ وہ حالت بہتر تھی یا یہ۔ میرے مخدوم ابہر حالت کے اچھا ہونے کی بابت وجہ ہے لیکن مطلب اس کے ماوراء ہے اس (مطلب) کے طالب رہیں، ذکر پر اس قدر مداومت کریں کہ مذکورہ جس کا ذکر کیا جائے (کے ماسواہر چیز سینہ سے رخصت ہو جائے اور اس کے ماسواہر سے علمی وحقی تعلق ٹوٹ جائے، کیا کیا جائے کہ آپ کی صحبت قلیل تھی اگر کچھ عرصہ صحبت میسر آجائے تو امید ہے کہ ان معانی کا جمال باطن پر پورے طور پر اظہار اور مطلوب کی کوئی کھڑکی دل میں ظاہر ہو جائے، بہر حال ملاقات حاصل ہونے تک ازکار و طاعات کے معمولات میں مشغول رہیں اور مخالف کی صحبت سے دور رہیں اور ممنوعات شرعیہ سے ہمہ گیر کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر سے ڈرتے اور لڑتے رہیں اور اپنے عمل سے مایوس رہیں اور عمل کو ترک نہ کریں، اس عمل و استغفار [عمل کو اور استغفار]۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھیں اور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر قائم رہیں اور مشائخ کی محبت پر ثابت قدم رہیں تاکہ ہمیشہ ان کے باطن سے فیوض و انوار حاصل کرتے رہیں اور درافقہ دوسہلی کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب

۱۹

سلاطین وقت کے نام قلئے قلب و فناء نفس اور مواظبت و نفل پر شکل حدیث بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ سَیِّدِنَا عَلٰی الْکَرَامِ وَصَحْبِہِ

الْعِزَامِ اِنَّ عَادَ کَا حَمْدٍ شُکْرٍ هُوَ نِعْمَتٌ کَا مَالِکٍ هُوَ اَدْرَسُورَ کَانَاتِ رَسُوْلِہِ صَلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُوْرَ اَیْ کِی

آئی رام اور اصحابِ عظام پر درود و سلام ہو [اما بعد] احقر فقرا جناب والا میں عرض کرتا ہے کہ یہ دعا گو

آریہ ظاہری اعتبار سے حاضری کی دولت کے حصول سے دور و بھور ہے اور اس قسم کے عظیم الشان کام

اور بہت بڑے جہاد میں کہ ان دنوں میں (آپ کی) توجہ و اقبال کی باگ جس کی طرف پھری ہوئی ہے داخل

نہیں ہے لیکن معنوی و باطنی اعتبار سے خدمت و حضور میں ہے اور فتح و نصرت کی دعا کے ساتھ جو کہ

فقراء کا وظیفہ (ممبرانہ) سے مشغول و مصروف ہے۔ ع

دیدہ سعدی و جان ہما و نست [سعدی کی آنکھیں اور جان تیرے ہمراہ ہیں]

حدیث شریف میں آیا ہے: المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] چونکہ یہ فقیر، محبت صحیح رکھتا ہے (اس لئے) باطنی لحاظ سے کسی مقام اور معرکہ میں خدمتِ عالی سے جدا نہیں ہے اور ہر جگہ باطنی معیت رکھتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے سہ

از دروں شو آشنا و از یروں بیگانہ و ش این چنین زیبا صفت کم می بود اندر جہاں

(تو اندر سے آشنا ہو جا اور باہر سے (ظاہر میں) بیگانوں کی طرح رہ، ایسی بھی صفت والا شخص دنیا میں بہت کم ہوتا ہے) بیشک صوفی کائنات میں ہوتا ہے یعنی ظاہر کے اعتبار سے مخلوق کے ساتھ موجود اور حقیقت و باطن کے اعتبار سے اُن سے جدا ہوتا ہے کیونکہ اس کا باطن و حقیقت اُس کے ظاہر سے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز سے ٹوٹ کر منزلوں دُور چلا جاتا اور غیبِ الغیب سے مل جاتا ہے، ظاہر کی غفلت اس کے باطن میں سرایت نہیں کرتی، عوام کا باطن ظاہر کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ظاہر کی غفلت (اُن کے) باطن میں سرایت کرتی ہے اور خواص کے لئے کہ جن کا باطن ظاہر سے منزلوں منقطع ہو چکا ہے ایسا نہیں ہے اور ظاہر کی غفلت باطن میں راہ نہیں رکھتی اور اس کے حضور آگاہی میں کچھ نقصان نہیں لاتی کیونکہ حضور آگاہی اس کا ملکہ (صفتِ راسخہ) ہو جاتی اور اُس کی صفتِ لازمہ بن جاتی ہے جیسا کہ سنا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصو کی صفت ہوتی ہے کہ کسی وجہ سے بھی اس سے جدا نہیں ہے، اس راستہ کے بعض سالکوں کو یہ قطع تعلق اور ماسوا کو بھول جانا اس درجہ تک حاصل ہو جاتا ہے کہ اگر وہ تکلف سے بھی ماسوا کو یاد کریں ہرگز ان کو یاد نہ آئے اور اگر بالفرض حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر ان کو دیدی جائے (تب بھی) ماسوا کے اس نسیان کے سبب سے جو ان کو حاصل ہو چکا ہے ماسوا کا خیال ہرگز ان کے باطن میں راہ نہ پائے، یہ کمال ولایت کے کمالات میں سب سے پہلا کمال ہے اور فناءِ قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اشیک کے علمِ حصولی کے زوال سے وابستہ ہے، اگر اس مقام سے ترقی واقع ہو جائے اور علمِ حصولی بھی جو کماں مقام میں علم و عالم کا اتحاد ہے علمِ حصولی کی طرح زوال کی طرف رخ کر لے اور صحرائے عدم کی طرف سامان لے جائے تو (یہ) فناءِ نفس ہوتی ہے، اس کے بعد نفسِ اطمینان کے مقام میں آجاتا، احکامِ الہی تعالیٰ شانہ، کافر یا نبردار ہو جانا، اسلام حقیقی سے مشرف ہو جانا، راضی و مرضی (عمد و پسندیدہ) ہو جانا اور آیتِ کریمہ یا آیتہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة قرصیة لہ [لے اطمینان پائے ہوئے نفس تو راضی و مرضی (پسندیدہ) ہو کر اپنے رب کی طرف لوٹ جا] کا مصداق ہو جانا ہے اور ان دونوں کمالات کے اوپر دوسرے اور کمالات بھی ہیں جو ان دونوں کمالات کے ساتھ مشروط ہیں

اُن کمالات کو کیا بیان کرے۔ ع

قباس کن زگلستان من بہار مرا [میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کر لیجئے]
 ومن بعد هذا ایدق صفاته وما کتمہ احظی لدیہ واجمل
 (اور اس کے بعد وہ مقام ہے جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب ہے)
 اور ہم اس مکتوب کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی حدیث پر ختم کرتے ہیں۔ حضرت
 معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 و آلہ وسلم نے صبح کی نماز میں ہمارے پاس آنے سے تاخیر کی (یعنی روزِ مہر کے وقت پر تشریف نہ لائے)
 حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم آفتاب کے قرص کو دیکھ لیں پھر آپ جلدی سے نکل کر تشریف لائے پس نماز کے لئے
 تکبیر اقامت ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور اپنی نماز میں تخفیف کی پھر
 جب سلام پھیرا اور اپنی بلند آواز کے ساتھ ہمیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی صفوں میں اسی طرح بیٹھے رہو
 جس طرح کہ بیٹھے ہو، پھر ہماری طرف مڑے اور فرمایا اے لوگو! آگاہ رہو بیشک میں تم کو ابھی اس چیز کی خبر
 دوں گا جس نے مجھ کو آج کی صبح تم سے روکا، (وہ یہ ہے کہ) میں رات کو نماز تہجد کے لئے اٹھا پس میں نے
 وضو کیا اور حسبِ قدر نماز میرے لئے مقدر تھی پڑھی، پھر مجھے اپنی نماز میں اُونگھ آگئی یہاں تک کہ میں بھاری
 ہو گیا (یعنی مجھ پر نیند غالب آگئی اور میرا بدن وزنی ہو گیا) پس ناگہاں میں نے اپنے پروردگار تبارک تعالیٰ
 کو اچھی صورت (صفت) میں دیکھا پس اُس (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! میں نے عرض کیا اے میرے
 رب! میں حاضر ہوں۔ پروردگار نے فرمایا کہ فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے؟
 میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے تین بار یہی فرمایا (اور میں نے ہر بار یہی جواب دیا) آنحضرت
 سنی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ (اس نے) اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں
 کے درمیان رکھ دیا تاکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اپنی چھاتی کے درمیان پائی پس
 مہرے لئے ہر جزا اور روشن ہوئی اور میں نے پہچان لیا۔ پھر فرمایا اے محمد! میں نے عرض کیا اے میرے
 رب! میں حاضر ہوں۔ فرزا فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے؟ میں نے عرض کیا
 گزارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا (نماز کی) جماعتوں کی طرف قدموں سے
 چلنا اور نمازوں کے بعد سجدوں میں بیٹھنا اور ناخوشگوار یوں کے وقت (بھی) وضو پورا کرنا۔ فرمایا
 کہ کس چیز میں گفتگو کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا درجات کے بارے میں۔ فرمایا اور وہ کیا ہیں؟ میں نے
 عرض کیا کہ وہ درجات ہیں جن میں نماز پڑھنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا (جو کچھ چاہے) مانگ۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ دعا کی: **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ**
فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي وَإِذَا أَرَدْتَ
فِتْنَةً فِي قَوْمِي فَتَوَفَّنِي غَيْرَ مَغْتَوِبٍ وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلِ بَيْتِ
إِلَى حُبِّكَ [اے اللہ! بیشک میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے ترک کرنے اور مسکینوں سے محبت
کرنے کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم میں فتنہ (آزماش) کا ارادہ فرما
پس تو مجھ کو فتنہ میں مبتلا کئے بغیر وفات دے اور میں تجھ سے تیری محبت اور اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے
اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے نزدیک کر دے]۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ حق ہے پس اس کو یاد رکھو پھر اس کو لوگوں کو سکھاؤ۔ اور میں نے محمد بن اسمعیل
(بخاری قدس سرہ) سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس حدیث کو
احمد و ترمذی نے روایت کیا اور (ترمذی) نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مکتوب

خواجہ محمد صنیف کے نام مفید نصیحتوں اور گوشہ نشینی پر غیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور تبلیغِ دعوات کے بعد برادرِ عزیز کی خدمت میں عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا
کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ وہ برادرِ عزیز (آپ) بھی عافیت و استقامت کے ساتھ ہوں گے
اور ان (آپ) کا آنے والا دن گذرے ہوئے دن سے بہتر ہوگا۔ آپ نے من استوی یوماہ فهو مغبون
[جس شخص کے دو دن ایک حالت پر گذرے وہ خسارے میں ہے] سنا ہوگا۔ ایک مدت ہوگئی کہ آن عزیز (آپ)
کا کوئی خط اور کوئی خبر نہیں پہنچی دل کو تشویش ہے۔

ہر کجاہست خدا یا سلامت دارش [اے خدا اوہ جس جگہ بھی ہیں تو ان کو سلامت رکھ]
مسافت کی بُری ایک طرح کا اندر معلوم ہوتی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کہ (یہاں) مجموعی طور پر جمعیتِ صالحہ (آپ بھی) جمعیت کے ساتھ
رہیں اور مطلوب کی تلاش و انتظار سے ایک لحظہ بھی بے فکر نہ رہیں اور ہمیشہ نایافت (نہ پاتنے) کے درد
کی وجہ سے فکر مند و غمگین اور گوشہ نشینی کی طرف راغب رہیں اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھنے سے خفی الامکان

۱۔ المشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ۔ (فائدا) اس حدیث کو حضرت عبدالرحمن بن عائش و حضرت
ابن عباس و حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے بعض الفاظ کے اختلاف اور کمی بیشی کے ساتھ المشکوٰۃ المصابیح و دیگر
کتب حدیث میں روایت کیا گیا ہے، مترجم ۱۔

گریز کریں۔ الاستیناس بالناس من علامات الافلاس [لوگوں کے ساتھ انسیت بڑھانا افلاس کی علامات میں سے ہے] اور ان فقر کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں اور ظاہری باطنی کیفیات لکھتے رہیں کیونکہ دل منتظر رہتا ہے، دل کو آپ کے ساتھ خاص تعلق ہے اور آپ کے کمالات کا خواہاں ہے، اندہ قریب بھیجید [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے] والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم

مکتوب

خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ قوی واردات پر مشتمل تھا نیز بشارتِ خاصہ اور اصالت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ: آپ کے مکتوبات گرامی نے یکے بعد دیگرے موصول ہو کر خوش وقت کیا اور ان کے خون آمیز و جنون انگیز مضامین اور ان سے ایک دوسرے کے متضاد و مخالف امور کے اجتماع کا تصور واضح ہوا، بیشک عرفت ربی بجمع الاضداد [میں نے اپنے رب کو متضاد چیزوں کے جمع کر دینے سے پہچانا]، اس سے خاص بالخاص نسبت ظاہر کی گئی ہے امید ہے کہ آپ کی محبت اور دیوانگیاں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑیں گی، جب (یہ فقیر) آپ کے باطنی آئینے کو ملاحظہ کرتا ہے تو اس چاند کی مانند پاتا ہے جو سورج کے بالمقابل بدرِ کامل ہو گیا ہو، والغیب عندنا لله سبحانہ [اور غیب کا علم اللہ سبحانہ ہی کو ہے] اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "خاص بالخاص نسبت ظاہر ہوتی ہے اور ایک طرح کی مخصوص مہربانی نظر آتی ہے" یہاں تک کہ آپ نے لکھا ہے کہ یہ نسبت عالم سے وَخَرَّ مُؤْمِنٌ صَبِيحًا [اور نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) بیہوش ہو کر گر گئے] (کی مانند) ہے۔ نیک و مبارک ہے امید ہے کہ یہ تجلی خلق و امر کے لطائف کو ڈھانپ لے اور ان میں سے کسی ایک کے عین و اثر کو بھی نہ چھوڑے۔ آپ نے اصالت کا کچھ حصہ (حاصل ہونے) کی طلب کی تھی۔ میرے مخدوم! اگر اصالت سے آپ کی مراد وہ نسبت ہے جو ظلال سے ماوراء ہے اور وہ معاملہ مراد ہے جو ولایتِ صفری سے جو کہ اولیاء اللہ کی ولایت ہے باہر ہے جیسا کہ خواجہ بزرگ (حضرت نقشبند بخاری قدس) نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ "میں سات سال مولانا عارف (دیکھائی) کے ہمراہ اس کوشش میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کروں تین بار حجاز (مقدس) کے سفر پر گیا، اگر میں وہاں مولانا کی من بیان کی باطنی کیفیت کا کچھ بھی منظر کسی کو پاتا تو ہرگز وہاں سے واپس نہ آتا" تو آپ کا مطالبہ نہایت معقول ہے اور اس کے حصول کی طلب کرنا بر محل ہے اگرچہ یہ آپ کو حاصل ہے اور اگر آپ اصالت سے

حصہ اس معنی میں چاہتے ہیں کہ جس کے ساتھ انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ممتاز ہیں اور اصالت کا حصہ ان بزرگوں کا نصیب وقت ہے اور دوسرے سب طفیلی ہیں خوردہ کھانے والے ہیں اگرچہ وہ ان بزرگ پر حضرت کی متابعت کے طفیل مراتب ظلال کو پس پشت ڈال کر اصل الاصل سے وصل ہو جائیں اس لئے کہ اصل سے حصہ (حاصل کرنا) دوسری بات ہے کمال یعنی علی اربابہم جیسا کہ اس کی اہلیت والوں پر پوشیدہ نہیں ہے) پس یہ امر محض مومنین (بخشش الہی) ہے اُس کے حصول کا اس بے بال و پر سے سوال کرنا محض خیال ہے، کسب و عمل و دعا و توجہ اور جذب کو اس مقام میں کوئی دخل نہیں، (اللہ تعالیٰ کی) عنایت کی پیشقدمی ہونی چاہئے اور پس جانا چاہئے کہ یہ جائز بلکہ واقع ہے کہ افراد امت میں سے کچھ حضرات کو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اصالت سے حصہ حاصل ہو اگرچہ وہ لوگ قلیل بلکہ اقل ہوں، دین آدمیوں سے زیادہ کا اس بندگی کے ساتھ ممتاز ہونا معلوم نہیں ہونا۔

مکتوب

حقائق و معارف آگاہ مولانا محمد حنیف کتنام طریقہ ارشاد کے بعض لوازم کے بیان میں مع مواظوب و نصائح تحریر فرمایا۔

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ، برادر عزیز مولانا محمد حنیف کے مکتوب گرامی نے موصول ہو کر مسرور و خوش وقت کیا اور بعض اہل طریقت (اجاب) کے پسندیدہ احوال جو آپ نے لکھے تھے اُن کے مطالعہ سے اور بھی خوشی حاصل ہوئی، اے اشد دین میں ہمارے بھائیوں کو زیادہ کر اور ہمیں اور ^{۳۳} اُن کو صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھ۔ آپ کو چاہئے کہ توجہات سے اُن کو محروم نہ رکھیں اور نسبت کی حفاظت اور دائمی ذکر و مراقبہ اور آدابِ طریقت کی طرف اُن کی رہنمائی کریں اور مخالفین کی صحبت سے باز رکھیں اور ابتلاءِ سنت کا امر کریں تاکہ ترقی کی راہ کھلی رہے اور جو شخص شوق و آرزو کے ساتھ طریقہ سیکھنے کی خواہش کرے اس کو طریقہ کی تعلیم دیں اور سردی (دستی) کو اس امر میں و لقع نہ ہوتے دیں اور طالبین کے کام میں سرگرم رہیں اور اگر کسی طالب کو ذکر اثر نہ کرے تو اس کو ذکر سے روک کر صرف وقوفِ قلبی کا امر کریں اور توجہات کریں امید ہے کہ ذکر اثر کرے گا، نیز آپ کو چاہئے کہ اہل دنیا سے ملاقات کا راستہ حتی الامکان بند کریں اور گوشہ نامرادی کی عادت ڈالیں اور چند روزہ زندگی کو آخرت کا زاد راہ (توشہ) حاصل کرنے میں مصروف رکھیں اور تمام امور کو خفی جل و علا کی بارگاہ کے سپرد کر دیں۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا [وہ مشرق و مغرب کا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اسی کو
 کارساز بنا لے] اور اگر طبیعت میں صحرا کا شوق ہو تو صحرا کی سیر کے لئے نکل جائیں، حاصل کلام صحیح
 ہر کجا خود نباشی آل جا باس [جس جگہ تو خود نہ رہے وہاں رہے]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والذم لمن تابعتہ المصطفیٰ علیہ علیٰ الصلوٰۃ والبرکات العلیٰ

مکتوب ۹

غلام محمد فاروق کے نام، واقعہ روشن کے بیان میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور اس استفسار کے

جواب میں جو حدیث لا صلوة الا بحضور القلب کے بارے میں کیا تھا تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عبادة الذین اصطفیٰ: برادر اعز و ارشد میاں غلام محمد فاروق کا

مکتوب مرغوب پہنچا، بے اندازہ خوشی بخشی، اللہ تعالیٰ کمال کے درجات پر ترقی عطا فرمائے۔ آپ نے

لکھا تھا کہ "غیب سے ایک آواز کان میں پہنچی کہ تو اللہ تعالیٰ کے اولیا میں سے ہے اور یہ آواز تین چار بار

سنی گئی" اس کے مطالعہ نے سرور کیا، بہت بڑی بشارت ہے امید ہے کہ شیطان لعین کو اس میں کوئی

دخل نہیں ہوگا اور (یہ بشارت) رحمانی ہوگی اور یہ جو مراقبہ میں منہ کے سامنے ایک آفتاب کی نہایت متوا

صورت ظاہر ہوئی اور اس کے گرد مختلف قسم کے رنگ شعلہ مارتے تھے اور بے شمار پانی میں مختلف رنگوں

کے ساتھ پرتو ڈالتے تھے، وہ آفتاب نزدیک ہونے لگا یہاں تک کہ آپ کے وجود میں داخل ہو گیا اور غائب

ہو گیا۔ یہ واقعہ بہت روشن اور قابل قدر ہے، یہ واقعہ سابقہ واقعہ کے ساتھ کامل مناسبت رکھتا ہے

کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ نور آپ کے عین ثابتہ کا پرتو ہو کہ جس نے آپ کو اپنے ساتھ بقا بخشی ہے اور

عین ثابتہ کے ساتھ متحقق ہونا کمالات ولایت سے ہے، آیت کریمہ **أَوْ مَن كَانَ مِثْلًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَ**

جَعَلْنَاهُ نُورًا آیت [اور کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ہم نے نور

بنادیا] کے بارے میں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جب نور کسی سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ سینہ

کھل جاتا ہے، پس عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! کیا اس کی کوئی علامت ہے؟ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ

والسلام نے فرمایا "ہاں دار العرور (دینا) سے الگ رہنا اور دار القرار (آخرت) کے لئے تیاری کرنا ہے" کوشش

کریں کہ اس نور کے کمال کے ساتھ متحقق ہو جائیں **وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ** [اور اس میں

۱۰۰ سورت ۱۰۰، آیت ۹۰۔ ۱۰۱ سورت ۱۰۱، آیت ۱۲۳۔ ۱۰۲ سورت ۱۰۲، آیت ۸۳۔ ۱۰۳ سورت ۱۰۳، آیت ۱۰۰

رغبت کرنا اول کو رغبت کرنی چاہئے] یہ دونوں واقعے بشارت دینے والے ہیں اور امیدوار بناتے ہیں۔ اور آپ نے حدیث (اصلوٰۃ الا بحضور القلب) اور اس جماعت کے بارے میں لکھا تھا جو دائمی حضور قلب (حاصل ہونے) اور خطرہ کے نفی ہو جانے کے ساتھ مشرف ہے۔ میرے مخدوم! اگر حدیث شریف میں قلب سے مراد لطیفہ معین ہے جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو جو جماعت حضور کے ملکہ (صفتِ راستہ) سے مشرف ہے ظاہر ہے کہ وہ لوگ اس نماز سے حصہ رکھتے ہیں اور اگر قلب سے لطیفہ معین مراد تہ ہو اور کلی طور پر حضور مراد ہو کہ کسی راستے سے غفلتِ خطرہ (وارد) نہ ہوتی بھی یہ جماعت اس نماز سے بہت زیادہ حصہ رکھتی ہے کیونکہ اس معاملہ میں عمرہ چیز قلب ہے اور (وہ) اس کا منظورِ نظر ہے جب وہ (قلب) حضور کے ساتھ موصوف ہے اگر اس کا غیر غفلت و خطرہ میں ہو تو اس قدر حضرت نہیں رکھتا کیونکہ غفلت وہ (غیر قلب) رکھتا ہے، گویا قلب کی غفلت اور خطرہ ذاتی اور باطنی مرض ہے اور حضور قلب کے ہوتے ہوئے خیال کی غفلت و خطرہ عارضی و خارجی مرض ہے کیونکہ قلب سے خطرہ دور ہونے کے بعد خطرہ کے وارد ہونے کی جگہ دماغ و خیال ہے، ان دونوں امراض میں بہت فرق ہے: رَبَّنَا آئِمَّةً لَّنَا وَرَبَّنَا وَاعْفُرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے)۔

مکتوبات

خواجہ محمد حنیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سیرِ آفاقی جو کہ مقاماتِ عشرہ کے طے کرنے سے عبارت ہے ہمارے بزرگوں کے طریقہ میں میرا نفسی کے ضمن میں اجمال کے طور پر طے ہو جاتی ہے اور محب کا معاملہ آفاق و انفس سے باہر چلا جاتا ہے اور انفس و آفاق سے باہر محبوب کے ساتھ بے کیف معیت حاصل کرتا ہے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو اپنے آپ سے رہائی عطا فرما کر اپنی پاک بارگاہ کی بینائی (معرفت) مرحمت فرمائے، اس حدود کے دیویشوں کے حالات حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ بزرگ بھائی (آپ) بھی ظاہری و باطنی جمعیت کے ساتھ مزین ہوں گے۔

میرے مخدوم! اصل و شہود کی حقیقت کا وعدہ کل (قیامت) پر رکھا گیا ہے، آج (اس دنیاوی زندگی میں) ہم سے اور آپ سے بندگی کے وظائف (اعمال) طلب کرتے ہیں۔ بندگی کے وظائف دو قسم کے ہیں ایک قسم وہ (اعمال) ہیں کہ جن کے حاصل کرنے میں عمرہ چیز ظاہری اعضاء میں یعنی (وہ اعمال) نماز،

روزہ، صدقہ (زکوٰۃ)، حج اور جہاد وغیرہ ہیں اور دوسری قسم وہ (اعمال) ہیں جو باطن سے وابستہ ہیں یعنی توبہ، زہد، توکل، تفکر، اخلاص اور رضا وغیرہ اور ان مقامات کا جدا جدا سلوک (طے کرنا) تہایت دشوار ہے بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مطلوب تک پہنچنے سے جیسا کہ اس دنیا کے لئے مناسب ہے باز رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا جذبہ دستگیری نہیں فرماتا، پس ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو مطلوب کے مقابل ہو اور مقصود تک پہنچانے میں خلافت و زہد نہ کرے، اور ان مقامات کا خلاصہ اجمال کے طور پر اس کے ضمن میں سہولت کے ساتھ حاصل ہو جائے اور اعضا کے اعمال میں کامل آسانی پیدا کرے اور یہ وہ طریقہ ہے جس کو ہمارے بزرگوں نے اختیار کیا ہے اور اس کی ابتداء کو انفس سے مقرر کیا ہے جو کہ جذب و محبت کو شامل ہے، آفاقی سیر اور مقامات کا سلوک (طے کرنا) اس معاملہ کا طفیلی ہے کیونکہ محبت جب ساعت بساعت غلبہ پالیتی ہے تو محبوب کے ماسوا سے لمحہ انقطاع حاصل ہو جاتا ہے اور اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ نگاہ باطن میں محبوب کے سوا کچھ نہیں رہتا اور علمی و جہتی تعلق غیر سے منقطع ہو جاتا ہے اور اس کے ضمن میں مقامات مذکورہ کی حقیقت متحقق ہو جاتی ہے اور چونکہ محب کے لئے محبوب کی اطاعت لازم ہے (اس لئے) المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے مصداق وہ اعضا کے اعمال کی پابندی میں بھی سرگرم رہے گا، چونکہ محبوب آفاق و انفس سے ماورا ہے (اس لئے) عارف بھی انفس سے آفاق کی طرح گزر جاتا ہے اور بے اختیار محبوب کے ساتھ بے کیف معیت حاصل کر لیتا ہے اور چونکہ اس دنیا میں قوتِ سرکہ کو اس قدر طاقت نہیں ہے کہ اس معیت کی گتہ کو پائے کیونکہ وہ (معیت) عالمِ آخرت کے ساتھ موعود (وعدہ کی گئی) ہے اس لئے وہ آج (اس دنیاوی زندگی میں) ظاہری عبادات کے وظائف اور باطنی مراقبات کے لطائف کے ساتھ زندگی گزارتا ہے تاکہ کل (آخرت میں) اس کے مطابق قوتِ باصرہ حاصل ہو جائے اور اس معیت کی حقیقت کو پالے پس چاہئے کہ وہ بھائی (آپ) وظائفِ اعمال کی ادائیگی میں اچھی طرح کمرِ محبت باندھیں اور اعمال کی کیفیت و کمیت (حالتِ مقدار) کے زیادہ کرنے میں پوری پوری کوشش کریں اور باطن کو دائمی توجہ و اقبال سے آباد رکھ کر مطلوب کے ماسوا کی طرف توجہ کرنے سے حتی الامکان باز رکھیں، وَذَرُوا ظَاهِرَ الْاَلَمِ وَبَاطِنَهُ [ظاہری و باطنی گناہ کو چھوڑ دو] نص قاطع ہے اور اس معنی پر اس حد تک مداومت کریں کہ یہ حالت ملکہ ہو جائے اور تکلف سے رہائی حاصل ہو جائے اور طریقت سے حقیقت میں آجائیں اور یادِ کرد سے یادداشت کی طرف مائل ہو جائیں، کتنی بڑی نعمت ہے کہ (آپ) ظاہرِ وظائفِ اعمال کے ساتھ جو کہ اس ظاہر کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں مشغول رہے اور باطن ماسوا کی دید سے منقطع ہو جائے اور مطلوب میں مستغرق و فانی رہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائرین اتبع الہدیٰ والتمزم متابعة المصطفیٰ علیٰ علیٰ الصلوٰۃ والتجارت والبرکات العلیٰ۔

مکتوبات

۳۶

شمسرخاں کے نام نفس امارہ کی مخالفت پر تحریریں اور اہل سنت و جماعت کی درست آراء کے موافق عقائد کی تصحیح اور اسلام کے ارکانِ خمسہ کی بجا آوری اور طریقہ صوفیہ کے ملوک پر ترغیب اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين والمآل الطاهرين: الله تعالى نبى اتي اور ان کی بزرگ آل کے طفیل آپ کی ذاتِ بابرکات کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل رکھ کر اتباعِ نبوی و سننِ مصطفوی علی مصدرہا صوفی الصلوات النامیات کے زیور سے مزین و آراستہ رکھے، اما بعد، حقائق آگاہ مولانا محمد حنیف نے فقرائے بارے میں آپ کی مہربانیوں کا بہت اظہار کیا اور ایک خط (آکھی) لکھنے کی استدعا کی ہے جو نصیحتوں پر مشتمل ہو، التماس کرنے والے کی بات کو مانتے ہوئے چند نامر لوطا کلمات لکھنے کی جرأت کی ہے۔

میرے مخدوم! حق سبحانہ و تعالیٰ نے آدمی کو بیکار پیدا نہیں کیا ہے اور اس کی اپنی مرضی پر نہیں چھوڑا ہے کہ جو کچھ سمجھے کرے اور نفس کی خواہش و طبیعت کے منشا کے مطابق زندگی بسر کرے، اس کو اوامر و نواہی کا مکلف بنایا اور طرح طرح کی تکلیفات (احکام) کے ساتھ مخاطب کیا ہے، اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ان (احکام) کے مقتضائے مطابق زندگی بسر کرے اور نفس و طبیعت کی جو خواہش ان (احکام) کے برخلاف ہو اس کو چھوڑ دے اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو مولائے حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے غیظ و غضب کا مورد ہوگا اور عذاب اور طرح طرح کی مزاؤں کا مستحق ہوگا وہ لوگ بڑے خوش وقت خوش نصیب ہیں جنہوں نے اپنی مکرمیت کو مولیٰ تعالیٰ کی بندگی میں خوب اچھی طرح باندھا ہے اور تمام کوششوں کو اس کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں صرف کر دیا ہے: فطوبی لمن وفق لمرضات الله و یا حشرنا علی من فرط فی جنب الله فیشری للصالحین والابرار وویل للکفرین من النار سبق المفردون وھلک المسوفون [پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں سے موافقت کی اور اس شخص پر حسرت و افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا پس صالحین و ابرار کے لئے بشارت ہے اور کافروں کے لئے دوزخ کا دردناک عذاب ہے شریعت پر عمل کرنے والے سبقت لے گئے اور آجکل (سیت و عمل) کرنے والے ہلاک ہو گئے] دنیا کھیتی کرنے کی جگہ ہے کھیتی کرنے کے وقت میں عیش و آرام میں مشغول ہونا اور ناپسندیدہ

فانی لذتوں کے ساتھ موافقت کرنا اپنے آپ کو دائمی اور پسندیدہ عیش سے محروم رکھنا ہے، دورانہ نشی عقل اس کا یقین نہیں رکھتی اور باقی رہتے والی پسندیدہ لذتوں کو چھوڑ کر ناپسندیدہ فانی لذتوں پر فریفتہ نہیں ہوتی، پس علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سبحانہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے کی صحیح آراء کے مطابق دینی عقائد جو کہ کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں کی تصحیح کے بغیر چارہ نہیں ہے اور فرض و واجبات کے ادا کرنے اور حرام چیزوں سے بچنے کے سوا گذار نہیں ہے اور سب سے بہتر عبادت اور سب سے معتبر طاعت نماز ہے جو کہ دین کا ستون اور مسلمان و کافر میں واضح طور پر فرق کرنے والی ہے اور جو قرب الہی اس کے ادا کرتے وقت حاصل ہوتا ہے اس (نماز کے باہر وہ نادر بہت کم) ہے، پس نماز کو پانچوں وقت جماعت و جمعیت و تعدیل ارکان اور کامل وضو کے ساتھ مستحب اوقات میں ادا کرنا چاہئے، حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس بندے اور اس کے پروردگار کے درمیان کے عبادات اٹھادیئے جاتے ہیں اور جب تک وہ ناک کی ریٹ نہ ڈالے جو عین اس کے سامنے رہتی ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ نماز پڑھنے والا بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ جو شخص ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا رہتا ہے قریب ہے کہ وہ اس کے لئے کھول دیا جائے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال میٹھے پانی کی جاری نہر کی مانند ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس سے گذرتی ہے کہ وہ شخص اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہے پس اس سے (اس پر) کچھ بھی میل باقی نہیں رہے گا، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک جس شخص نے ان پانچ فرض نمازوں پر جماعت (سے ادا کرنے) میں حفاظت کی وہ ان لوگوں میں سب سے پہلا شخص ہوگا جو چل صراط پر چلنے والی بجلی کی مانند تیزی سے گزریں گے اور اللہ تعالیٰ اس کو سابقین کے پہلے گروہ میں حشر فرمائے گا اور ہر دن اور رات میں ان نمازوں پر حفاظت کرنے والے کو ایک ہزار ایسے شہیدوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہوں، اور پڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چوپایوں کی زکوٰۃ اس کے مصارف میں احسان مندی و رغبت کے ساتھ دینی چاہئے، حدیث دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی اور معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت بڑھاتا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو اور وہ اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے تو قیامت کے روز (اس سونے چاندی کو گرم کر کے) اس کے تختے بنائے جائیں گے پھر ان تختوں کو دوزخ کی آگ میں پتیا جائیگا پس ان کے ساتھ اس کے پہلو اور پیٹھ کو داغ دیا جائیگا پھر ٹھنڈا ہونے پر وہ تختے دوبارہ آگ میں ڈالے جائیں گے اور ان کو نکال کر

سے المشکوٰۃ المصابیح باب وجوب الزکوٰۃ الفصل الاول۔

داغ دیں گے اور اُس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے بار بار اس کے لئے یہی عمل کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا پس ہر بندہ اپنا راستہ یا جنت کی طرف دیکھ لے گا اور یا روزہ کی طرف دیکھ لیگا۔ (اللہ تعالیٰ نے) اپنے بہایت کرم سے (بڑھنے والے مال پر) سال گزرنے اور اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کے بعد جو کچھ باقی بچے اس میں سے چالیسواں حصہ (زکوٰۃ دینا) فرض کیا ہے۔ عجیب بے انصافی ہوگی اگر اس کے ادا کرنے میں تساہل کیا جائے اور حیلوں سے اس کو چھوڑ دے، جان و مال سب اُس تعالیٰ شانہ کا ہے اگر وہ (اللہ تعالیٰ) تمام مال فقراء کو دینے کا حکم فرماتا اور جان طلب فرماتا تو اس کی بے نیاز بارگاہ کے شیدائی ابرو پر شکن لائے بغیر ہر طرح سے پورے ذوق و شوق کے ساتھ جان و مال قربان کر دیتے اور اپنی سعادت اسی میں جانتے۔

ان قال لی مت مت سمعا و طاعة و قلت للداعی الموت اهلا ومرجبا
[اگر وہ مجھ سے کہے کہ مر جا تو میں "سُن لیا اور یان لیا کہتے ہوئے" مر جاؤں اور داعی اجل سے کہوں کہ تیرا آنا مبارک ہو۔]
کسی نے خوب کہا ہے۔

گر بنقد جان توانے خریدن وصلِ دوست
طالبِ وصل تو پورے ہر کہ جانے داشتے

[اگر دوست کا وصل (ملاپ) جان کی نقدی سے خریدا جاسکتا تو جو شخص بھی جان رکھتا ہوتا تیرے وصل کا طالب ہوتا۔]
اور یاہ مبارک رمضان کے روزے ذوق و شوق کے ساتھ رکھنے چاہئیں اور اپنی سعادت اس بھوکا اور پیاسا رہنے میں سمجھنی چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اولادِ آدم کا ہر نیک عمل (ثواب میں) دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے سوائے روزہ کے کہ بلاشبہ یہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا (یا یہ مطلب ہے کہ میں خود ہی اس کا بدلہ ہوں)، (روزہ دار شخص) اپنی خواہش اور اپنا کھانا (پینا) میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اس کے روزہ افطار کرتے وقت ہے اور دوسری خوشی (آخرت میں) اپنے رب سے ملاقات کے وقت (حاصل ہوگی) اور بیشک روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ خوشبودار ہے، اور روزہ ڈھال کر پس جب تم میں سے کسی کا روزہ کا دن ہو تو وہ فحش کلامی اور چیخ پکار نہ کرے اور اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو اس کو چاہئے کہ یہ کہدے میں روزہ دار شخص ہوں متفق علیہ (یعنی اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)۔ اور حج کی شرائط پائی جانے کی صورت میں خانہ کعبہ کا حج کرنا چاہئے اور گھر (کے واسطے) سے صاحبِ خانہ (اللہ تعالیٰ) کا قرب تلاش کرنا چاہئے اور اس کا پتہ لگانا چاہئے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حج اور عمرہ پے درپے کرو (یعنی اگر عمرہ کیا ہے تو حج بھی کرو یا حج کیا ہے تو عمرہ بھی کرو)

یا قان کرو)۔ پس یہ دونوں تنگدستی اور گناہوں کو اس طرح دُور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہا، سونا اور چاندی کی میل کو دور کر دیتی ہے اور جنت میں داخل ہونا ہی حج میرور کا ثواب ہے۔ اور چونکہ مسلمانی کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن میں سے ایک یہ شہادت دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور دوسری چار چیزیں وہ ہیں جو اوپر بیان ہو چکی ہیں (یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج) اگر ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل واقع ہو جائے تو مسلمانی میں سے اس کی بنیاد چار دیواریوں اور چھت پر ہوتی ہے اگر ان پانچ چیزوں میں سے ایک بھی نہ ہو تو گھر نامکمل اور ویران ہے، دینی عقائد کی تصحیح اور ظاہری اعمال کے بعد صوفیائے کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ پر چلنا ضروری ہے تاکہ حق جل و علا کی معرفت حاصل ہو جائے اور خواہشات نفسانی سے نجات کی صورت بن سکے جو تیرہ اپنے مالک کی معرفت نہیں رکھتا اور اس کو نہیں پہچانتا تعجب ہے کہ وہ کس قسم کی زندگی بسر کرتا ہے اور کس چیز کے ساتھ مانوس اور محبت کرنے والا ہے، کسی نے خوب کہا ہے کہ

بچہ مشغول کتمدیدہ و دل را کہ مدام دل ترا می طلبد دیدہ ترا می جوید

[میں آنکھ اور دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو ڈھونڈتی ہے]

سالہم مجاز میں جو نوکر اپنے مالک کے ساتھ معرفت اور راہِ سخن نہیں رکھتا وہ کسی شمار میں نہیں اور اعتبار سے گرا ہوا ہے، اس بلند مرتبہ گروہ کے طریقہ پر معروف میں فنا ہونے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی اور جتنک عارف کا وجود درمیان میں ہے وہ اس معرفت سے محروم ہے کہ

از تست حجاب تو یقین است \ شرط ہمہ رہرواں ہمیں است

[یعنی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے، تمام راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے]

فرا و نفا ایک امر ہے جو صاحبِ فتاویٰ کے ویران سے تعلق رکھتا ہے اور بیان کرنے میں صحیح ادا نہیں ہوتا۔

لذت نے نشامی بخدا ناہ چستی [مداں قسم جب تک تو نہیں چکھے گا شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

پس عقل و ہوش والوں پر لازم ہے کہ اپنے انجامِ کار اور نقد روزگار (اعمال) میں غور کریں جس شخص کو

یہ معرفت حاصل ہے اس کے لئے خوشی و شہادت ہے اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا وہ اس کو بجالایا

اور انسانیت کے کمال کو پہنچ گیا۔ مولوی (روحی) قدس سرہ نے کہا ہے کہ

وانکہ دانستی کہ ظل کیستی فارغی گرمردی و گرزبستی

چوں بد دانستی تو خود را از سخت سوئے آنحضرت نسب کردی دست

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا ظل ہے تو خواہ تو مردہ ہے یا زندہ (اب) تو فارغ ہے۔ جب تو نے اپنی ابتدا کو

جان لیا تو تو نے اس بارگاہ کی جانب نسبت کو درست کر لیا۔]

اور جس شخص کو دولت مطلوبہ حاصل نہیں ہے اس کو چاہئے کہ اس کی طلب سے فارغ نہ رہے اور جس جگہ سے بھی اس مطلب کی پُو اس کے دماغ میں پہنچے اس کی طلب میں لگ جائے اور جس چیز کی تخریب مطلوب ہے اس کی تعمیر میں مشغول نہ ہو اور ہمیشہ عدم حصول کاروبار قنا اور اپنی جدائی کا ماتم کرتا رہے اور ڈرتا اور لڑتا رہے، ایسا نہ ہو کہ مطلوب کو اپنی آغوش میں لئے بغیر کوچ کی صدا کلن میں آتی ہے اور جو کچھ اس دنیا میں اس سے طلب کیا گیا ہے اس کو حاصل کے بغیر اس سرائے فانی سے سامان باندھ لے کل قیامت کے روز کس منہ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں آئے گا اور کس جیلہ سے عذر پیش کرے گا، دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے۔

ترسم کہ یار بامانا آشتا بماند تا دامن قیامت این غم بجا ماند

(ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے (حال) سے نا آشنا رہی، رہو اور یہ غم قیامت تک ہمارے ساتھ رہے) جانا چاہئے کہ راہ حق جل و علا کا سلوک طے کرنے اور دوسروں کو کرانے کے لئے سب بہتر طریق طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہا لیا ہے کیونکہ اس طریقہ کے اکابر نے سنت پر عمل کرنا اور بدعت و بچتا اختیار کیا ہے اور (اللہ تعالیٰ سے) ایک ایسا طریقہ طلب کیا ہے جو سب طریقوں سے اقرب ہو اور بلاشبہ (اللہ تعالیٰ کے قرب تک) پہنچانے والا ہو اور اس کی ابتدا میں اتہاد و رج ہو اور کمال کے درجے پر پہنچنے کے بعد ان کی آگاہی (حضور و معرفت) دوسروں کی آگاہی سے اوپر ہو۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اتند کہ برتند از رہ پتہاں بحرم قافلرا

(حضرت نقشبندیہ عجب قافلہ سالار میں کہ یہ قافلہ کو خفیہ راستے سے حرم میں لے جاتے ہیں) پس طالب حق جل شانہ کو اس طریقہ عالیہ کا اختیار کرنا سب سے زیادہ مناسب و اولیٰ ہے کہ پیدائش نزدیک تر اور بلاشبہ پہنچانے والا ہے، اللہ تعالیٰ ہم فقرا کو ان اکابر کی برکات سے بہرہ ور کرے اور ان کے سرخیمہ فیض سے سیراب فرمائے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتمزم متابعتہ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الصلوٰت والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب

محمد صالح کابلی کے نام استغفار و توبہ میں مشغول ہونے اور طاعات کے وظائف پر توجہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

منہ

برادر محمد صلاح تقویٰ و صلاح نیکی کے ساتھ آراستہ رہیں، جو خط آپ نے لکھا تھا اس نے موصول ہو کر خوش وقت کیا، آپ نے اپنی شرمندگی و مجالت کے بارے میں لکھا تھا، توبہ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور وہ تعالیٰ شانہ رؤف و رحیم ہے، گناہوں سے کہ جن سے کوئی شخص بھی خالی نہیں ہے معافی و مغفرت طلب کریں، گریہ و زاری کے ساتھ بخشش طلب کرتے رہیں، ذکر و فکر میں خوب مشغول رہیں، اوقات کو وظائف طاعات اور مقربات اعمال سے معمور رکھیں، اس جانب سے کامل صفائی تصور کریں اور اس لئے آپ کسی قسم کی کدورت اپنے دل میں نہ آتے دیں۔ آپ نے لکھا تھا میں نہیں جانتا کہ مقبول بندوں میں سے ہوں یا مردود بندوں میں داخل ہوں، (مجھے) بھگاتے ہیں یا بلاتے ہیں فقہ میرے مخدوم! یہ جان کو گھلانے والا غم ہر دل میں لگا رہتا ہے اور کون ہے جو (اس) فکر سے خالی ہے شاید کوئی مردود ہی ہوگا۔ (اللہ) کریم کی بارگاہ سے امیدوار رہیں۔

مکتوب ۱۳

خواجہ محمد حنیف کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ انہوں نے اپنے بعض دوستوں کے حالات کی تعریف میں لکھا تھا اور مشخت (پیر ہونے) کے ضرور کا آداب اور ضبط اوقات پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: برادر عزیز مولانا محمد حنیف کے گرامی نام نے جو انہوں نے ان دنوں میں ارسال کیا تھا پینچر مسرور کیا اور اس سے پہلے بھی اس عزیز کا ایک خط پہنچا تھا، آپ نے اپنے مریدوں کے بعض احوال تحریر فرمائے تھے، محمد شام اور فاضل کے احوال سنجیدہ اور عمدہ ہیں، تھوڑے عرصہ میں بہت کم طالبین اس قسم کے احوال کی طرف ہدایت پاتے ہیں اس قسم کے طالبین کو بیکار نہیں چھوڑنا چاہئے اور کام (معمولات) پر پابند کرنا چاہئے اور ان کی تربیت میں پوری پوری کوشش لائحہ کار رکھنی چاہئے، نفیس جو ہر کیا ہوتا ہے اس کی قدر کرنی چاہئے اور جو شخص مشغول (ذکر وغیرہ) طلب کرے اس کو مشغول میں لگا دیں اور حلقہ کو سرگرم رکھیں اور جس شخص کو ذکر اثر نہ کرے اس کو ذکر کرنے سے روک دیں اور محض وقوف قلبی کا امر کریں جب وہ کچھ عرصہ اس طریقہ پر مداومت کرے گا امید ہے کہ ذکر سہولت کے ساتھ اثر کرے گا لیکن توجہات سے اس کو محروم نہیں رکھنا چاہئے اور اجاب طریقہ کو بعض ضروری آداب کی طرف رہنمائی کرتے رہیں، طریقے کے فیوض و برکات کا حاصل ہونا آداب کی رعایت پر منحصر ہے۔

میسر نہیں ہے، آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب خداے تعالیٰ جل و علا تک نہیں پہنچا ہے، آداب کی رعایت نہ ہونے پر ضرر کا پلنگ غالب ہے (اور) نفع رُک جاتا ہے۔ دیگر چاہئے کہ اوقات کی پابندی میں کوشش کریں اور اہم کاموں میں صرف کریں ایسا نہ ہو کہ فضول کاموں میں صرف ہو جائیں اور لوگوں کے ساتھ زیادہ میل جول رکھنے سے پرہیز کرتے رہیں کیونکہ اس سے باطنی نسبت کی رونق جاتی رہتی ہے، نیک نیتی کے بغیر مخلوق کے ساتھ صحبت رکھنا خالق تعالیٰ سے قطع تعلق کا سبب ہے، کسی بزرگ نے کہا ہے: لا تصحب الا شرا و لا تقطع عن الله بصحبة الا خیاراً [یعنی بڑوں کے ساتھ صحبت مت رکھا اور نیکوں کے ساتھ ایسی صحبت رکھ کہ تو حق جل و علا سے منقطع نہ ہو جائے] اور آپ مریدوں اور طالبوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ ان کی نظر میں با رعیت اور باوقار معلوم ہوں، اس قدر خوش و بے باک نہ ہو جائیں کہ جرأت و گستاخی کا سبب بن جائے اور ان کے معمولات میں خلل آجائے اور دیگر یہ کہ چونکہ جو اس پر آگندہ ہیں کسی دوسری چیز (مزید لکھنے) میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ دو شبہ کی رات ساتویں تاریخ ماہ رواں کو چونکہ ذی الحجہ کا مہینہ سن ایک ہزار چھاس ہجری ہے حضرت قبلہ گا ہی والدہ ماجدہ جیونے آخرت کا مفرا اختیار کیا ہے اور پسماندگان کو جگر کباب و دبیرہ پُر آب چھوڑ گئی ہیں ان کا وجود خریف دونوں جہان کی سعادت کا وسیلہ اور رب المشرقین کی رضامندی کا درجہ (کھڑکی) رہا ہے کباب اس راہ سے اس کے حصول سے محرومی پیدا ہو گئی ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ ﴿﴾ [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں] دوست و احباب بستر ہزار بار کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ کر اس کا ثواب ان کی روحانیت کو پیش کر دیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲

شیخ عبدالکریم کے ام اس خط کے جواب میں جو انہوں نے لکھا تھا اور بلندی ہمت و خلوت گزینی پر غیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

سعادت آثار مولانا عبدالکریم ہمیشہ ترقی کرتے رہیں، آپ کے احوال و اطوار کی استقامت کی خبریں جو سننے میں آتی رہتی ہیں مسرت کا سبب ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہمیں مزید استقامت عطا فرمائے، اپنے جو خط اپنے احوال و ترقیات پر مشتمل لکھا تھا پہنچا، اس کے مضامین واضح ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر ہے، اپنے کام میں خوب مشغول رہیں اور جو حالت پیش آئے اس کا شکر بجالائیں اور ہل میں مزید

(کیا اور بھی ہے) کہتے ہوئے اس کے ساتھ خوش رہیں اور اس سے ترقی چاہیں۔ ان اللہ یحب معالی الھم۔ (اللہ تعالیٰ ہمتوں کے بلند ہونے کو پسند فرماتا ہے) اور گوشہ نشینی و تنہائی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں، اور جن لوگوں کو آپ نے طریقہ بتایا ہے ان کے احوال میں مشغول رہیں، اور آپ کو جتنی تعداد کیلئے طریقہ سکھانے کی اجازت دی گئی تھی اگر وہ تعداد پوری ہو چکی ہے تو مزید اتنے ہی اور لوگوں کو طریقہ سکھائیں۔
والسلام

مکتوب ۱۵

مولانا محمد حنیف کے نام نصیحت اور آخرت کی تیاری پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۴۲
حمد و صلوة اور تسلیات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و عافیت اور طریقہ پسندیدہ و سنت عالیہ پر استقامت اور آپ کے باطنی مراتب کی ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! موت نے سایہ ڈال دیا اور مقررہ مدت (موت کی گھڑی) آن پہنچی ہے اور اس کے لئے کچھ بھی سامان نہیں ہوا اور اس قسم کے دور و دراز سفر کے اسباب کی تیاری میسر نہیں آئی، جاہر الموت بعد اذیہ و جارت الراجفۃ تتبعھا الرادفہ (موت پوری ہو گئی، ہل چل بھارتے والی قیامت کا پہلا نغمہ صبح آپہنچی جس کے بعد دوسرا نغمہ صبح ہوگا)۔ افسوس کہ عمر کا اعلیٰ حصہ ہوا ہوس میں گزر گیا، معلوم ہے کہ عمر کے اقل (نہایت کمزور) حصے میں کیا کرے گا اور اس وقت کا کیا ہوا کیا اعتبار رکھے گا شرمندگی کی وجہ سے پانی پانی ہوا جاملے اور عنذر کی زبان نہیں رہی کسی نے خوب کہا ہے۔
کنول چہ عنذر کتاہان خویشتن خواہم ز شرم خون چکدم از بدن بجائے عنق

(میں اب اپنے گناہوں کا کیا عنذر چاہوں، شرم کی وجہ سے میرے بدن سے پسینہ کی بجائے خون ٹپکتا ہے)

سعادت آثار فضائل بیگ مخلص دوستوں میں سے ہیں کابل کی طرف متوجہ ہیں، امید ہے کہ آپ نے وستی کے لازم بجالائیں گے، خواجہ محمد رضا بھی یارانِ طریقت میں سے ہیں، ان کے باطن کی طرف بھی توجہ ملحوظ رکھیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۶

خواجہ عبد الرحمن نقشبندی کے نام ان کے آباؤ اجداد (باپ دادا) کا شکر ادا کرنے اور کمال استغناء کے باوجود

اشد شوق اصل کی طرف منسوب ہونے اور عارف کی فنا و بقا کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ میرے مخدوم و مخدوم زادہ کی ذات بابرکات کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل رکھ کر ظاہری و باطنی ترقیات کے ساتھ ممتاز رکھے اور ان کے بزرگوں کے حقوق ہم فقرا کے ذمہ استفادہ ہیں کہ تحریر و تقریر کے احاطہ میں نہیں آسکتے۔ اہل اللہ کے طریقہ کا سلوک ہم نے ان بزرگوں سے اخذ کیا ہے اور جذبہ کی اقسام کو انہی کی برکات سے استفادہ کیا ہے، فنا و بقا ان کی صحبت میں موجود ہے اور سیرالی اللہ و سیر فی اللہ ان کی مجلس سے ماخوذ ہے، سنت کی پیروی کرنا اور بدعت سے بچنا جو کہ اس کام کا مدار اور اس معاملہ کی بنیاد اور بے اندازہ فیوض و اسرار کا پھل دینے والا ہے ہم نے ولایت کے ان سرچشموں کی ہدایت کے نور سے اقتباس (استفادہ) کیا ہے کیونکہ دوسرے طریقے امور بتدعہ سے خالی نہیں ہیں اور ان اکابر کا طریقہ بعینہ اصحاب کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے اس لئے یہ طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہوا اور بلاشبہ (اللہ تعالیٰ سے) ملنے والا ہو گیا اور دوسروں کی انتہا ان کی ابتدا میں درج ہوگی۔

۵۔ نقش بند یہ عجب قافلہ سالار اند کہ برنداز رہ پہاں بحر م قافلہ را
[حضرات نقش بند عجب قافلہ سالار ہیں کہ یہ قافلہ کو خفیہ لاتے سے حرم میں لے جاتے ہیں۔]
حاصل کلام، اگر ظاہر ہے تو وہ ان بزرگوں کے اطوار سے آراستہ ہے اور اگر باطن ہے تو وہ بھی انہی کے انوار سے منور ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

شکر فیض تو چین چوں کنداے ابر بہار کہ اگر خار و اگر گل ہمہ پروردہ تست

[لے ابر بہار! چین تیرے فیض کا شکر کس طرح ادا کرے کیونکہ کاٹنا ہوا پھول سب تیرے ہی پروردہ ہیں]
چستہ دل درویش اپنے اندر لیاقت نہ ہونے کے باعث بزرگوں کی مجلس کی قابلیت نہیں رکھتا اگر اس سے (بزرگوں کے) حقوق کی ادائیگی میں کوئی قصور واقع ہو گیا ہو تو وہ معاف فرمائیں گے (ان کے) حقوق سر سے پاؤں تک ہیں اور ان کا ادا کرنا اس مسکین کے مقدور میں نہیں ہے شاید بزرگ حضرات براہ کرم معاف فرمادیں اور ایک ناقابل شخص کو اس تمام ناقابلیت کے باوجود قبول فرمائیں۔

یا کریمیاں کار ہادشوار نیست [کریموں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے]

بیشک پہلے سے اسی طرح ہوتا آیا ہے اور معیوب ممکن کو واجب الوجود (اللہ) تعالیٰ کی قبولیت کے شرف تک پہنچایا ہے جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے۔ رباعی

تو بعلم ازل مرادیری دیدی آنگہ بعیب بخبری
تو بعلم آل و من بعیب ہماں رد کن آنچہ خود پسندیری

[تو نے اپنے انہی علم سے مجھے دیکھا ہے، اس وقت عیب کے ساتھ دیکھنے کے باوجود تو نے خریدا ہے، تو علم کے ساتھ وہی ہے اور میں عیب کے ساتھ وہی ہوں، جس چیز کو تو نے پسند کیا ہے اس کو رد نہ فرما۔]

اور زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اشد شوق کمال عزت و اسفنا کے باوجود اس بارگاہ کی طرف منسوب ہوا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے، کیوں منسوب۔ ہو کہ جو چیز اصل کی طرف رجحان رکھتی ہے اور مرتبہ و جوب کی طرف منسوب ہے اشد وارز جمع ہے۔

درخانہ بکد خدائی ماندر ہمہ چیز [گھر کی ہر چیز گھر کے مالک ہی کی ہوتی ہے] ممکن کا شوق واجب تعالیٰ کے شوق کے بالمقابل زائل و لاشیٰ ہونے کا حکم رکھتا ہے کیونکہ ممکن وجود و توابع وجود سے جو کچھ خیر و کمال کی قسم سے رکھتا ہے وہ سب مرتبہ و جوب سے مستفاد و مستعار ہے، ظل و پر تو ظل کو اصل کے ساتھ کیا مساوات ظل کسی امر میں بھی اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتا اگر عاریتی خیر و کمال کو اپنی طرف نسبت کرے تو امانت میں خیانت کرنے والا ہوگا اور اصل کے ساتھ برابری اور شرکت کا دعویٰ ظاہر کرے گا، کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور بھلائی کی نفی کرنے میں ہی بھلائی ہے، عاریتی کمالات کو اپنی طرف سے جان کر اپنے آپ کو اس فاسد گمان کے ساتھ خیر و کمال تصور کیا ہے اور اس بے بنیاد پرلمی بنیاد رکھی ہے۔ ریاعی

مداچی خود بر غم حاسد تائے ترویج چنین متاع کاسد تائے

تو معدوم ہے، تیرا ہستی کا خیال کرنا فاسد خیال ہے، تو یہ فاسد خیال کب تک کرتا رہے گا

[تو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا اس طرح کی کھوٹی پونجی کو کب تک رولج دیتا رہے گا

تو معدوم ہے، تیرا ہستی کا خیال کرنا فاسد خیال ہے، تو یہ فاسد خیال کب تک کرتا رہے گا]

اور جب عنایت کی سبقت کے ساتھ کسی صاحب نصیب کو اس دید کے ساتھ نوازتے ہیں اور

وہ حال و ذوق کے ذریعہ (یہ بات) معلوم کر لیتا ہے کہ جو کمالات اس کی طرف منسوب ہیں وہ تمام مرتبہ

و جوب سے مستعار و مستفاد ہیں اور اس تعالیٰ شانہ کے کمالات کے ظلال ہیں سے

نیا و رد م از خانہ چیزے سخت تو داری ہمہ چیز من چیزت

[ہیں باندائیں ہم (حاکم عدم) کو کوئی چیز نہیں لایا تو نے ہی ہر چیز ہی اور میں (مگر تیری ہی چیز ہوں) (تو) اس وقت سعادت کا

مدعا ہاتھ آتا ہے اور جہل مرکب کے گردا بے نجات کی امید حال ہو جاتی ہے، مولوی (روزی) قدس سرفنے کہا ہے سے

چوں برانستی تو خود را از سخت سوئے آنحضرت نسب کردی در

و نہ دانستی کہ ظل کیستی فارغی گر مردی و گر زیستی

[جب تو نے اپنی ابتدا کو جان لیا تو تو نے اس بارگاہ کی طرف نسبت کو درست کر لیا، اور جب تو نے یہ جان لیا کہ تو کس کا نطل ہے تو خواہ تو مر رہے یا زندہ (اب) تو فارغ ہے۔]

اس مقام سے جب ترقی کرتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ کمالات منعکسہ کو صحیح طور پر اصل کے سپرد کر دے اور اپنے آپ کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ تھا عدم محض کے ساتھ ملا ہو پائے، اسوقت عارف کا نہ کوئی نام رہتا ہر نہ نشانِ فعول معدِ فعول پس اس کے ساتھ جو معاملہ بھی کیا جاتا ہے کیا جاتا ہے [قلم اس جگہ پہنچا اور اس کا سرٹوٹ گیا۔ والسلام اولاً و آخراً۔]

مکتوبات

خواجہ محمد حنیف کے نام دائمی اضطراب اور متواتر حزن و غم پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ حَامِدًا لِلّٰهِ الْعَظِيمِ وَمُصَلِّيًا عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيمِ [عظمت والے اللہ کی حمد کرتے ہوئے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں] میرے پیارے بھائی کا پسندیدہ خط پہنچا خوش وقت کیا، واردات میں سے جو کچھ لکھا تھا عمدہ و اعلیٰ ہے، قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا [آپ کہہ دیجئے میرے رب میرے علم کو زیادہ کر] اپنے اور مریدوں کے کام میں مشغول اور بے چین رہیں، سبزی دستی اور لاپرواہی دشمنوں کے نصیب ہو، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب (کا نام) ہے جب سکون آ گیا تو تصوف نہیں رہا، طالب اضطراب بے چینی کے بغیر اور عارف درد و غم کے بغیر نہیں، جب فخر موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات دائمی فکر اور متواتر حزن و غم کے ساتھ موصوف ہوں جیسا کہ (حدیث شریف میں) وارد ہوا ہے تو دروسوں کا کیا ذکر ہے والسلام علیکم وعلیٰ اہل بیتکم۔

مکتوبات

مولانا غازی سرمندی کے نام اس استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے سلب نسبت کے بارے میں لکھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدًا وَمُصَلِّيًا، برادر گرامی مولانا غازی کے خط نے موصول ہو کر ۴۵ سرور کیا، اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور فقر کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔

اس کے بعد ایک نسخہ میں یہ اضافہ ہے: ملاقات وقت پر منحصر ہے حق سبحانہ مسبب الاسباب قادر ہے کوئی سبب پیرا فرمائے ملاقات ہونے کا ذریعہ ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”حضرت گنج شکر قدس سرہ کی اولاد میں سے ایک بزرگ برہان پور میں آرام فرما ہیں ، تین روزان کی قبر پر جا کر بیٹھا، تین روز کے بعد ظاہر کیا گیا کہ تو ہر طرف سے ترک کرے تو ہماری طرف سے تیرے لئے کچھ حصہ ہے۔ فقیر نے اس کے بعد اس روضہ (مزار) کی طرف جانا ترک کر دیا لیکن میں نہیں سمجھا کہ اس گفتگو کا مدعا کیا تھا“ میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ اس گفتگو میں آپ کا امتحان مطلوب ہو اور آزمائش کی گئی ہو۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ ”میں نے ایک بزرگ کی نسبت سلب کر لی لیکن میں نے اس سلب سے اپنے اندر کوئی زیادتی محسوس نہیں کی اور اس بزرگ میں کوئی کمی مفہوم نہیں ہوئی، اس کا سبب کیا ہوگا“ میرے مخدوم! پہلا مقدمہ کہ اپنے اندر (کوئی زیادتی) نہیں پائی معقول ہے اس لئے کہ سلب جو کہ کسی شخص سے نسبت کی نفی ہے اس سے سلب کی ہوئی نسبت کا سلب کرنے والے کے اندر ثابت ہونا لازم نہیں آتا، لیکن مقدمہ ثانیہ (اس بزرگ میں کوئی کمی مفہوم نہ ہونا) محلی تامل ہے کیونکہ سلب سے اس شخص میں کمی کا آجانا لازم آتا ہے جس سے (نسبت کو) سلب کیا گیا ہے پس یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ”کوئی کمی مفہوم نہیں ہوئی“ ہو سکتا ہے کہ اس پر محمول ہو کہ عین نسبت سلب ہو جائے اور اس کا اثر ابھی باقی ہو اور آپ نے اس کو بے کم و کاست عین نسبت سمجھ لیا ہو، جیسا کہ اگر کسی چنگاری کو بجھا دیں اور حرارت کا اثر اس میں ابھی باقی رہے تو یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے مقدمات سلب کو سلب سمجھ لیا ہو اور دراصل سلب متحقق نہ ہوا ہو۔ آپ نے لکھا تھا کہ نماز تہجد کے بعد جب بیٹھا ہوں تو اپنے اندر افلاس کھوا کوئی نہ ہو اور کوئی شغل کچھ نہیں پاتا“ میرے مخدوم! جو چیز ممکن کی ذاتی ہے وہ فقر و افلاس ہے جو کمال بھی اس کے اندر ظاہر ہے وہ عاریتی و انعکاسی ہے جس کو ممکن نے اس بے بنیاد پیدا اور اس بوجہ بود (ابسا وجود جو بمنزلہ عدم ہے) کی وجہ سے اپنے آپ کو کامل و خیر خیال کیا ہے اور اس بے بنیاد پر بنیاد دراز رکھی ہے اور اپنے مالک کے ساتھ کمالات میں شرکت کا دعویٰ ظاہر کیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت کی سبقت سے وہ جان لیتا ہے کہ اس کی ذات عدم ہے اور یہ تمام کمالات عاریتی اور امانتی ہیں تو وہ ضرور کمالات کو اصل کے ساتھ بلا ہوا پائے گا اور امانت کو اہل امانت کے سپرد کر دے گا اور اپنے ذاتی فقر اور پیدائشی افلاس کے ساتھ متحقق ہو جائے گا۔

آپ نے لکھا تھا کہ نماز میں خاص حضور رکھتا ہے کہ جس میں کوئی سُستی نہیں ہے۔ ”میرے

مخدوم! بہ حالت اہل (عمدہ) ہے اور نماز کے اندر کی کیفیت نماز سے باہر کی کیفیت پر فوقیت رکھتی ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۹

مولانا محمد حنیف کے نام تعمیر اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

برادر گرامی مولانا محمد حنیف اس خستہ دل درویش (کی جانب) سے سلام عاقبت انجام پر ہیں ایک مدت ہو گئی کما س بھائی کی کوئی خبر نہیں پہنچی دل منتظر رہتا ہے، میرے محروم! کام کرنے کا وقت ہے نہ کہ باتیں کرنے کا، اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ منور رکھیں اور کلمہ طیبہ و کلمہ توحید کے تکرار (بار بار پڑھنے) سے ہمیشہ زبان کو تر رکھیں اور کلام مجید کی تلاوت سے وقت و حال کے موافق حصہ حاصل کریں اور طویل قیام کے ساتھ نماز (نوافل) ادا کرنے سے محروم نہ رہیں اور علم سیکھنا سکھانے پر جویں رہیں جائز الرجعت تتبعها الراد فعلیلا نفوسہا اپنی جس کے بعد دوسرا فقہ صورت ہوگا۔

مکتوب ۲۰

نیز مولانا محمد حنیف کے نام ان کے اس عزیزہ کے جواب میں تحریر فرمایا چونکہ گوشہ نشینی کے شوق اور ان کے دوستوں کے احوال پر مشتمل تھا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ آپ کا گرامی نامہ پہنچا مسرور و خوش وقت کیا اشرفانہ کا حمد و شکر ہے کہ آپ عاقبت سے ہیں اور محبت کا رشتہ اور باطنی رابطہ ہمیشہ ترقی پر ہے، آپ نے احوال و معارف و حقائق کی تفصیل کے جاننے اور طالبین کے احوال کی تفصیل منکشف ہونے وغیرہ کے بارے میں بعض آرزوؤں کے حاصل ہونے کی درخواست کی تھی، امیدوار ہیں اور جو کچھ اس وقت حاصل ہے اس کا شکر ادا کرتے رہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (اگر تم شکر ادا کرو گے تو یقیناً میں تمہیں اور زیادہ دوں گا) بندہ کو آرزو ہے کیا کام، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسے امر کی تمنا کرتا ہے جو اس کے مقدر میں نہیں ہے، حضرت کلیم (موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طلب کی وہ بالفعل (اس وقت) وقوع میں نہیں آیا اور حکیم مویا موسیٰ اِنِّیْ اصْطَفَيْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسْلَتِیْ وَبِکَلَامِیْ فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَکُنْ مِنَ الشَّاكِرِیْنَ (اے موسیٰ! بیشک میں نے تجھ کو لوگوں پر اپنی پیغام رسانوں اور اپنے کلام کے ساتھ منتخب کر لیا ہے پس جو چیز میں تجھ کو دیتا ہوں اس کو لے لے

اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔

آپ نے لکھا تھا "تقریباً ایک سال ہو گیا ہے کہ یہ خیال بہت زیادہ بڑھ گیا ہے کہ لوگوں کی آمد و رفت بند کر دے بلکہ گھر بار اور ساز و سامان کو چھوڑ کر کسی کوئے میں جا بیٹھے اور اپنے گناہوں کا ماتم کرتا رہے لیکن آپ سے ڈرتا ہے۔" میرے محرم! آپ کس لئے ڈرتے ہیں، کون ہے جو یہ آرزو دل میں نہیں رکھتا، گوشہ نشینی مسعود و مبارک ہے بشرطیکہ مخلوق کے حقوق ضائع نہ ہوں اور بشر فی اللہ صحبت اگر کبھی کبھی واقع ہو جائے تو وہ گوشہ نشینی کے مقصد کے منافی نہیں ہے، العزلة تمنية الصديقين (گوشہ نشینی صدیقین کی تمنا ہے) آپ نے سنا ہو گا کسی نے خوب کہا ہے۔

بکنج غارے خلوت گزیم از ہر خلق گراں لطیف جہاں یار غار باشد

[اگر وہ لطیف جہاں ہمدیا یار غار ہو جائے تو میں کسی غار کے کوئے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کر لوں]

آپ نے جو ملا علی محمد و ملا عبد السلام کے احوال لکھے تھے اور یہ بھی لکھا تھا کہ جو نسبت مجھ سے ظاہر ہوتی ہے ان سے بھی ظاہر ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ: اس کے مطالعہ نے بہت زیادہ مسرت بخشی، یہ احوال اعلیٰ اور پسندیدہ ہیں اور کام کی تکمیل کا پتہ دینے والے ہیں۔ جو خط ملا پائندہ محمد نے اپنے احوال کے اظہار میں لکھا تھا وہ بھی پہنچا اس نے بے کیفی و بے رنگی کی نسبت کے حصول اور اس پر لذت کے مرتب ہونے اور نفس امارہ کے تشکل ہونے اور اس نسبت کے تمام وجود کو گھیر لینے اور احاطہ کرنے اور سب سے پہلے پوست (کھال) میں محویت و قنایت سرایت کرنے اور اس سے گذر کر گوشت میں پھر ہڈیوں میں اور اس کے بعد ظاہر سے باطن میں سرایت کرنے اور بے چین ہو جانے اور نعرہ مارنے کہ یا الہی! میں نے کیا کیا ہے کہ تو نے مجھ کو نسبت و باورد کر دیا اور یہ الہام سننے کہ ہذا جذبہ من جذبات الحق [یہ حق تعالیٰ کے جذبات میں سے ایک جذبہ ہے] خوش ہو جا، اگرچہ میں نے تجھ کو نسبت کر دیا ہے لیکن تیرا معاملہ اچھا کر دیا ہے، اس کے بعد یہ الہام ہونے لگا ہذا لطف من الطاف الحق و ہذا مقام جمع الجہم کا وصف

لہ وکلا بیان لہ [یہ حق تعالیٰ کے الطاف میں سے ایک لطف ہے اور جمع الجہم کا مقام ہے اس کا کوئی وصف بیان نہیں ہے] اور عدم و قنایت کے عرش سے عرش تک تمام موجودات کو احاطہ کرنے اور نگاہ کے لائیں میں سرایت کرنے اس کے بعد پھر شعور میں آجانے اور یہ آواز سننے کہ تیرے معاملہ کی انتہا پہنچا ہو گی، میں نے تجھ کو زندگی اور آزادی کی نسبت کے درمیان اختیار دیا ہے اور ان عروجات سے نزول میں آنے کے بعد آنسو و دین و دنیا (نبی کریم) علیہ الصلوٰۃ والسلام (کی بارگاہ) سے بندگی اختیار کرنے کی بشارت پانے اور واقعہ کے دیکھنے کی بابت جو کچھ لکھا ہے وہ سب واضح ہوا، اعلیٰ اور دل پست چیزیں ہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

منہ اس کے بعد ایک نسخہ میں یہ اضافہ ہے: آپ نے لکھا تھا کہ ملا علی محمد نے جو خط فقیر کے نام لکھا تھا وہ کسی شخص کے ہاتھ سے بھیجا ہے

مکتوب ۲۱

میرزا غضنفر کے نام نصیحت و تنبیہ و حفظ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ عزیز (آپ) عافیت و جمعیت کے ساتھ ہوں گے اور شریعت عالیہ و سنت مصطفویہ علی مصدر رہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ پر استقامت و استقامت (ہمیشگی) رکھتے ہوں گے، فشر (چھلکے) سے منترنگ آئیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں، مراقبہ کی ہمیشگی اور خطرات کی نفی میں پوری پوری کوشش کریں تاکہ حضور مع اللہ دل کا ملکہ ہو جائے اور اس کی لازمی (طبعی) صفت ہو جائے اور وہ حضور کہ جس کے پیچھے غیبت ہو ہمارے طریقہ میں کچھ زیادہ معتبر نہیں ہے۔ حاصل کلام چند روزہ زندگی بہت غنیمت ہے، پیدائش سے جو کچھ مقصود ہے وہ اس تھوڑی فرصت میں حاصل کرنا چاہئے ورنہ حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں ہے، کام کرنے کا وقت گزرا جا رہا ہے، علم ہونا شرط ہے، امید ہے کہ اس دور افتادہ کو سلامتی خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں گے۔ والسلام

مکتوب ۲۲

مولانا محمد ضیف کے نام قناعت و تعمیر وقت پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

میرے بزرگ بھائی مولانا محمد ضیف اس دور افتادہ (کی جانب) سے دعا پر اٹھیں روزمرہ کے امور شکر کے لائق ہیں، امید ہے کہ آں برادر عزیز (آپ) بھی عافیت و جمعیت کے ساتھ ہوں گے اور جو چیز کہ باطنی جمعیت کے منافی ہے اس سے فارغ ہوں گے، اپنی روزانہ کی خوراک (روزی) کی سعی میں اپنے آپ کو پریشان نہ کریں، حق سبحانہ و تعالیٰ بندوں کے رزق کا کفیل ہے، اگر تھوڑی کوشش سے کوئی چیز حاصل ہو جائے تو اچھا ہے ورنہ اس کے پیچھے نہ دوڑیں اور اہل غفلت کی صحبت سے باطن کے کارخانہ میں خلل نہ ڈالیں اور بارگاہِ قدس میں دائمی توجہ و اقبال کو بلا وجہ ہاتھ سے نہ دیں، اور اگرچہ باطن کو دائمی اقبال (توجہ) حاصل ہو (تاہم) ظاہر کو بھی اُس سے جدا نہ کریں۔ والسلام

مکتوب ۲۳

مولانا ابوالفضل کشمیری کے نام مقامِ اخلاص کی تحقیق اور دائمی حضور پر غیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

گرامی نامہ پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد و شکر ہے کہ آپ عاقبت سے ہیں اور نیز فقر کی یاد سے فارغ اور بے مثل مطلوب کے شوق سے خالی نہیں ہیں، حق سبحانہ اس شعلہ شوق کو بھڑکائے اور محبت کی آگ کو باطن میں روشن کرے تاکہ ماسوی اللہ سے کلی طور پر پائی دلائے اور قربِ معرفتِ بسیط کے مراتب تک پہنچائے۔ آپ نے کتابوں کے مطالعہ اور علوم کے درس میں مشغول ہونے کی بابت لکھا تھا نیک و مبارک (کام) ہے اللہم زد [لے اللہ اور زیادہ فرما] لیکن اس قسم کے نیک اعمال کو وسیلے سے زیادہ نہ جائیں اور مقصدِ اعلیٰ کو اس کے ماوراء تصور کریں۔ شریعت کے تین جزو ہیں:

علم، عمل اور اخلاص، علم و عمل کے ذمہ دار علمائے نظام ہیں اور اخلاص کی حقیقت جو کہ تیسرا جزو ہے معرفت سے مراد اور صوفیائے کرام سے وابستہ ہے جو کہ علمائے باطن ہیں۔ اور جو ہم نے کہا ہے کہ اخلاص کی حقیقت الخ یہ اس لئے کہ اخلاص کی صورت عوام کو بھی حاصل ہے، اخلاص کی صورت یہ ہے کہ عمل میں تصنع و تکلف کا محتاج ہو اور نیت کے حاضر کرنے پر موقوف ہو، اس اخلاص کے لئے دوام نہیں ہے، اس (اخلاص) کا حامل کبھی اخلاص کے ساتھ ہے اور کبھی اخلاص کے بغیر مخلص (بکسر لام) ہے، والمخلصون علیٰ خطر عظیم [اور مخلص بہت بڑے خطرہ میں ہیں] آپ نے سنا ہوگا۔ اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ (وہ عمل) کسب و تصنع سے خالی ہوتا اور تکلف سے بے نیاز ہو کر دوام حاصل کر لیتا ہے، اس اخلاص کا حامل جو کہ لام کی زبر کے ساتھ مخلص ہے نیت کے صحیح کرنے کا محتاج نہیں ہے اور اس کی نیت فنا و بقا کے ساتھ درست ہو چکی ہے، اہل کائنات امارہ جو کہ صفاتِ ذمیرہ (بڑی صفات) کا مقام ہے اپنے مولا پر قربان ہو چکا ہے اور اطمینان کے ساتھ جا ملا ہے۔

میرے مخدوم! آپ نے اپنے باطنی بہنق کے بارے میں کچھ نہیں لکھا اور اس کے شکر و شکایت کے بارے میں کوئی حرف تحریر نہیں کیا، اس نعمتِ عظمیٰ کو ہاتھ سے نہ دیں، ذکرِ قلبی پر اس قدر مداومت کریں کہ ذکر دل کی صفت و بلکہ ہو جائے اور یاد کر کے تکلف سے چھوٹ جائے اور ظاہر کی غفلت اس میں سرایت نہ کرے اور نیند و بیداری اس حصول میں یکساں ہو جائے۔

ابن کاید دولت است کنوں تا کراد ہند (یہ بہت بڑی نعمت ہے دیکھئے اب کس کو دیتے ہیں)۔

ہمت کو بلند رکھیں اور مطلبِ اعلیٰ کے سوا کسی اور چیز کے ساتھ خوش نہ ہوں، ان اللہ یحب الی اللہ۔
[بیشک اللہ تعالیٰ ہمتوں کو بلند ہونے کو پسند فرماتا ہے والسلام اولادِ آخرت۔]

مکتوب

مولانا محمد صیف کے نام تفویض و تسلیم کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حامداً ومصلياً علی رسولہ الکریم اما بعد، روزمرہ کے امور لائقِ شکر ہیں۔
اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و ثابت قدمی اور استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے، آپ کے گرامی نامے
یکے بعد دیگرے پہنچے اللہ تعالیٰ آپ کو مقاصد کی انتہا تک پہنچائے اور صباحت و مباحث کے کمالات
سے کچھ حصہ میسر فرمائے اور صباحت کو مباحث کی چاشنی کے ساتھ مرکب فرمائے۔ اللہ قریب مجیب
[بیشک وہ قریب (اور) دعا قبول کرنے والا ہے]۔

آپ نے اس طریقہ کی ترویج اور سنتِ عالیہ کی تجدید اور بدعتِ ناپسندیدہ کو مٹانے کی
آرزو کی تھی، اس کو عالم الغیب و حکیم مطلق کی بارگاہ میں تفویض کیا ہوا رکھیں جو کچھ اس کی حکمت
ارادہ کا نقصان ہے ظہور پذیر ہو جائے گا، قربِ قیامت کا زمانہ ہے اس طرح کے پُرفتن وقت میں
ایمان سلامت یگانا بہت غنیمت ہے۔ حاصلِ مطلب یہ ہے کہ دعا و توجہ اس امر میں تفویض کے منافی
نہیں ہے، منافی تفویض ماسوا کے ساتھ ہونے کی التجا کرتا ہے آزار کا وہم جو آپ نے اس جانب سے
خیال کیلئے محض توہم ہے، یہاں پوری طرح صفائی ہے۔ ملا عوض اور الخ بیگ کی تحریر کی نقل جو
آپ نے بھیجی تھی اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوا، صحیح احوال ہیں، اگر استخارہ کے بعد الخ بیگ
و گول کی ایک معینہ تعداد کو طریقہ سکھانے کی اجازت دیدیں تو گنجائش ہے، صحبت کی تاثیر و استقامت
ور ترقی ظاہر ہونے کے بعد اس تعداد پر اضااف کریں اور صوفی نظر کے احوال بھی بہت عمدہ ہیں اور ایک
دوسرے دوست کے خطرات کی نفی اور توجہ کی تاثیر کے متعلق جو آپ نے لکھا تھا اور اس کو تعلیمِ طریقہ
اجازت دینے کے بارے میں دریافت کیا تھا واضح ہوا، اگر استخارے رہنمائی کریں اور اس کے احوال و
لواری کی استقامت ظاہر ہو جائے تو استقامت کی شرط کے ساتھ اجازت دیدیں۔ والسلام علیکم
لی سائر من لدیکم من اهل طریقہم۔ [آپ پر اہل طریقہ میں سے جو لوگ آپ کے پاس ہیں ان
پر سلام ہو۔]

مکتوب ۲۵

نیز مولانا محمد حنیف کے نام سنت کو زندہ کرنے اور فقرو و سلف تقویٰ پر رہائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
 حمد و صلوة اور تسلیات بھیجنے کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، ایک مدت ہوئی ہے کہ آپ کا کوئی خط نہیں پہنچا دل منتظر رہتا ہے، اللہ تعالیٰ ظاہری عاقبت اور باطنی جمعیت کے ساتھ رکھے اور تفرقہ ڈالنے والے لشکروں (اسباب) کے تفرقہ سے مامون و محفوظ فرمائے، پیغمبر علی آلہ الصلوٰۃ والسلام والتجہ کی سنت کو زندہ کرنے میں کمر ہمت باندھیں، بدعت کے اندھیروں میں کہ جنہوں نے دنیا کو گھیرا ہوا ہے خاص طور پر ایسے وقت میں سنت کو زندہ کرنا ایک بہت بڑا کام ہے، من اچا سنتی بعد ما امتت فلہ اجر مائتہ شہید [جس نے میری کسی سنت کو جو مردہ ہو چکی ہے زندہ کیا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر ہے] آپ نے سنا ہوگا اور بالداروں کی صحبت کی طرف راغب نہ ہوں اور فقر و نامرادی کو عزیز جاتیں اور ورع و تقویٰ (پرہیزگاری) کو جان کے ساتھ طلب کریں اور گناہ کو تھوڑا نہ جانیں اور اس دورانہ کو دعائے خیر سے نہ بھلائیں۔ رع

ابن کار دولت است کنوں تا کرد ہند [یہ نصیب کی بات ہو دیکھے اب اس کو عنایت کرتے ہیں] والسلام علیکم

مکتوب ۲۶

ملاحظہ کے نام شرکِ خفی کے دقائق سے رہائی پانے اور کلمہ متعارفہ لایذکر اللہ الا اللہ کی حقیقت و تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے وَتَحْسَبُهُمْ آيَاتًا وَهُمْ رُجُودٌ وَنُقِلَبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ اور تو ان کو جاگتا ہوا گمان کرے گا حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کو دائیں اور بائیں کر دیتے ہیں [ممكن کے آیتے میں وجود اور اس کے توابع یعنی اوصاف کمال کے ظہور نے ممکن کو اس کی ظاہر بینی کی وجہ سے خیر و کمال کے وہم میں ڈال دیا ہے اور اس وہم کی وجہ سے اس نے اپنی ذاتی عدمیت اور پیدائشی نقص و شرات کو فراموش کر دیا، اور اس بے بود نمود پر بنیاد دراز رکھی ہے اور

۱۵۱
۱۵۲

اپنے مالک کے ساتھ کمالات اور اس کے مخصوص اوصاف میں شرکت و ہمہ سہری کے دعوے کا مایہ خو لیا (جنون) پیدا کر لیا ہے، تیز نگاہ والا شخص ہمیشہ اپنی عدمیت اور ذاتی شہرت کو مشاہدہ کرنے والا ہے اور کمال و جمال کو اصل سے دیکھتا ہے اور عاریت و امانت سے زیادہ تصور نہیں کرتا اور (جملہ امور) میں تدبیر و تصرف کرنے والا حق تعالیٰ کو پاتا ہے، بندگی کی حقیقت کا حاصل ہونا اسی مقام میں ہے اور نفسِ ہمارہ کی انانیت (میں پن) جو کہ ابلیسی جز، (ملی جز) سے پیدا ہوتی ہے اس رہائی اسی مقام میں ہے، اس راہ کے سالک کے لئے ضروری ولازمی ہے کہ پہلے اپنے بندہ ہونے کو ثابت کرے اور نفس کی بندگی (فرمانبرداری) اور خواہش کی پرستش سے باہر ہو جائے اور آقا ہونے کی شرکت اور ہمہ سہری کا دعوے کرنے کے مایہ خو لیا سے رہائی حاصل کرے تاکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے الطاف اور بے انتہا عنایات کا مورد (محل ورود) ہو جائے جس قدر وہ (بندگی) زیادہ ہوگی اسی قدر یہ (الطاف و عنایات) زیادہ ہوں گی، جس عارت کو یہ نفی و رہائی حاصل ہوگئی ہے وہ یہ خیال نہ کرے کہ اس نے نفی کے کام کو پورا کر لیا ہے اور رہائی کی حقیقت کو پہنچ گیا ہے، (ابھی) اس قدر گھائیاں اور رکاوٹیں درمیان میں ہیں کہ شمار سے باہر ہیں، سالک بیچارہ پہلے قدم سے ہی اپنی عدمیت (فنائیت) کے ساتھ لب کشائی کرتا ہے اور اس رہائی کا ترانہ گاتا ہے اور شہرت کے وجود کی نفی کرتا ہے اور جہان تک وہ جلتا اور عروج حاصل کرتا ہے اس نفی و عدمیت کے مراتب طے کرتا ہے، دیکھیں کون صاحبِ نصیب ہے جو اس معاملہ کے انجام تک پہنچے اور اس رہائی کی حقیقت سے واصل ہو جائے۔

کیف الوصول الی سعادہ دونہا قلیل الجبال و دونہن حیوف

(میں سعادہ) محبوبہ) تک اس طرح پہنچ سکتا ہوں (کیونکہ) میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی چوٹیاں اور غاباٹاں ہیں) اعتباراً و اصطفاً (جذب) کے بغیر اس انتہائی درجہ تک پہنچنا بہت ہی دشوار ہے اہل انانیت (اہل سلوک) کو اس مقصد کا حاصل ہونا دشوار ہے، جس قدر یہ رہائی اور فنائیت حاصل ہو جائے غنیمت ہے اور اسی قدر قرب کے مدارج اور انبساط کے مراتب حاصل ہیں، اہل اللہ کے قدموں کا ایک دوسرے سے بڑھ کر ہونا اس نسبتِ عالیہ کے تفاوت (کے اعتبار) سے ہے، اس راستہ کا سالک اس رہائی کی حقیقت اور اس نسبتِ عالیہ کو پہنچنے سے پہلے کلمہ نفی و اثبات کے تکرار سے گویا اپنی الوہیت (معبود ہونے) کا اثبات کرتا ہے اور چونکہ وہ نفی کے مراتب ابھی اپنے سامنے رکھتا ہے اور ابھی (انہیں) انجام کو نہیں پہنچایا ہے (اس لئے) اس کا اثبات بھی راستہ ہی میں (ناقص) ہے اور مختصر یہ کہ (اس اثبات) مثبت حقیقی (اللہ تعالیٰ) تک پہنچنے کے لائق نہیں ہے اور اس کے کہنے والے میں معلق ہے لایذکر اللہ

الا اللہ [اللہ کا ذکر اللہ ہی کرتا ہے] کی حقیقت (کے حصول) کے بغیر اس گرداب سے رہائی کی کوئی صورت نہیں ہے، اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ "لا یدکر اللہ" (الا اللہ) کی حقیقت کے بغیر (یہ) اس لئے ہے کہ اس کی صورت تو سالک کو ابتدا میں بھی حاصل ہو جاتی ہے اور جہاں تک جانا ہے گویا اس کلمہ کے ساتھ جانا ہے، اگر فناء سے پہلے اس کلمہ کے ساتھ مکمل ہے جیسا کہ تجلی صوری والے اصحاب تو اس کا اللہ رکھنا تعین امکانی پر واقع ہے کہ جس کو اس نے حقیقت کے عنوان سے جانا ہے اور یہ تعین نفی کے قابل ہے اور اگر فناء کے بعد اسما و صفات و شیونات کے مراتب میں اس کلام کے ساتھ مکمل ہے تو اس کا اللہ رکھنا ان مراتب پر واقع ہے اور یہ سالک کے اصول کے مراتب میں جو کہ وجوب و امکان کے درمیان بزرگی میں دونوں طرف کے اعتبار سے ایک لحاظ سے نفی میں داخل ہیں اور ایک لحاظ سے اثبات میں داخل ہیں ایک لحاظ سے مقاصد میں اور ایک لحاظ سے مقاصد نہیں ہیں، مثبت اور آخری مقصد ان مراتب کی اور اگر اور آخری اور لا یدکر اللہ الا اللہ کی حقیقت اس آخری درجہ تک پہنچنے سے وابستہ ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جب تک عالم دنیوی قائم ہے سالک نفی کے مقام میں ہے اور نفی سے چارہ نہیں رکھتا، مرتبہ اثبات کا کامل طور پر حاصل ہوتا عالم آخرت میں ہے یعنی جس کی دنیا کو آخرت بنا لیا گیا ہو اس کے لئے اس عالم میں مرتبہ اثبات سے واقف حصہ حاصل ہونا جائز ہے۔

اگر ایں لحظہ ممکن کا ریشہ نیست ز بختِ مقبلاں این ہم عجب نیست

[اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہو (لیکن) اقبال مندوں کے نصیب سے یہ عجب نہیں ہے]

تنبیہ: کوئی سادہ لوح نفی کے معاملہ کے انجام سے (یہ) خیال نہ کرے کہ ممکن امکان کے

نقل جانا ہے اور وجوب کے ساتھ جا ملتا ہے اور حقیقت تبدیل ہو جاتی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے

کہ خواہش و تعلق کو چھوڑ دیتا ہے اور شرکِ خفی کے دقائق اور نفسانی خداؤں سے رہائی پالیتا ہے اور نفس

زائل سے پاک صاف ہو جاتا ہے اور بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ تیرا مقصود ہے وہ تیرا معبود ہے

پس جہتک ان دقائق میں سے کوئی دقیقہ باقی ہے اپنی الوہیت (خدا ہونے) کے گرداب سے پوری طرح

باہر نہیں آتا، اس رہائی کی دشواری ہی کے باعث بزرگوں نے کہا ہے کہ

ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز صفاتِ خود نہ گردد

[اگرچہ نفس مطمئنہ ہو جائے (بھیر بھی) وہ اپنی صفات سے ہرگز نہیں پھرتا]۔

اور یہ واقعہ بھی اسی مقام کی نزاکت سے ہے جو کہ منقول ہے کہ (ایک دفعہ) جب لوگوں نے محمد معشوق

طوسی کو زبردستی نماز کے لئے کھڑا کر دیا، جب وہ آیت کریمہ **إِيَّاكَ نَعْبُدُ** (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں)

پہنچے تو اُن کے جسم کے ہر بال کی جڑ سے خون (کا) فوارہ جاری ہو گیا، اس کے بعد انہوں نے کہا کہ میرا حکم حائضہ عورت کی مانند ہے یعنی حائضہ عورت ظاہری نجاست سے آلودہ ہے اور اس وجہ سے نماز اس سے ساقط ہے میں بھی باطن کی نجاست سے آلودہ ہوں اور میری عبادت خالص نہیں ہے اور چونکہ انہوں نے اپنے حال و وجود ان کے برخلاف اس کلام کے ساتھ کلمہ کیا (اس لئے) اس کی ہیبت (اُن کے) ہر بال کی جڑ سے خون جاری ہو گیا اور (ان کا) ظاہر بھی نجاست سے آلودہ ہو گیا اور حائضہ عورت کی طرح نماز کا مانع ہو گیا۔ والسلام

مکتوبات

۵۳

مولانا محمد حنیف کے نام اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مقدس بارگاہ میں پوری طرح متوجہ ہونے

اور اس تعالیٰ شانہ کے ماسوا سے رُوگردانی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال حمد کے لائق ہیں، اس تعالیٰ شانہ سے آپ کی سلامتی و استقامت کی دعا کی گئی ہے، معلوم نہیں کہ آپ کس وضع کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور کن لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے ہیں اور وقت عزیز کس چیز میں صرف ہوا ہے ایسا نہ ہو کہ ایام جدائی کی درازی نے کوئی تاثر کی ہو اور کوئی فتور پیدا کیا ہو یا اس فقیر کو یہ فکر لاحق ہے۔

خواجہ شہزاد زبیرہ دریں فکر جگر سوز کا غوش کہ شد منزل آسائش خوابت

[اس جگر سوز فکر میں میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی کہ تیری نیند کی منزل و آسائش کس کی آغوش بنی]

(اپنے) والد کے پس ماندگان کو نزدیک کرنے کے ساتھ اپنے آپ کو ملاد (آزائش) میں نہ ڈالیں اور منعم حقیقی جل سلطانہ سے دوری تلاش نہ کریں اور بزرگانِ طریقت کی شرم کو ملحوظ رکھیں، الحیا و شجعتہ من الایمان [جبار شرم، ایمان کا ایک جزو ہے] آخر کار آپ ہر چیز سے اس بیجا کی طرف رخ کرینگے اور سب کو اس تعالیٰ شانہ کے سپرد کریں گے اور بے فائدہ حسرت اپنے ساتھ لیجائیں گے جو چیز آخر کار بے اختیار ہونے والی ہے اس کو آج ہی اپنے ساتھ لازم کیوں نہیں کر لیتے اور سب سے دست کش ہو کر عز و استغنا کے دامن کو مضبوطی سے کیوں نہیں پکڑتے، نامرادی کے گوشہ کے برابر کونسا گوشہ ہو سکتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔

اگر ہزار غم بہت از جہانیاں بردل ہمیں بس است کہ او غمگسارِ ما باشد

بکنج غارے خلوت گزیم از ہمہ خلق گراں لطیفِ جہاں یارِ غارِ ما باشد

[اگر دنیا والوں (کی طرف) سے ہزاروں غم بدل پرہوں تو یہی کافی ہے کہ وہ (تعالیٰ شائے) ہمارا غمگسار ہے،

اگر وہ لطیفِ جہاں ہمارا یارِ غار ہو جائے تو میں کسی غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کروں۔]

بعض ضروری امور تھے جو اس مکتوب میں درج کرنے تھے، چونکہ وقت تنگ تھا تحریر نہ کر سکا

حاصل کلام یہ ہے کہ دعا سے غافل نہ رہیں اور احوال دیکھتے رہیں اور خط کالانے والا ملافتا جو کہ حضرت

مخدومی و ملاذی میاں جیو (خواجہ محمد سعید خاڑن الرحمہ قدس سرہ) کے خاص خدمت گاروں میں سے ہے

امور خیر میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۸

سیادت پناہ محمد امین بخاری کے نام تمکین حاصل ہونے پر لالت اور کمالِ قلبیہ وغیرہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اشترت تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، گرامی نامہ نے مشرف کیا، آپ دل جمعی کی کمی اور

واردات (کیفیات) کے نہ ہونے کی شکایت کی تھی میرے مکرم! اگر جی ظاہری دل جمعی میں فتور ہے

لیکن امید ہے کہ باطن کا معاملہ ترقی و زیادتی میں ہے، واردات کا بکثرت ہونا اور احوال میں تلون (زنگار)

مقام تلون کی خبر دیتے والا ہے اور یا سوا کا نسیان اور قلب کے خطرات (خیالات) کا دور ہونا جس کا

آپ پہاں کی حاضری میں پتہ دیتے تھے مقام تمکین سے ہے، اس مقام میں واردات و احوال کی کمی کوئی

نقصان نہیں رکھتی کیونکہ یہ مقام مطلوب تک پہنچنے کی کھڑکی ہے، جو امور کہ (سلوک کے) راستہ میں ظاہر

ہوتے ہیں وہ اگر اس جگہ میں نہ ہوں تو کچھ فکر نہ کریں جو امر آپ کے سامنے ہے اس میں مصروف رہیں اور

عبادات و اذکار و مراقبات کے وظائف میں مشغول رہیں، اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ ارادوں

اور مقاصد کی تفریح کریں اور اپنی ذات سے وجود اور اس کے تابع کمالات کی تفریح کریں تاکہ عدمیت ذاتی

ذات کا فنا ہو جانا، جلوہ گر ہو جائے اور نفسِ لمارہ کی انانیت زائل ہونے لگے اور ہمسری کے دعوے

اور شرکِ خفی سے رہائی حاصل کر لے ممکن فی نفسہ عدم ولا شے ہے، اس نے جہلِ مرکب کی وجہ سے اپنے

آپ کو خیر و کامل تصور کیا ہے اور اس بے بنیاد خیال پر بنیادِ دہرا رکھی ہے، کسی نے خوب کہا ہے کہ

وہتانی خود بر غمِ حاسد تاکہ ترویجِ چنین متارح کا سدنا کے

[تو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف بکتل کرتا ہے گا، تو ایسی کھوئی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا۔]

نصیبی ہے اگر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت دستگیری نہ فرمائے اور اس بیچارہ کو ہلاکت کے گرداب سے باہر نہ نکالے، اسلام اولاد آفرین

مکتوب ۲

شیخ عرب بخاری کے نام گوشہ نشینی اور اغیار سے کنارہ کشی کرنے پر نہانی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
جناب برادر عزیزم شیخ عرب اس خستہ دل درویش کا سلام عافیت انجام پڑھیں چلیا احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی ظاہری و باطنی استقامت کی دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! آپ کا رہنا اور آنا آپ کی مرضی پر موقوف ہے، استخارہ کے بعد دل کا رجحان جس طرف بے تکلف ہو اس کے مطابق عمل کریں، گوشہ نشینی کی طرف بہت زیادہ راعب رہیں اور حتی الامکان مخلوق سے الگ تھلگ رہیں مگر جو طالب حق اللہ تعالیٰ جل وعلا کے لئے آئے اس کے ساتھ صحبت رکھیں اور طالبین کے آنے سے ڈرتے اور کانپتے رہیں، ایسا نہ ہو کہ حب جاہ و ریاست پیدا ہو جائے اور خفیہ طمع جگہ پالے اور مقصد عظیم میں خلل ڈال دے اور اس راہ سے بہت ڈرتے رہیں اور دعا و استغفار کرتے رہیں، اس کے اوجود ان کے احوال میں مشغول رہیں اور ان کے ساتھ ہم نشینی رکھیں کیونکہ نیک کام کو بڑے خطرے کے ڈر سے ترک نہیں کر سکتے، اعمال و استغفار [عمل کرادراستغفار (بھی) کرے]۔

مکتوب ۳

مولانا محمد ضیف کے نام وقت کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس صدور کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ سے آپ کی عافیت اور شریعت مقدسہ و سنت عالیہ مصطفویہ علیٰ صدقہا لصلوة والسلام والتمجید پر استقامت کی دعا کی گئی ہے، امید ہے کہ وقت کی نگہداشت کرتے رہیں گے اور وقت و حال سے گزر جائیں گے اور احوال کے بدلنے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف دوڑیں گے اور طلب بے مثال سے ملنے کے لئے مستعد رہیں گے اور جو چیز کہ فنا ہو جانے اور قائم نہ رہنے والی ہو وہ ظاہری ساز و سامان سے ہو یا باطنی معاملات سے ہو اس سے یہ کہتے ہوئے روگرداں رہیں گے۔
بِئِنَّ وَجْهَتُ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۰۰﴾ [بیشک

میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنا منہ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں (والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم من اخوان الدین) (تم پہلوؤں کی بجائیں پر سلام ہو جو تہلکے پاس ہوں)

مکتوبات

میرزا محمد شاہ کے نام بلند مکتبی پر رہائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، اللہ تعالیٰ اپنے ماسوا کی غلامی سے آزاد فرمائے، میرے مخدوم! حق حیل و علا کے ماسوا کی گرفتاری شدید ترین قلبی امراض میں سے ہے اس کے ازالہ کی فکر بھی نہایت اہم کاموں میں سے ہے، رع
درخانہ اگر کس است یک حرف میں است (اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف دی) کافی ہے)

اُس برادر بزرگ (آپ) کے مکتوب مرغوب نے موصول ہو کر خوش وقت کیا، حق حیل و علا کی یاد میں مشغول رہیں اور قنائیت کی صفت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دائمی حضور سے رہیں کہ اس مقام میں حضور خود بخود ہے، آپ نے لکھا تھا: "تا کما ذکر کما" میں تم کو یاد کروں گا [کاتبیہ جو کہ اسم المتکلم کے ساتھ حق سبحانہ کی تجلی سے عبارت ہے شاید اُس پر مرتب ہو جائے] میرے مخدوم! ہمت کو بلند رکھیں اور اسم و صفت سے ذات تعالیٰ کے سوال اور کچھ نہ چاہیں اور بلندی سے پستی کی طرف مائل نہ ہوں اور آذکر کلم [میں تم کو یاد کروں گا] کو عموم حکیم نام کے باوجود ایک اسم کی تجلی کے ساتھ خاص نہ کریں ان اللہ یحب معالیٰ الصالحین اللہ تعالیٰ بہترین بلند ہونے کو پسند فرماتا ہے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوبات

۵۶

نواب احمد بخاری کے نام ان کے واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، اللہ تعالیٰ آپ کو النون الصلوات حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنے ماسوا کی غلامی سے آزاد فرمائے، آپ کے گرامی نامہ نے مسرور و خوشوقت کیا آپ جو روشن (واضح) واقعہ دیکھا تھا اور اس واقعہ میں بشارت پائی تھی کہ ہم آپ کو اولیاء اللہ کے مراتب کبریٰ سے گزار کر انبیائے کرام کے مراتب علیا تک لے آئے۔ پھر دوسرے واقعہ میں آپ نے

حضرت عالی (مجدد الفی ثانی) قدس اللہ سبحانہ بصرہ العزیز کو دیکھا اور سابقہ واقعہ کو ان عالی جناب کی خدمت میں عرض کیا ہے بہت خوب اور اعلیٰ ہے اس کے مطالعہ نے بہت زیادہ لطف اندوز کیا۔

میں تو اندر کہ دہرا شک مرا حسن قبول آنکہ در سابقہ است قطرہ بارانی را

[جس (اللہ) نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی قبولیت کا شرف بخش سکتا ہے]۔
لیکن جان لیں کہ اس قسم کے واقعات بشرات ہیں، امیدوار ہیں کہ (اللہ تعالیٰ) اس معنی کو قوت سے فعل میں لے آئے اور گوش سے آغوش میں پہنچا دے اور دوسرا واقعہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ ”گویا آپ کسی دیور شیطان سے جنگ کر رہے ہیں آخر آپ اس پر غالب آگئے ہیں“ یہ بھی عمدہ ہے، اللہ تعالیٰ دشمن لعین پر غالب کرے اور اسلام حقیقی تک پہنچائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”میں نے ذکر نفی اثبات کو ایک سو ایک تک پہنچایا ہے اگر حکم ہو تو اس پر اضافہ کروں“ میرے مخدوم! آپ نے بہت محنت کی ہے حق تعالیٰ اس پر اثر مرتب فرمائے، اگر آپ تکلف کے بغیر اضافہ کر سکتے ہیں تو اضافہ کریں بعض دوست اس سے زیادہ کہتے ہیں۔ آپ نے لکھا تھا ”ایک شخص کہتا ہے کہ تیری کشادگی دل کی ولایت سے ہے دل کی جانب مصروف ہو جا“ آپ جان لیں کہ انسان کا دل حقیقت جامع ہے اور عالم خلق و عالم امر کے لطائف کے درمیان برزخ ہے اور عالم خلق و عالم امر کے کمالات کا جامع ہے جو فیوض کے مبداء قیاض سے وارد ہوتے ہیں پہلے دل میں آتے ہیں اور اس کے واسطے سے عالم خلق (کے لطائف) میں پہنچتے ہیں اور زبان ان کی ترجمانی کرتی ہے اس کے باوجود عالم امر کے پانچوں لطائف میں سے ہر ایک کے لئے مخصوص کمالات اور الگ معاملات ہیں اور ہر ایک کی ولایت دوسرے سے ممتاز ہے، بظاہر آپ کو حقیقت جامعہ قلبیہ کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت ہوگی مقصد حق تعالیٰ تک وصول ہے خواہ کسی راستے سے بھی ہو، ملاقات کے وقت تک عبادت کے وظائف اور مراقبات کے اذکار میں مشغول رہیں اور ذرا قادر و متون کو دعائے خیر سے یاد کریں۔

والسلام

۵۷

مکتوب ۳

سیدہ بی بی کے نام وظائف طاعات پر ترغیب اور بعض ماثورہ دعاؤں کے بیان میں تحریر فرمایا۔
عصمت پناہ عفت دستگاہ ہمیشہ رہی سیدہ بی بی اس جانب سے سلام عافیت انجام پر ہیں اس ہمیشہ کو معلوم ہو کہ دنیا عیش و آسائش کی جگہ نہیں ہے کھینٹی اور کام کرنے کی جگہ اور طاعت و عبادت کا مقام ہے، عیش و آسائش آخرت کے لئے تیار کی گئی ہے اس جگہ کی محنت کا نتیجہ وہاں کی

راحت ہے، پس چاہئے کہ طاعات و عبادات کے وظائف میں خوب مشغول رہیں اور اوقات کو ذکر و فکر سے آباد رکھیں، ذکرِ قلبی پر اس قدر مداومت کریں کہ دل کو ماسوائے حق سبحانہ سے کامل قطع تعلق پیدا ہو جائے اور ذکر و حضورِ دل کی صحبت لازماً بن جائے کہ ہرگز اس سے جدا نہ ہو، کلمہ لا الہ الا اللہ کو دل کی حضور کی کے ساتھ زبان سے بکثرت کہیں تسبیح کے ساتھ ہو یا تسبیح کے بغیر، اگر تسبیح و شمار کے ساتھ کہیں تو ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جس قدر کہہ سکیں کہیں اور اگر زیادہ کریں تو بہتر ہے اور نماز تہجد و اشراق و فی زوال و نمازِ اوامین و نمازِ قیام اللیل ادا کرتی رہیں اور ہر فرض کے بعد اور نیز سوتے وقت آیت الکرسی پڑھیں اور نیز تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر پڑھیں اور تین بار استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الحق القیوم و اتوب الیہ پڑھیں اور سورۃ اخلاص و عوذ تین (سورۃ الفلق و سورۃ الناس) بھی پڑھیں اور ہر صبح و شام سو سو دفعہ سبحان اللہ و محمد ہ پڑھیں اور نیز (ہر صبح و شام) سو سو بار سبحان اللہ اور سو سو بار الحمد للہ اور سو سو بار لا الہ الا اللہ اور سو سو بار اللہ اکبر پڑھیں اور نیز (ہر صبح و شام) دس دس بار درود شریف اور دس دس بار لا حول و لا قوۃ الا باللہ اور سوتے وقت بھی دس بار لا حول و لا قوۃ الا باللہ کہیں اور غروب آفتاب کے وقت ستر بار سبحان اللہ کہیں اور نیز ہر صبح کو اللہم ما اصبحت من نعمتک و باحد من خلقک فمنک وحدک ولا شریک لک فالحمد لک والشکر لک کہیں اور شاک کے وقت (مذکورہ دعائیں) ما اصبحت من نعمتک کی بجائے ما اصبحت من نعمتک کہیں اور ہر روز یہ کلمات ایک بار پڑھیں سبحان القائم الدائم سبحان الحق القیوم سبحان الحق الذی لا یموت سبحان اللہ العظیم و محمد ہ سبحان قدوس رب الملائکۃ والروح سبحان العلی الاعلی سبحانہ و تعالیٰ اور نیز ہر روز تبارک لا الہ الا اللہ الملك الحق المبین کہیں اور نیز پچیس یا ستائیس بار اللہم اغفر للمؤمنین و المؤمنات کہیں اور یا استغفر بھی پچیس بار ہر روز کہیں استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الرحمن الرحیم الحق القیوم الذی لا یموت و اتوب الیہ رب اغفر لی بزرگوں نے اس جلیل القدر استغفار کی روز و شب مداومت کی ہے اور اس کے منافع و فوائد کو بہت زیادہ شاہدہ کیا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس استغفار کو ایک دن میں پچیس بار کہے گا وہ اپنے گھر میں اور اپنے آپ سے اور اپنے شہر سے کوئی ناپسندیدہ بات نہیں دیکھے گا اور حاجات برآری و حل مشکلات کے لئے کلمہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ پانچ سو بار کہیں اور اس کے اول و آخر درود شریف پڑھیں جو سو بار سے کہہ سکیں۔

مکتوبات

سیادت پناہ جامع جلد ثالث حاجی محمد عاشور بخاری کے نام بعض اسرار غامضہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوات
 اکمل التحیات اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی) صحبت کی برکت سے صحابہ کرام کمال درجہ کے زہد و تقویٰ (مخلوق
 سے قطع تعلق کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا) توکل، انقطاع، تزک، صبر، قناعت اور ان کے مانند دیگر
 اوصاف کمال سے موصوف ہوئے ہیں اور ان کی صورت و حقیقت (ظاہر و باطن) و قلب و قالب میں
 یہ نسبت اور یہ کمال پورے طور پر سرایت کے ہوئے تھا، تمام اہمیتیں خواہ کتنی ہی کوشش و سعی کریں اس
 بلند درجہ تک نہیں پہنچ سکتیں اور ان عظیم امور میں صحابہ کرام کی برابری نہیں پاسکتیں، حاصل کلام مشارح
 کالمیں کے اعلیٰ طبقہ کا قلب و قالب ظاہری ابتلاء کے ذریعہ سے اس نسبت عالیہ پر ہے اور انہوں نے
 کامل جدوجہد سے اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ظاہری مشارکت ہم پہنچائی ہے، اور ہمارے
 حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے لئے یہ کمال صورت و حقیقت و قلب و قالب کے ساتھ
 ثابت ہے اور ان کے قلب کو طبقہ اعلیٰ و خیر القرون کے قلب کے ساتھ ظاہری و باطنی مشارکت کمال متا
 کی وجہ سے بلکہ محض فضل و عنایت سے حاصل ہے اور حضرت عالی کے بعض اصحاب بھی اس نسبت عالیہ
 کے امیدوار ہیں اور ان کے قلب و قالب کی صورت و حقیقت کو اس کمال کی بشارت دی گئی ہے۔

باکرمیاں کار ہادشوار نیست [کہیوں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے]

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ [یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو

چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔]

مکتوبات

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام بعض امور کے بارے میں جو کامل فقاہر مرتب (ہوتے) ہیں اور
 اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عارف پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہہ ازل وابد کو ایک لہن واحد فرماتا ہے۔
 اللہ تعالیٰ کمال کے اعلیٰ مرتبہ پر ترقی عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ میں دیگر (عصر) کی نماز سے کچھ پہلے

بیٹھا تھا کہ اس شخص کو اس شخص سے لگے (یعنی مجھے خود سے وارفتہ کر دیا) وہ اُس وقت میں نہ اپنے آپ کو جوہر پاتا تھا نہ عرض، نہ جسم پاتا تھا نہ جسمانی اور نہ محدود پاتا تھا نہ غیر محدود، نہ اپنے آپ کو عالم میں داخل پاتا تھا نہ (اس سے) خارج، کان آنکھ بن گئے تھے اور آنکھ کان، بلکہ تمام اعضا آنکھ بن گئے تھے، ہستی کا مطلق کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا تھا اور وجود و لوازم وجود سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی تھی اور عالم کو اپنا ظل دیکھتا تھا۔ میرے مخدوم! اس قسم کے معاملات بقائے کامل کی خبر دینے والے ہیں جو کہ بقائے کامل پر مرتب ہوتی ہے اور بقائے ذات سے تعبیر کی جاتی ہے اور چونکہ وہ مرتبہ مقدسہ امکان کے اوصاف سے منزہ و پاک ہے (اس لئے) عارف بھی اس مقام میں اپنے آپ کو امکان کے اوصاف مثلاً جوہریت، عرضیت و جسم و جسمانیت سے بری پاتا ہے اور ذات تعالیٰ کی مانند اپنے آپ کو نہ عالم میں داخل دیکھتا ہے اور نہ عالم سے خارج، اور ذات تعالیٰ کا مرتبہ اگرچہ صفات کے مراتب سے ماورا ہے لیکن صفات کے اصول کہ جن کو شیون ذاتیہ کہتے ہیں اس بارگاہ میں موجود ہیں اور چونکہ اس مرتبہ عالیہ میں تمیز مفقود ہے (اس لئے) یہ شیون ذات اقدس سے متمیز نہیں ہیں اور عین ذات ہیں اور اسی طرح ایک دوسرے سے بھی متمیز نہیں رکھتے اور ایک دوسرے کے عین ہیں اور نیز مرتبہ ذات تعالیٰ میں بعض و تخری (کٹڑے اور اجزا ہونا) نہیں ہے اس لئے ذات عزت برہانہ خود کامل طور پر ان شیونات میں سے ہر ایک کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بتمامہ علم بتمامہ قدرت (اور) بتمامہ اہلیت ہے جو عارف متخلق (جو اس صفت کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے) بھی اس مقام میں اپنے آپ کے عینات میں سے ہر ایک کا عین دیکھتا ہے مثلاً اپنے آپ کو بتمامہ علم اور بتمامہ ارادہ پاتا ہے، تمام صفات پر اسی پر قیاس کر لیتے اور صفات میں متمیز کرنا بھی مفقود پاتا ہے مثلاً علم کو عین سمع دیکھتا ہے اور سمع کو عین بصر پاتا ہے اور نیز اس مقام میں عارف عالم کو اپنا ظہور اور تفصیل پاتا ہے اور خود کو اس کا کل اور اجمال سمجھتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "ابتدا وانتهایا اور ازل وابد کے درمیان تناقض و منافات (تضاد) مطلقاً منسوخ نہیں ہوتا" میرے مخدوم! مطلوب حقیقی چونکہ زمان و مکان کی قید سے بالاتر ہے اگر اس کا طالب صادق بحکم تخلق (اس کی صفات کے ساتھ متصف ہونے کے اعتبار سے) اپنے آپ کو زمان کی قید سے خارج پائے اور ماضی و مستقبل اس کی نگاہ میں یکساں دکھائی دے تو کیا تعجب ہے، ہمارے حضرت عالی ندرت اللہ سبحانہ بسرہ نے لکھا ہے کہ ممکن جب اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے قریب کے مقامات میں زمان کے دائرہ سے باہر پاؤں رکھتا ہے تو ازل وابد کو متحد پاتا ہے الی آخرہ۔

مکتوب ۳۶

ملا عبد الرزاق کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصيلاً، صلح آثار برادر م ملا عبد الرزاق نے چند سوالات کے لئے وقت کی گنجائش کے مطابق ان کے جواب میں کچھ لکھا جاتا ہے وبالله العنمة والتوفيق۔
[اور اللہ تعالیٰ ہی غلطی سے بچانے والا اور (حق کی) توفیق دینے والا ہے]۔

پہلے اور چھٹے سوال کا حاصل یہ ہے کہ بعض اوراد اور قرآن مجید کی سورتیں کہ اس طریقہ عالیہ میں داخل ہونے سے پہلے جن کے پڑھنے کا معمول تھا اب اُن اوراد کو عمل میں لائے یا نہ لائے، اور نماز تہجد و نماز صبحی (اشراق و چاشت) وغیرہ پڑھے یا نہ پڑھے اور قبض کے اوقات میں کتب نقد و طام کے مطالعہ اور قرآن مجید کی بعض سورتوں کے حفظ میں مشغول ہو یا نہ ہو؟۔ جو اب اس طریقہ کے بزرگ، مبتدی طالب کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ ماخوذ ذکر کے علاوہ غیر از فرض و سنت مکرہ کسی اور امر میں مشغول ہو، اور یہ فقیر مبتدیوں کے لئے قدرے توسع (گنجائش) کر دیتا ہے، اور آپ کو جو کہ ابتدائی معاملہ سے کئی منزل ترقی کر چکے ہیں بطریق اولیٰ اجازت ہے کہ بعض مستون اوراد پڑھتے رہیں اور نماز تہجد و صبحی (اشراق و چاشت) و اوابین وغیرہ سنن زوائد میں سے بھی ادا کیا کریں، (نماز تہجد و قیام لیل کے متعلق) کہہ سکتے ہیں کہ صوفیہ عالیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کے طریقہ کی ضروریات میں سے ہے اور تعلیم و تعلم (پڑھنا اور پڑھانا) ہمارے طریقہ کے خلاف نہیں ہے بلکہ نیت صالحہ کے ساتھ باطنی نیت کا مددگار ہے، دینی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہیں اور اُن کے سیکھنے اور لکھنے میں راعب رہیں، اس عظیم کام کے لئے ایک وقت مقرر کریں اور باقی اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں اور اگر قرآن پاک کی بعض سورتیں یاد کریں تو گنجائش ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ عوام میں مقرر ہے کہ فرائض و سنن کے ماسوا (کسی عمل میں) کسی بزرگ کی اجازت کے بغیر ماتہ نہیں ڈالنا چاہئے، حقیقت میں اسی طرح ہے یا نہیں؟۔ جو اب جو نیک ^{صلا} اعمال آنسور علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معمول ہے ہیں اور وہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خصوصیت نہیں رکھتے اُن کو آخرت کے ثواب کی نیت سے بجالانے میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے، پیغمبر علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل ہی اجازت ہے

اور اُمت کے لئے سز ہے، ہاں بعض اعمال و اذکار و ادعیہ و رقیات (منتر و تعویذ) حاجات براری اور حل مشکلات کے لئے ہیں کہ ان کی تاثیر استاد و مرشد کی اجازت پر موقوف ہے۔

تیسرا سوال: سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات و اکمل النجات کی صحبت آپ کے رحلت فرما جانے کے بعد بیداری کی حالت میں واقع ہے یا نہیں؟ اور واقع ہونے کی صورت میں مقبرہ مقدسہ (روضہ اطہر) کا جسد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم سے خالی ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے۔ جواب: اول یہ کہ خالی ہونا غیر مسلم ہے اس لئے کہ مشائخ اُمت ایک آن ہیں متعدد جگہوں میں حاضر (موجود) ہوئے ہیں جیسا کہ خواجہ بزرگ (حضرت نقشبند بخاری قدس سرہ) کے بارے میں حقول ہے کہ وہ افطار کے وقت سات جگہ حاضر ہوئے اور ہر جگہ افطار کیا اور حضرت (شاہ کمال قدس سرہ) کے متعلق بھی نقل کرتے ہیں کہ نماز کے وقت جس جگہ بیٹھے تھے وہیں بیٹھے رہے یہاں تک کہ نماز کا وقت گزر گیا، لوگوں نے خیال کیا کہ انہوں نے نماز نہیں پڑھی (لیکن) اسی وقت دوسری جگہ لوگوں نے دیکھا کہ انہوں نے نماز پڑھی۔ دوسرے یہ کہ مذکورہ امر کا محال ہونا غیر مسلم ہے کیونکہ جسد مبارک صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم سے خالی ہونے کی صورت میں روضہ منورہ میں روحی حضور پایا جاتا ہے اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ جسم سے خالی ہونا حس کا اوپر ذکر ہوا اس وقت لازم آتا ہے جبکہ جسد مبارک کا وہاں سے منتقل ہونا واقع ہو، جو چیز کہ واقع ہوتی ہے وہ روحانی ملاقات ہے اگرچہ جسم کی صورت میں ظاہر ہو اور روح جسد اختیار کر لے، واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال (حقیقت حال کو اللہ سبحانہ ہی بہتر جانتا ہے)۔

چوتھا سوال: انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات قبور کے اندر حیات رکھتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر رکھتے ہیں تو کیا ایسی حیات رکھتے ہیں جیسی کہ دنیا میں رکھتے تھے یا کسی اور طرح کی ہے؟ جواب: حیات رکھتے ہیں، الا ان اولیاء اللہ لا یموتون و لکن ینتقلون من دار الی دار الا کاہرہ یکا اولیاء اللہ مرتے نہیں لیکن ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں (لیکن وہ حیات) دنیوی حیات کی طرح نہیں ہوتی کیونکہ وہ دنیا سے انتقال کر کے آخرت سے جا ملے ہیں اور قرب کے درجات میں لطف اندوز و خوش ہیں الا نبیاء یمصلون فی قبورہم (انبیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں) آپ نے سنا ہوگا اور (روایات میں) جہاں کہیں ان بزرگوں پر موت کا لفظ استعمال ہوا ہے ان کے اس دار فانی سے انتقال فرمانے کے اعتبار سے اور شہداء اس بارے میں سبقت رکھتے ہیں اور ان کی حیات (کا ثبوت) زیادہ قوی ہے، انبیاء علیہم الصلوٰت

لے اس سوال کی کیفیات و احوال کی مزید توضیح و تشریح کے لئے کتوبات معصومیہ کا دفتر سوم مکتوب ۵ ملاحظہ ہوا اور اس کے

جواب کیلئے دفتر سوم مکتوب ۱۲ ملاحظہ فرمائیں اس میں صیح ہے کہ یہ جزئی فضیلت کی طرف راجع ہے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

اور کلی فضیلت انبیاء علیہم السلام اور علماء کیلئے ہے۔ نیز دفتر سوم کا مکتوب ۱۲ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (مترجم)

والبرکات پر (لفظ) اموات کا اطلاق (استعمال) وارد ہوا ہے اور اللہ کے راستے میں شہید ہونے والوں کے
 (اس لفظ کا استعمال) وارد نہیں ہوا ہے وَلَا تَقْرُؤُوا لِمَنْ يَمُوتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءُ
 وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل (شہید) کئے جاتے ہیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ
 زندہ ہیں لیکن تم اس (زندگی) کا شعور نہیں رکھتے۔

پانچواں سوال :- اگر ختم کا ثواب کسی شخص کی روح کو بخشنا چاہیں تو پہلے سرورہاتات
 علیہ افضل الصلوات والتجات کی روح معطر ہو پیش کرنا چاہئے اس کے بعد نیت کی روح کو بخشیں
 اور اگر اس طرح نہ کریں تو جس شخص کی نیت سے پڑھا ہے اس کو ثواب نہیں پہنچتا اور نیز چاہئے کہ تمام
 اہل ایمان کی روح کو بخشیں ورنہ جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب کو تقسیم کریں گے۔ کیا
 فی الواقع اسی طرح ہے یا نہیں؟ اور اگر فی الواقع اسی طرح ہے تو حضرات خواجگان کے ختم میں اس
 طرح کیوں نہیں کرتے؟۔ جواب :- صدقہ کے ثواب کو اول پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح
 کی روح مبارک کو پیش کرنا اور میت کو آنسور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طفیلی بنانا مستحسن امور میں سے
 ہے اور قبولیت کی امید بہت زیادہ ہوجاتی ہے اور قبولیت کے زیادہ قریب ہوجانا ہے، ایسا کرنا
 صدقہ کے ارکان و واجبات میں سے نہیں ہے کہ اس کے بغیر صدقہ ہرگز قبول ہی نہ ہو، اور اگر آپ
 اس بارے میں کوئی قابل اعتماد نقل رکھتے ہیں تو اس کو ظاہر کرنا چاہئے اور مثل (نیکی) کا ثواب تمام
 مؤمنین و مومنات کی ارواح کو پیش کرنا بھی مستحسن ہے کہ ہر ایک کو پورا ثواب پہنچتا ہے اور جس کی نیت
 سے پڑھا ہے اس کے ثواب سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے ”ورنہ جس کی نیت سے پڑھا
 اس کے ثواب کو تقسیم کرتے ہیں“ اس بارے میں کوئی نقل (روایت) ظاہر نہیں ہے، اور یہ جو آپ نے
 لکھا ہے کہ ”خزانة الروایة میں اسی طرح ہے“ میرے مخدوم! خزانة الروایة کو جب دیکھا گیا تو مقدمہ
 ثانیہ نظر نہیں آیا، تعجب ہے کہ آپ نے کہاں سے لکھا ہے، اور حضرات خواجگان کے ختم میں اگر پہلے
 آنسور علی آرا الصلوٰۃ والسلام کا اسم مبارک لیں تو نیک و مستحسن معام ہوتا ہے لیکن بزرگوں سے
 اسی طرح سنا گیا ہے اور اسی طرح کیا جاتا ہے۔ اور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس ختم میں
 شریک نہ کرنے کی ایک اور عمدہ وجہ ہے اور وہ وجہ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات شریفہ
 کی تیسری جلد کے تالیفوں مکتوب سے واضح و ظاہر ہے اگر آپ اس مکتوب کا مطالعہ کریں تو اللہ شہادت
 کا صلہ ہوجائے اور یہ ختم (ختم خواجگان) حاجات کے برآنے اور مشطات کے صل ہونے اور آفات کے
 دور ہونے کے لئے اس طریقہ والوں میں معمول و منقول ہے۔

ساتواں سوال: جسمانی معراج پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے واقع ہے یا نہیں؟ اور روحی عروج (معراج روحانی) مراقبہ میں (ہوتی) ہے یا کھلی آنکھ کے ساتھ؟
 جواب: جسمانی معراج کسی دوسرے کے لئے نہیں ہے اور روحی عروج بیداری اور کھلی آنکھ سے واقع ہے اور جو کچھ خواب میں (واقع ہوتا) ہے وہ دائرہ اعتبار سے خارج ہے۔

چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں (اس لئے) آفتاب ہی کہتا ہوں، میں شب ہوں (اور) نہ شب پرست ہوں (تو اب کی بات کہوں)۔
 اٹھواں سوال: یہ جو شرح دیوان اور کتب تواریخ میں مذکور ہے کہ جب حضرت امیر (علی المرتضیٰ) کرم اللہ وجہہ نے بعض لوگوں کی عداوت کو دیکھ لیا تو پانچوں نمازوں کے بعد پانچ اشیاں پر کہ (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) وغیرہ ہیں لعنت کرتے تھے اور وہ لوگ بھی اس تبرکے سننے کے بعد پانچ شخصوں پر کہ حضرت امیر (علی المرتضیٰ) و حضرت حسین و عبداللہ بن عباس و مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں پانچوں نمازوں کے بعد لعنت کرنے لگے یہاں تک کہ خلفائے بنی امیہ میں یہ مذموم فعل ہمیشہ جاری رہا اور وہ لوگ خطبہ میں اہل بیت پر لعنت کرتے تھے یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) نے اس کو دور کیا اور آیا کریمہ ان اللہ یا مر بالعدل والاحسان اللہ [بیشک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے] کو اس کی جگہ مقرر فرمایا۔ آیا یہ ناپسندیدہ واقعہ حقیقت میں ہوا تھا یا نہیں؟۔ جواب: حضرت امیر کرم اللہ وجہہ جو کہ سر ایا رحمت تھے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کسی ادنیٰ مسلمان کو لعنت کریں، چہ جائیکہ (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو لعنت کریں جو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی ہے اور حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) نے ان کی اور ان کی جماعت کی شان میں فرمایا ہے: اخواننا بغوا علینا لیسوا کفرۃ و لافسقة لما لہم من التاویل [وہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی، وہ نہ کافر ہیں نہ فاسق کیونکہ ان کے لئے کچھ تاویل ہے] جب وہ (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) اس جماعت سے کفر و فسق کی نفی فرماتے ہیں تو وہ کسی مسلمان کو لعنت کیوں کرتے۔ دین اسلام میں کسی شخص حتیٰ کہ کافر فرنگ کو بھی لعنت کرنا عبادت کا کام نہیں ہے پس حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) اس لعنت کو پانچوں نمازوں کے بعد جو کہ محل ذکر و دعا ہے اپنی دشمنی کی وجہ سے اپنا ورد کیوں بناتے، ان لوگوں نے حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) کے نفس کو جو کہ نہایت کامل فنا و اطمینان کے ساتھ متصف تھا اور انانیت و خودی سے رہائی حاصل کر چکا تھا اپنے آثارہ (سرکش) نفسوں کی طرح جو کہ کینہ و بغض و عداوت کے ساتھ موصوف ہیں خیال کر لیا ہے کہ اس قسم کا

بہتان و افتراء حضرت کی طرف منسوب کرتے ہیں، حضرت امیر مہربانی اللہ و فتاویٰ مجتہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ درجہ تک پہنچے ہوئے تھے اور اپنی جان و مال کو آسروار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر فدا کر چکے تھے وہ خدا تعالیٰ جل و علا کے دشمنوں اور انہی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں پر کہ جنہوں نے طرح طرح کی سختیاں اور ایذا میں آسروار دین و دنیا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچائی ہیں لعنت کرنے کو اپنا ورد کیوں نہ بناتے اور اپنے دشمنوں کو لعنت کیوں کرتے حالانکہ ملائکہ ملامہم من التاویل [ان کے لئے کچھ تاویل ہے] کا جملہ دشمنی کی نفی کرتا ہے اور اس بات پر دلیل ہے کہ یہ لڑائیاں اور ۶۴ جھگڑے عداوت و بغض کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ تاویل و اجتہاد کی رو سے تھے جو کہ ملامت کا مقام نہیں ہیں چہ جائیکہ لعنت کا مقام ہو، اگر کسی کو سب (گالی دینا) و لعنت کرنے میں حسن عبادت کے معنی ہوتے تو ابلیس لعین و ابوجہل و ابولہب و کفار قریش کو جنہوں نے قسم قسم کے ظلم و ایذا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچائیں اور دین متین کی طرح طرح کی اہانت کی ہے لعنت کرنا اسلام کے واجبات میں سے ہوتا، جب یہ بات نہیں ہے تو وہ بات بھی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تو شیطان کو لعنت کرتا ہے تو وہ کہتا ہے تو نے ملعون کو لعنت کی اور جب تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے تو وہ کہتا ہے تو نے میری پیٹھ توڑ دی۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ شیطان کو سب (گالی) مت کرو اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ پس معلوم و واضح ہو گیا کہ یہ بات حضرت امیر مہربان و افتراء ہے، پس نقل کرنے والے نے جو حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے حضرت امیر و حضرات حسین و غیر ہم (رضی اللہ عنہم) پر لعنت کرنے کو اس لعنت پر متفرع کیا ہے حضرت معاویہ پر بھی یہ افتراء ہے۔ پس یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ آیا حقیقت میں یہ واقعہ ہوا تھا یا نہیں؟ اگر ہوا تھا تو معاویہ وغیرہ پر لعنت کرنا کیوں جائز نہیں ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہوا تو کشف کی عبارت کا محل کیا ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوا کیونکہ اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے حق میں طعن جائز نہیں ہے اور یہ افتراء ان کے حق میں طعن ہے، کوئی صحیح روایت بھی اس بارے میں نہیں ہے، اہل تاریخ کا قول ثابت ہوجانے کی صورت میں اس بارے میں کیا سند ہے، دین کا مدار اہل تاریخ کے قول پر نہیں رکھا جاسکتا، اس جگہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب (رحمہم اللہ) کا قول معتبر ہے نہ کہ اہل تاریخ کا قول۔ اور کشف کی عبارت جو کہ نقل کی ہے، حضرت امیر مہربان (حضرت) معاویہ کا نام اس عبارت میں لکھا ہوا نہیں ہے اور وہ عبارت ہرگز اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ ان دونوں بزرگوں میں سے کسی ایک نے دوسرے پر لعنت کی ہو، عبارت

بالکل واضح ہے، ہمارے مطلب کے ساتھ کچھ بھی تضاد نہیں رکھتی جو اس کا محمل تلاش کیا جائے، ہاں خلفائے بنی اُمیہ نے کئی سال تک برسرِ خیر اہل بیت کو سب و لعن کیا اور عمر بن عبد العزیز (رضی اللہ عنہ) نے اس کا قلع قمع کیا، جزا اللہ سبحانہ عنہا خیر الجزاء [اللہ سبحانہ ان کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے] لیکن حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا ان میں شامل ہونا ناقابلِ تسلیم ہے، کس قدر قیاحت ہوگی، اگر معاویہ (رضی اللہ عنہ) ملعون و مطعون ہوں گے تو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی ایک بہت بڑی عمت جو ان مخالفتوں اور لڑائیوں میں ان کے ساتھ شریک تھی اور ان میں سے بعض عشرہ مبشرہ ہیں ملعون و مطعون ہوں گے اور ان اکابر کو طعن کرنا اس نصف دین میں طعن کا موجب ہوگا جو ان کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے اور کوئی بھی مسلمان اس کو جائز قرار نہیں دے گا۔

میرے محذوم! جس مسئلہ کو ہم بیان کر رہے ہیں اس میں دو مذہب ہیں: مذہب اہل سنت و جماعت و مذہب شیعہ، مذہب شیعہ خلفائے ثلاثہ و معاویہ وغیرہم (رضی اللہ عنہم) کو سب کرنا (برا کہنا) ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چند ایک کے سوا تمام اصحاب پیغمبر مذبذب ہو گئے، اور اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصحاب کو خوبی کے بغیر یاد نہیں کرنا چاہئے اور ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی برا نہیں ہونا چاہئے، من اجہم فہی اجہم و من ابغضہم فببغضی ابغضہم [جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کے باعث ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا] ان کے آپس کے لڑائی جھگڑوں کو نیک و جوہر پر محمول کرنا چاہئے اور ان کو خواہش نفس و تعصب سے پاک سمجھنا چاہئے۔ امام نووی (رضی اللہ عنہ) شارح مسلم نے کہل ہے کہ اصحاب کرام (رضی اللہ عنہم) ان باہمی لڑائی جھگڑوں میں تین گروہ تھے، ایک جماعت نے اجتہاد کے ذریعہ حقیقت کو حضرت امیر علی (رضی اللہ عنہ) کی جانب پایا تھا ان کے لئے اپنے اجتہاد پر عمل کرنا اور حضرت امیر کی امداد کرنا واجب تھا اور دوسری جماعت نے اجتہاد کے ذریعہ حقیقت کو مخالف جانب میں معلوم کیا تھا اس جماعت کے لئے اجتہاد کے موافق دوسری جانب کی امداد کرنا لازم تھا، اور ایک جماعت اجتہاد کے ذریعہ توقف میں رہی ان کے لئے توقف ہی واجب تھا پس ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا اور طعن و ملامت ان سب سے دور کر دیا گیا ہے، ہذا دیکھئے اس مسئلہ کی تفصیل لیکن حضرت امیر اور ان کے موافقین اجتہاد میں صحیح رائے پر تھے دوسری جانب کے حضرات خطا پر تھے مگر چونکہ یہ خطا اجتہادی

لہ دس صحابی جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ (مترجم)

خطابے (اس لئے) ملامت و طعن سے پاک ہے اور ایک درجہ ثواب رکھتی ہے اور صحیح رائے والا مجتہد دو درجہ (ثواب کا مستحق ہے)۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے تلک دعاء طہر اللہ عنہا ابدینا فلنظہر عنہا السنننا [یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے پس ہمیں چاہئے کہ اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھیں] یہ عبارت شریفہ دلالت کرتی ہے کہ خطا کا لفظ بھی نہیں کہنا چاہئے اور (ان کو) اچھائی کے بغیر یاد نہیں کرنا چاہئے، جب دونوں مذہب معلوم ہو گئے تو جو لوگ کہ (حضرت) معاویہ کے ساتھ برے ہیں اور طعن کرتے ہیں اگرچہ وہ دوسرے اصحاب کے ساتھ اچھے ہوں وہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں اور اگر اس مسئلہ میں اہل سنت کے مذہب کے بارے میں کوئی شبہ ہو تو ان کے عقائد کی جو معتبر و مستند کتابیں ہیں ان کی طرف رجوع کریں اور شاذ و ضعیف اقوال کی طرف توجہ نہ کریں اور شیعوں کی اس جماعت سے اس وقت تک خوش نہیں ہو جن تک یہ لوگ خلفائے ثلاثہ کو سب نہ کریں پس یہ لوگ نہ سنی ہیں نہ شیعہ، انھوں نے تیسرا مذہب اختراع کیا ہے۔

نواں سوال: عقیدہ یہ ہے کہ خاتمہ مبہم ہے اگر کوئی شخص اپنے پیرومشرک کے حق میں کہ جس سے اس نے استفادہ کیا ہے غلو صی اعتقاد کی وجہ سے اس کے حسن خاتمہ کا حکم کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟
جواب: قطعی حکم نہیں لگانا چاہئے کیونکہ (ایسا حکم) وحی سے وابستہ ہے، اگر اکابر دین کی سلامتی خاتمہ کا ظن غالب اور علم اطمینان رکھے تو گنجائش ہے اور اسی طرح الہام سے خاتمہ کے اچھایا برہوتے کا قطعی حکم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ الہام ظنی دلیل ہے لیکن ایک ظن سے دوسرے ظن تک آسمان و زمین کا فرق ہے

۶۶ دسواں سوال: سیر آفاقی و سیر انفسی کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ جواب: سلوک سیر آفاقی اور جذبہ سیر انفسی ہے، حضرت خواجہ احرار (قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ سیر آفاقی بعد در بعد اور سیر انفسی قرب و قرُب ہے، سیر آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے اور سیر انفسی اپنے آپ میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرنے ہے، بزرگوں نے کہا ہے یاقت (پانا) انفس پر موقوف ہے اپنے سے باہر ہرگز یافت نہیں ہے سے

چوں جلوہ آں جمال بیرون ز تو نیست پادردامان و سزنجیب اندر کش
[چونکہ اُس جمال کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے (اس لئے تو) پاؤں اپنے دامن میں اور سراپے گریبان میں کھینچ لے]
سے بچونا بینا مبرہر سوئے دست با تو در زیر گلیم است ہرچہ ہست
[تو اندھے کی طرح ہر طرف ہاتھ مت لیجا، جو کچھ بھی ہے وہ تیرے ساتھ کبل کے نیچے ہی ہے]
اور اس مقام کے بارے میں ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کا ایک منفرد قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ

مطلوب کی یافت آفاق و انفس کے ماوراء ہے اور انفس آفاق کی طرح راستہ میں ہے (یہ سیر آفاقی و سیر انفسی سے باہر اور جذبہ و سلوک سے ماوراء ایک معاملہ ہے)

لذتِ عے نہ شناسی بخدانا نہ چستی [خدا کی قسم جب تک تو کچھ گناہیں شراب کی لذت نہیں پہچانے گا] گیارہواں سوال: اس کی تقریر و جواب سامنے موجود ہونے سے تعلق رکھتا ہے۔

بارہواں سوال: لکڑی، ٹھانچہ اور چونا اپنے سر پر بارنا مقصود کے حاصل ہونے کا سبب یا نہیں؟۔ جواب: مطلب تک پہنچنے کا اعلیٰ رکن ذکر اور تیغِ مقتدا کے ساتھ محبت کا رابطہ ہے اس قسم کے امور جو آپ نے لکھے ہیں ضروری نہیں ہیں اور بے نفع بھی نہیں ہیں۔

تیرہواں سوال: ذکر میں جس دم (سانس روکنا) بدعت ہے یا نہیں اور اگر بدعتِ حسنہ کہیں تو حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ کے مطابق کسی بدعت میں حُسن (خوبی) نہیں ہے پس بدعت ہونے سے عمل کس طرح باہر ہو سکتا ہے۔ جواب: ذکر فی حد ذاتہ مسنون و حُسن ہے اس میں سانس کا روکنا اس وقت

بدعت ہوگا جبکہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ عمل صدرِ اول (شروع زمانہ اسلام) میں نہیں تھا اور سید ایسا ثابت ہونا ناقابلِ تسلیم ہے، اور نیز اس طریقہ جس (دم) کو حضرت خضر (علیہ السلام) نے حضرت خواجہ عبدالخالق کو جو کہ حضرات خواجگان کے سردارِ سلسلہ میں تعلیم کیا ہے اور ان کے عمل کو بدعت کا حکم نہیں دے سکتے، ہمارے حضرت خواجہ دیباؤ الدین نقشبند قدس سرہ کے ملفوظات میں منقول ہے انھوں نے فرمایا کہ سلسلہ چشتیہ و بہروردیہ

میں حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے فرقہ کے بارے میں معنیٰ سن بیان کرتے ہیں اور انھوں نے ذکر کی سند معنیٰ بیان نہیں کی ہے لیکن سلسلہ نقشبندیہ و کبرویہ میں حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم سے حضرت صدیق اکبر و حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہما کے واسطے سے ہمارے اس آج کے دن تک ذکر معنیٰ پہنچا ہے اور واسطوں میں کوئی فتور واقع نہیں ہوا ہے۔ اسی اثنا میں حاضرین

میں سے کسی شخص نے سوال کیا کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں رابطہ کا طریقہ حضرت صدیق اکبر سے اور ذکر کا طریقہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہما سے پہنچا ہے (تو) یہ کس طرح پہنچا ہے؟ آپ نے فرمایا جو

ذکر کہ اس سلسلہ (عالیہ) میں ہے جس کو وقوفِ عددی کہتے ہیں مقررہ طریقے مثلاً جس دم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم اُس کے ساتھ ملانے کا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے معنیٰ پہنچا ہے

اور طریقِ صحبت بھی اُن سے پہنچا ہے کیونکہ وہ (حضرت صدیق) سفر و حضر میں آنسو و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہتے تھے اور صحبت کے ذریعہ فیض حاصل کرتے تھے۔

چودھواں سوال: کعبہ اولیاء کی زیارت کے لئے آنا ہے یا نہیں؟ اور اگر آتا ہے تو یہ اشکال

لازم آتا ہے کہ وہ زمین اس عرصہ میں کبھی دیواروں سے خالی رہے گی الخ۔ جواب: (کعبہ زیارت کیلئے) آتا ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ بسره نے تحریر فرمایا ہے کہ کعبہ پھر اور ڈھیلوں سے عبارت نہیں ہے پخت اور دیواریں (مراد) نہیں ہیں کیونکہ اگر پخت اور دیواریں درمیان میں نہ رہیں تب بھی کعبہ کعبہ ہے اور مخلوق کا مسجود الیہ ہے۔ پس اس تقدیر پر کعبہ اولیاء کی زیارت کے لئے آتا ہے اور اس کی دیواریں اپنی جگہ پر رہتی ہیں۔

پندرہواں سوال: اس طرز کا ذکر و افاضہ (فیض پہنچانا) و توجہ جو کماں طریقہ میں معہود (مقرر) ہے سب سے پہلے کن مشائخ سے شروع ہوا ہے، حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کے وقت میں بھی تھا یا نہیں، اور اگر نہیں تھا تو پھر یہ طریقہ ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کیوں منسوب ہو گیا۔ جواب: حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ابرار ہم کے سرسلسلہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (قدس سرہ) ہیں اور ان بزرگوں کا جذبہ جو کہ صفت قیومیت میں فنا ہو جانے کے ذریعے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو اس طریقہ میں جذبہ قیومیت کہتے ہیں حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) سے حضرت خواجہ کو پہنچا ہے اور ان کے اس جذبہ کے حامل ہونے کے لئے ایک طریقہ منقول ہے اور وہ طریقہ وقوفِ عدویٰ ہے پس اصل نسبت حضرت صدیقؑ سے ہے اور اس کے وصول کا طریقہ حضرت خواجہ سے ہے اور اس نقل کے مطابق جو کہ ہمارے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند (قدس سرہ) کے ملفوظات سے بیان ہو چکی ہے ذکر بھی حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) سے پہنچا ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضرت خضر (علیہ السلام) کو حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) سے پہنچا ہو اور ان سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (قدس سرہ) کو (پہنچا ہو) جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اور دوسرا جذبہ جو کہ معیت ذاتیہ کے واسطے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو اس طریقہ میں جذبہ معیت کہتے ہیں اس کے ظہور کا مبداء حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ ہیں اور حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار (قدس سرہ) نے جو کہ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہ) کے سب سے پہلے علیہ ہوتے ہیں اور اپنے وقت کے قطب بھی تھے اس جذبہ کے حامل ہونے کے لئے ایک طریقہ وضع کیا ہے اور اس کو طریقہ عالیہ علاقیت کہتے ہیں، ان کی عبارات میں آتا ہے کہ طریقوں میں سب سے اقرب طریقہ عالیہ علاقیت ہے، اس جذبہ کی اصل حضرت خواجہ بزرگ سے ہے اور اس کے حصول کا طریقہ حضرت خواجہ علاؤ الدین سے ہے۔

سولہواں سوال: نبی اگرچہ ولی سے افضل ہے لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ جو معارف ولی جانتا ہے وہ نبی کو بھی معلوم ہوں یا یہ ضروری نہیں؟ اور نیز جو معارف کہ نبی کو حاصل ہوں کیا ان کا مرسل (رسول) کو بھی حاصل ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ الخ۔ جواب: کلی فضیلت تو انبیائے رام علیہم السلام کے لئے مکتوبات شریفہ دفتر سوم مکتوب ۱۲۷

والتسلیمات کو لایا اور اندر پرے چل کر کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا لیکن جزئی فضیلت میں کوئی تنازع نہیں ہے، اگر بعض فضائل و معارف ولی ہی کے لئے خاص ہوں تو وہ کلی فضیلت کا باعث نہیں ہوتے (یہ) جائز بلکہ واقع ہے جب ولی نبی میں جزوی فضیلت واقع ہوتی ہے تو اگر نبی بعض فضائل و معارف میں رسول کی نسبت محض ہوں تو یہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا اگرچہ کلی فضیلت رسول کے لئے ہوگی جیسا کہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا قصہ آپ نے خود لکھا ہے۔

سنا ہوا سوال :- حضرت خضر (علیہ السلام) نبی ہیں یا نہیں؟ جواب: اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے لیکن دائرے کے لئے یہ ہے کہ وہ نبی ہیں۔

اٹھارہواں سوال :- اہل بیت اور رسول کی تعداد کا تعین درست ہے یا نہیں؟ اس بارے میں صوفیائے کرام کیا فرماتے ہیں؟ جواب: صوفیائے کرام سے کوئی نقل اس بارے میں نظر سے نہیں گذری لیکن علماء نے اہل بیت کے تعداد کے تعین کا انکار کیا ہے کیونکہ دلیل قطعی سے یہ تعین معلوم نہیں ہوا ہے، اگر وارد ہوا ہے تو وہ قطعی دلائل ہیں، پس ہم دلیل کے بغیر تعداد کے تعین کا حکم کریں تو بظاہر غیر نبی کو نبی اور نبی کو غیر نبی بنانے کے مرتکب ہوں گے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ مشہور و معروف ہے اور سابقہ اعتراض اس جگہ لازم نہیں آتا کیونکہ رسول یا نبی سے خارج نہیں ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر اس فقیر کو سیدانہ کرتے تو بہتر ہوتا" یہ عبارت نہیں کہنی چاہئے جو کچھ حق تعالیٰ کرتا ہے بہتر ہے اور جنوں جو کہ کالیف (احکام شرعیہ) کو ساقط کرنے و لاپس کی حالت میں کرنی چاہئے اور حق تعالیٰ سے عافیت طلب کرنی چاہئے اور کالیف (احکام شرعیہ) کے بحال لانے کی توقع طلب کرنی چاہئے۔

مکتوب ۳۷

نیز ملا عبد الرزاق کے نام سوال کرنے کی حرمت اور ضرورت کے وقت اس کے مبلغ ہونے کے بارے میں اور ان حدیثوں کے بیان میں جو کس بارے میں وارد ہوئی ہیں، تحریر فرمایا۔

سعادت آثار ملا عبد الرزاق نے پوچھا تھا کہ یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص ایک رات کی خوراک

نہ لکھا ہو اس کو سوال کرنا حلال ہے، آیا یہ حکم رخصت کے طور پر ہے اور عزیمت اس کے ساتھ یا ایسا نہیں ہے؟ میرے مخدوم! یہ حکم رخصت کے طور پر ہے اور عزیمت سوال (مانگنے) کے ترک میں ہے، حتی الامکان

سوال کی طرف اقدام نہ کریں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ شدید ضرورت کے وقت سوال کرنا بلاع (جائز) ہے موار اور خنزیر کا گوشت کھانے کی طرح کہ اضطرار کی حالت میں بلاع ہے۔ اجماعاً العلوم میں ہے کہ ^{بلاع} البتہ جس سوال کی طرف کوئی شخص مضطر (مجبور) ہوتا ہے تو وہ بھوکے شخص کا اپنی جان پر موت یا مرض لاحق ہونے کے وقت سوال کرنا ہے، برہنہ اور کھلے ہوئے بدن دلے کے لئے جبکہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے وہ بدن کو ڈھانپ سکے، سوال کرنا اس وقت بلاع ہے جبکہ باقی شرطیں (بھی پائی جائیں یعنی مستول (جس چیز کا سوال کیا جائے) میں اس کے بلاع ہونے کی شرط اور مستول ہنہ (جس سے سوال کیا جائے) میں اس کے دل سے راضی ہونے کی شرط اور سائل میں اس کے کسب سے عاجز ہونے کی شرط پائی جائے، پس بیشک کسب پر قدرت رکھنے والا شخص جبکہ نکمہ و کاہل ہے تو اس کے لئے سوال کرنا جائز نہیں لیکن جبکہ اس کے اوقات علم کی طلب میں مصروف ہوں (تو سوال جائز ہے) اور ہر وہ شخص جو کہ خطاط ہے تو وہ کتابت کے ذریعے کسب پر قادر ہے۔ شرح مشکوٰۃ میں ہے ”اور البتہ نقلی صدقہ کا سوال کرنا تو جو شخص باپا بیچ یا کسی اور علت (بیماری وغیرہ) والا ہے اس کو ایک دن کی خوراک کا سوال کرنا جائز ہے اور وہ ذخیرہ نہ کرے اور اگر وہ کسب پر قادر ہے اور اس نے علم میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس (کسب) کو ترک کر دیا تو اس کو زکوٰۃ (لینا) یعنی مالی زکوٰۃ و نقلی صدقہ کا سوال کرنا جائز ہے، اور اگر کسی نے نقلی یا نفل روزہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس (کسب) کو ترک کیا تو اس کیلئے زکوٰۃ (مانگنا) جائز نہیں ہے اور اس کے لئے نقلی صدقہ (مانگنا) مکروہ ہے، پس ایک شخص یا ایک جماعت کسی مکان (خانقاہ وغیرہ) میں بیٹھ گئی اور عبادت اور نفوس کی ریاضت اور قلوب کے تصفیہ کے ساتھ مشغول ہوئی تو ایک شخص کے لئے مستحب ہے کہ ان سب کیلئے نقلی صدقہ اور روٹی کے ٹکڑے اور لباس کا سوال کرے۔“

سوال (مانگنا) تین چیزوں کو شامل ہے کہ ان میں سے ہر ایک چیز بُری ہے :- اول حق تعالیٰ سے شکایت کا اظہار ہے اور اس سے کہنے سے اس کی نعمت کی کمی کا بیان کرنا ہے اور یہ حرام ہے سوائے ضرورت کے وقت کے جیسا کہ مہر دار کا گلہ مانا (ضرورت کے وقت جائز ہے)۔ دوم غیر اللہ کے لئے اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے اور توہین کو زیب نہیں دینا کہ اپنے آپ کو اپنے مولا کے سوا کسی اور کے سامنے بلا ضرورت ذلیل کرے۔ سوم جس سے سوال کیا جائے غالب طور پر اس کو ایذا دینا ہے اور بلا ضرورت ایذا دینا حرام ہے اس لئے اہل تقویٰ نے سوال کو مطلقاً ترک کیا ہے۔ اور حضرت (بشر) عافی (قدس سرہ) نے سوال سے حضرت (سری) (مقطلی) (قدس سرہ) کے کسی اور شخص سے کوئی چیز نہیں لیتے تھے اور انھوں نے کہا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ (سری) (مقطلی) (قدس سرہ) مال کے اپنے ہاتھ سے نکل جانے پر خوش ہوتے ہیں پس

جس چیز کو وہ پسند کرتے ہیں میں اُس پر ان کی مدد کرتا ہوں۔ اور (حضرت) بشر (قدس سرہ) فرماتے تھے فقرا تین قسم کے ہیں، ایک وہ فقیر ہے جو سوال نہیں کرتا اور اگر اُس کو دیا جائے تو وہ ہرگز نہیں لیتا پس وہ علیین میں روحانیوں کے ساتھ ہے اور ایک فقیر وہ ہے جو سوال نہیں کرتا اور اگر اُس کو دیا جائے تو لے لیتا ہے پس یہ جنات النعیم میں مقربین کے ساتھ ہے اور ایک وہ فقیر ہے جو ضرورت اور فاقہ کے وقت سوال کرتا ہے پس یہ اصحابِ یمن میں سے صادقین کے ساتھ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بلا ضرورت سوال کرنا حرام و مذموم ہے، ضرورت، حاجت اور فاقہ کے وقت مباح ہے لیکن مرتبہ درجہ کی کمی کا باعث ہے۔ یہ جو کچھ بیان ہوا اس وقت ہے جبکہ معاملہ موت تک نہ پہنچا ہو، اور جب معاملہ موت تک پہنچ جائے تو اب سوال کرنا حلال بلکہ عزیمت (اور) بلکہ واجب ہو جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان من تکفل لی ان لا یسأل الناس شیئا فان تکفل لیا الجنة [جو شخص مجھ سے عہد کرے روزہ لوگوں سے کچھ نہیں مانگے گا تو میں اس کے لئے جنت کا ٹھکانہ بناؤں گا] کے بیان میں شرح مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے پس ثوبان نے کہا میں (یہ عہد کرتا ہوں) پس ثوبان کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے یعنی اگرچہ وہ اس کے لئے محتاج ہوتے اور جب اپنی جان پر موت کا خوف ہو تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے پس بیشک ضروریات مسموعات کو مباح کر دیتی ہیں بلکہ اگر وہ ایسی حالت میں کسی سے سوال نہیں کرے گا یہاں تک کہ (اس کی وجہ سے) ہو جائے تو وہ گنہگار ہو کر مرے گا۔

اب چند احادیث سوال (مانگنے) کی مذمت میں تحریر کی جاتی ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے فرمایا تیرا اثر ہے کہ منہ میں ہاتھ داخل کرنا یہاں تک کہ وہ (اس کے منہ میں) کہنی تک پہنچ جائے پھر وہ (اثر دیا) اس کو چبا ڈالے، یہ تیرے سوال کرنے سے بہتر ہے (رواہ فی الحلیہ)۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کی طرف اپنا کوئی عطیہ بھیجا تو عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس کو واپس کر دیا پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو فرمایا کہ تو نے اسے کیوں واپس کیا، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے ہمیں یہ خبر نہیں دی کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم کسی سے کوئی چیز نہ لیں، پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا بیشک یہ حکم تو سوال کرنے کے متعلق ہے لیکن جو چیز سوال کے بغیر ملے تو بلاشبہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ تجھ کو دیتا ہے پس (حضرت) عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری

۱۔ المشکوٰۃ المصابیح میں دوسرے الفاظ کے ساتھ یہ روایت ہے۔ مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۳۔

جان ہے کہ میں کسی سے کوئی چیز نہیں مانگوں گا اور غیر مانگے جو چیز بھی میرے پاس آئے گی میں اس کو فرو
 لے لوں گا، اس کو امام مالک نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص لوگوں سے
 ان کے اموال (پس سے اس لئے) مانگے کہ اپنا مال زیادہ کرے تو بلاشبہ وہ آگ کا انگارا مانگتا ہے پس
 خواہ وہ کم مانگے یا زیادہ مانگے (بہر حال میں اس کے لئے مضر ہے) یعنی وہ مانگنے کا مستحق نہ ہونے کے
 باوجود مانگے خواہ زبانِ قال سے مانگے یا زبانِ حال سے یعنی اپنی مقدارِ خوراک سے زیادہ مانگے۔ اور نیز حدیث
 شریف میں آیا ہے کہ ایک آدمی ہمیشہ لوگوں سے مانگتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اس حالت
 میں آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت کی بوٹی نہیں ہوگی، اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے، اور نیز
 حدیث شریف میں آیا ہے کہ سوال کرنا زخم ہے کہ جس کے سبب سے آدمی اپنے چہرہ کو زخمی کرتا ہے
 (یعنی اپنی آبرو ضائع کرتا ہے) پس جو شخص (اپنی آبرو کو باقی رکھنا) چاہے وہ اس کو اپنے منہ میں باقی
 رکھے (یعنی سوال ترک کرے) اور جو شخص (اس کو باقی نہ رکھنا) چاہے وہ اس (آبرو) سے دست کش ہو جائے
 (یعنی سوال کرے اپنی آبرو ضائع کرے) مگر یہ کہ آدمی حاکم سے سوال کرے یا اس امر میں سوال کرے
 کہ جس کے لئے سوال کرنا ناگزیر ہو (یعنی اس صورت میں اس کی آبرو ضائع نہیں ہوگی) اس کو ابو داؤد
 و ترمذی و نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ لاحق ہوا
 (یا کوئی اور شدید ضرورت پیش آئی) پھر اس نے اس کو لوگوں پر ظاہر کیا (یعنی شکایت کے طور پر ذکر کیا اور ان سے
 حاجت روائی چاہی) تو اس کے فاقہ کا سدباب نہیں کیا جائے گا۔ اور جس نے اس کو اللہ تعالیٰ سے
 عرض کیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ جلدی موت دیکر یا پورے دولت مند بنا کر اس کو مستغنی کر دے گا۔
 اس کو ابو داؤد و ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے
 فرمایا کہ لوگو! تم جان لو کہ بیشک طمع فقر ہے اور بلاشبہ (لوگوں سے) ناامید ہونا تو نگرہ بے نیازی
 ہے اور تحقیق جب آدمی کسی چیز سے ناامید ہو جاتا ہے تو اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے اس کو زین نے
 روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابو ذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ و آلہ وسلم نے بلایا اور آپ نے مجھ پر یہ شرط عائد کی کہ تو لوگوں سے کبھی کچھ نہ مانگے۔ میں نے عرض کیا
 بہت اچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اگر تیرا کوڑا (بھی) تیرے (ہاتھ) سے گر پڑے تو وہ بھی کسی سے
 نہ مانگ حتیٰ کہ تو اس کی طرف اتر اور خود اس کو اٹھا، اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ

۱۔ مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ (مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۱) ۲۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۱۔ ۳۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۳ ۴۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۵

۵۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۶ ۶۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۷ ۷۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۶۔

فرامی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں (لوگوں سے) سوال کر سکتا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سوال مت کر اور اگر تجھ کو اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو نیک لوگوں سے سوال کر، اس کو ابوداؤد و نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بھوکا ہو یا اس کو کوئی ضرورت لاحق ہوئی پھر اس نے اس کو لوگوں سے چھپایا اور اس حاجت کو اللہ تعالیٰ کی طرف پیش کیا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے لئے ایک سال کی خوراک حلال ذریعے سے کھول دے، اس کو طبرانی نے اوسط و صغیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے کسی چیز کا سوال کیا اور اس کے پاس اس قدر ہے جو اس کو غنی کر دے تو بلاشبہ وہ جہنم کے انگارے جمع کرتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کس قدر چیز سے غنی ہو جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس قدر ہو جو اس کے لئے صبح یا شام کی خوراک ہو سکے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مانگا وہ ملعون ہے اور جس شخص سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مانگا گیا تو اس نے اس سائل کو جبکہ وہ بدکلامی کے ساتھ نہ مانگے منع کیا (یعنی چھڑکام تو وہ (بھی) ملعون ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک قیامت کے روز ایک قوم آئیگی جن کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا انہوں نے دنیا میں مانگنے کے باعث اس (گوشت) کو ختم کر دیا ہوگا پس جس اپنی ذات پر سوال کا دروازہ کھولا حالانکہ وہ اس سے مستغنی تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دے گا، یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ لوگو! تمہارے لئے ضروری ہے کہ سوال کرنے سے بچو، بیشک جو سوال کرنے سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو (ممنوع چیزوں سے) بچاتا ہے (اور محتاج نہیں کرتا) اور جو شخص بے نیازی ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس (کے دل) کو بے نیاز کر دیتا ہے، اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے بندوں کو صبر سے زیادہ وسیع کوئی رزق نہیں دیا گیا، اگر تم اس طرح سالتے کہ تجھ سے سوال نہ کرتے تو جو کچھ میں پاتا تم کو دیتا (حل عن ابی سعید) اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے: بیشک (بعض دفعہ) کوئی شخص میرے پاس آتا ہے اور (مستحق نہ ہونے کے باوجود) البتہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اُس کو (سائل کو رزق نہ کرنے کی عادت شریفہ کے باعث) دیدیتا ہوں سو وہ اپنے کپڑے میں آگ رکھ لیتا ہے اور اپنے اہل کی طرف دوزخ کی آگ کے ساتھ لوٹتا ہے۔ عن ابی سعید۔

۱۔ یہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف میں لفظوں کی کمی بیشی کے ساتھ آئی ہے مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۳ ۱۱۴ جمع الفوائد ج ۱ ص ۴۰۳

۲۔ اس حدیث کا کچھ حصہ مشنہ مشنہ اس جگہ بھی مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۲

مکتوبہ ۳۸

ملا ابوالفیض کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ سب سے بڑا عجب طالب کائنات کا نفس ہے۔

اللہ تعالیٰ فیوض و برکات کے دروازے کھلے رکھے، طالب و مطلوب کے درمیان سب سے بڑا عجب طالب کائنات ہے، ادع نکسک و تعالیٰ انت العمامۃ علی شمسک فاعرف حقیقتک [تو اپنے نفس کو چھوڑے اور آجاتو اپنے سورج پر (خودی) ابر ہے پس تو اپنی حقیقت کو پہچان لے] سالک کے نفس کا درمیان سے دور ہو جانا ایک ذوقی و وجدانی امر ہے جو تحریر و تحریر میں نہیں آسکتا اور پڑھنے اور مطالعہ کتب سے حاصل نہیں ہوتا اور اللہ جل شانہ کی عنایت و جذب کی سبقت اور عالم اسباب میں کسی شیخ کامل مکمل کی صحبت اس (شیخ) میں قنات ہونے کی شرط کے ساتھ ہونی چاہئے، آپ کو صحبت کم ملی ہے اس قدر موقع نہیں ملا کہ بعض ضروری امور بیان کئے جاتے اور اگر باطنی رابطہ قوی اور محبت درست ہے تو امید ہے کہ اس کے مطابق فیض دینے والے (شیخ) کے باطن سے فیوض و برکات اقدر کرنا حاصل ہو جائے اور جن کمالات کی امید کی گئی ہے عکس انداز ہوں المرء مع من احبہ [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے] نبی کریم علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے۔

چشم دارم کہ در شاخک مرا حسن قبول آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را

(وہ اللہ) کہ جس نے بارش کے قطرہ کو مٹی بنا دیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے آنسوؤں کو حسن قبول عطا فرمائے گا) والسلام

مکتوبہ ۳۹

شیخ ابوالمظفر محمد شامی کے نام تعزیت کرنے اور اپنے شیخ کے طریقے کی محافظت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ برادرانِ طریقت کو اس ہولناک واقعہ سے صبر جمیل و اجر عظیم عطا فرمائے، اہل اللہ کا وجود زندگی میں بھی اور مرتے کے بعد بھی رحمت ہے، جن فیوض و برکات کا ان کی زندگی میں افادہ و استفادہ لیا جائے ان کی وفات کے بعد بھی ان کا امیدوار رہنا چاہئے اور جانتا چاہئے کہ یہ فیوض و برکات اس وقت تک جاری رہتے ہیں جب تک کہ شیخ کے طریقے میں کوئی نئی بات واقع نہ ہوئی ہو اور جب طریقے میں نئے مور پیدا ہو جائیں جو کہ شیخ کی زندگی میں نہیں تھے تو فیض کا راستہ بند ہو جاتا ہے اس بدعت کی طرح

جو دین میں پیدا ہو جائے اور اس کی وجہ سے سنت کے انوار میں کمی واقع ہو جائے پس اُس جگہ کے دوستوں کے لئے لازم ہے کہ اپنے شیخ کے طریقہ کی حفاظت کریں اور اس میں کوئی نئی بات پیدا نہ کریں اور اس طرح پر زندگی گذاریں کہ ایک دوسرے میں فانی ہوں اور ذکر کے حلقہ کو سابقہ طریقوں پر (اچھی طرح) قائم رکھیں اور اوقات کو (اورادو و وظائف سے) آباد رکھیں اور نیکیوں کے حصول میں جلدی کریں اور طاعات کے بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں، سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ أَلَا بِئِنَّ رَبَّكُم مِّن مَّغْفِرٍ ذُو بَرٍّ وَرَحِيمٍ اور ان کے صاحبزادوں کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں اور مشروع طریقہ پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کو بہت بڑا امر جانیں اور اس فقیر کو ایمان کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ماہ ذی الحجہ (۱۶۷۰ھ) میں اس جگہ سے حجاز (مقدس) کے سفر پر روانگی واقع ہوگی والباقی عند التلاقی انشاء اللہ الباقی، والسلام اولاد و اخراء

مکتوبات

شیخ حسین خلوتی رومی مدنی کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب دائمی توجہ رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں ارسال فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد، آپ کا گرامی نام اس مسکین کی طرف پہنچا، آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اس تعالیٰ شانہ کی جانب دائمی توجہ و تضرع اور ماسو کو اللہ سے (رہائی) اٹھنے میں رہیں۔ عارفین کے قلوب اُس کی محبت کی آگ میں جلتے رہتے ہیں اور مجہین کے جگر اُس کی تمنائیں پیاسے رہتے ہیں، پس اس شخص کے لئے تو شجری ہے جس کو اُس (تعالیٰ شانہ) کے ماسو اور کوئی غم و فکر نہ ہو اور اس شخص کے لئے بشارت ہے جس کو اُس (تعالیٰ شانہ) کے علاوہ کسی اور کا شعور نہ ہو، پس اُس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اُس شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا، تو اُس کی طلب میں وضائی (بیگانہ) اور اُس کی طاعت میں اور اس کی خوشنودی طلب کرنے میں اوصدی (منفرد) ہو جا اور مجلسوں اور خلوتوں میں اُس کے ذکر پر پورا دمت کرتا کہ تو انتہائی مقاصد حاصل کر لے اور افضل موجودات پر صلوة و سلام ہو۔

مکتوبات

اسوۃ العلماء المحمدين سيدنا العابدین کی طرف عارف کی فنا کے بلین میں ارسال فرمایا۔

بسم الله الرحمن الرحيم حامدا لله العظیم ومصليا على رسولنا الكريم جناب عالی ستاره توراتی
 روز و شب کی شادمانی، سید و فاضل، کامل و محدث و عالم و عامل، نہایت عزت و احترام کے ساتھ
 کامل و مکمل سلام و کثیر تسلیمات کے ساتھ مخصوص ہیں ان کی ہدایت کے آفتاب ہمیشہ طلوع ہوتے
 رہیں اور ان کے فیض رسائی کے اتوار ہمیشہ چمکتے رہیں۔ اما بعد، پس جبکہ آپ نے ازراہ مہربانی ہمارے سال
 دریافت کیا ہے اور ہماری آرزوؤں کی جستجو کے ساتھ توازش فرمائی ہے تو (جو با عرض ہے کہ) ہم خیر دعا
 سے ہیں اور دوستوں کی ملاقات کا شوق رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو محبت کی آگ میں غوطہ زن ہیں اور اللہ کریم
 سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کی درازی عمر کی برکات سے مسلمانوں کو مستفید فرمائے اور ہمیں دوبارہ آپ کی
 ملاقات کے شرف سے مشرف فرمائے، آپ کے فضل عمیم سے امید کی جاتی ہے کہ ہمیں اپنے دل سے خارج
 اور اپنی دعاؤں سے فراموش نہیں فرمائیں گے، ہم محتاج فقرا ہیں اور (مخلج و فقیر) کیوں نہ ہوں
 جبکہ (عالم) امکان سب کا سب فقر و حاجت ہے، ممکن کا فقر ذاتی ہے اور اس کا فاقہ دائمی ہے، مطلوب
 حقیقی سے اس کا نصیب استہلاک (فنا) ہے اور اس بلند بارگاہ سے اس کا حصہ فنا و اضمحلال ہے
 پس وہ اس کے کمال کو کیسے پاسکتا ہے اور اس (بارگاہ مقدس) کے جلال (بزرگی) کی حقیقت کی
 طرف اس کے لئے کہاں راستہ ہے اور بلاشبہ یہ عدم ہے اور اس کی حقیقت خیر (بھلائی) کی نفی کرنا ہے
 اور کمال اس کے حق میں عاریتی ہے اور حسن و جمال اس کے اندر ظلی و انعکاسی ہے اور وہ انستعار
 (عاریتی) کمال اور استفاد (انعکاسی) جمال کی وجہ سے خیالِ فاسد کے ساتھ اپنے آپ کو کامل
 خیال کرتا ہے اور دعویٰ باطل کے ساتھ اپنے لئے خیر و جمال کا دعویٰ کرتا ہے اور اس نے اس فاسد
 بنیاد پر بلند عمارت بنا کی ہے اور درخت پھل کی خیر دیتا ہے پس اگر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت اس کا
 راک نہ کرے اور (اللہ تعالیٰ کے) کرم و لطف کی سبقت اس کے شامل حال نہ ہوتو اس کے لئے
 نہایت افسوس ہے پس کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور خیریت (بھلائی) خیریت کے
 سلب (نفی) میں ہے، اگر وہ خیر و کمال کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرے تو خائن ہوگا اور اپنی
 دل کے ساتھ شریعت کا مدعی ہوگا لیکن اگر (اس کو) عدم (فنایت) کے بعد وجود محبوب کے ساتھ

موجود کیا جائے اور ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے تو اس وقت یہ نسبت و دعویٰ درست ہے) لایجل عطایا الملک الامطایاہ (بادشاہوں کے عطیات اہلی کی سواریاں اٹھاتی ہیں) اللہ سبحانہ اپنے نبی اُمّی اور ان کی آلِ کرام علیہم وعلیہم الصلوٰت والتجیات والبرکات کے طفیل آپ کی دعائے خیر سے ہمیں ان معانی کے ساتھ ایمان اور اس مشرب سے کچھ شربت عطا فرمائے۔

مکتوب ۲۲

شیخ بایزید ولد شیخ بدیع الدین سہارنپوری کے نام حالتِ نماز کی فضیلت اور ایلئے خلق پر مبر کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد عرض رساں ہے کہ آپ کے مکتوبات گرامی موصول ہوئے چونکہ پسندیدہ احوال پر مشتمل اور جمعیتِ باطن کی خبر دینے والے تھے (اس لئے مسرت و شادمانی کا باعث ہوئے) وہ حالت جو آپ کی نماز میں میسر ہوتی ہے اور اس کا حضور ولزت نسبت کے اصلی ہونے کی خبر دیتا ہے اور کام کے انجام کا پتہ دینے والا ہے اس نعمت کا شکر بجالائیں اور اس کی کیفیت و کیت (مقدار) کے زیادہ ہونے میں کوشش کریں اور نماز کو طولِ قیام اور اس کے آداب و شرائط کے ساتھ بجالائیں اور اس نعمتِ عظمیٰ کے حاصل ہونے پر شکر گزار رہیں اور تمام مافات (قوت شدہ امور) کا عوض اس کو جائیں اور زمانہ کی تلخیوں (تکلیفوں اور سختیوں) کا علاج اس شیرینی کے ساتھ کریں۔

برشکر غلطیدے صفراویاں از برائے کوری سودائیاں

(اے صفراوی مزاج والو! تم شواری مزاج والوں کے اندر سے پن کیلے یعنی ان کی طبیعت کے برخلاف شکر پر تو طبعی خوب استعمال کرو) وَأَمْرٌ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَأَصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا تَسْأَلُكَ رِزْقًا وَهَنْ نَزَقْنَاكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ (اپنے اہل و عیال کو) بھی نماز کا حکم کرتے رہے اور خود بھی اس کے پابند رہے ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے ہم ہی آپ کو رزق دیتے ہیں اور عاقبت (اچھا انجام) پر ہمیر گاروں کے لئے ہے)۔

آپ نے لکھا تھا کہ نماز کے باہر اس خوبی کے ساتھ نسبت ظاہر نہیں ہوتی اس کا کیا سبب ہے؟ میرے مخدوم! جس مکتوب میں ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) نے تحریر فرمایا ہے کہ نماز کے باہر گویا معطل و بیکار ہے۔ اگر آپ اس کا مطالعہ کریں تو بظاہر کامل تشفی ہو جائے گی اور حلقہ ذکر میں کبھی دوستوں کی طرف متوجہ ہوں اور کبھی اپنے احوال کے ساتھ مشغول ہوں تاکہ خودی (انانیت) سے

پوری طرح نکل جائیں۔ مختصر یہ ہے کہ مقتضائے وقت کے مطابق عمل کریں۔ آپ نے قرابت داروں کی ایذا اور اہل شہر کی جفا کے متعلق لکھا تھا، املاک (جائیدادوں) کے تبدیل ہو جانے اور رزقوں (آمدنیوں) کے کم ہو جانے کے بارے میں (بھی) لکھا ہے (پیام) دوستوں کی تکلیف کا باعث ہوا، حق سبحانہ ظالموں کے شر سے محفوظ رکھے اور اپنے پاس سے فراخی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **لَتَبْلُوَنَّ فِيْ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَذٰی كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ** [تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ان لوگوں سے جو کہ مشرک ہیں بہت سی دل آزاری کی باتیں ضرور سنو گے اور اگر تم صبر کرو گے اور پیغمبر کی اختیار کرو گے تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے] مسیبت اسی کی طرف سے اور مسیبت کا درد ہونا بھی اسی سے ہے، ہر چیز کا وقت معین ہے کہ اس سے

۲۴

۲۵

۲۶

تقدیم و تاخیر کی گنجائش نہیں ہے۔ **لِكُلِّ اَجَلٍ كِتٰبٌ** [ہر زمانہ کے لئے مخصوص احکام ہیں] بے چینی کوئی فائدہ نہیں رکھتی۔ **وَلَا تَمَسُّكَ اللّٰهُ بِصُرِّ قَلْبِكَ وَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاَنْ يُّرَدَّكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيبُ بِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ** [اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف لا تو کرے تو اس کے سوا اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تجھ کو کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنا فضل نصیب کر دیتا ہے۔] اگر غمگسار وہ ہے تو تمام غم بیچ میں اور اگر نہیں ہے تو اس غم کی فکر کرنی چاہئے جو کہ تمام غموں سے بڑھ کر ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ

اگر ہزار غم است از جہانیاں بردل ہمیں بس است کما و غمگسار یا باشد

[اگر دنیا والوں (کی طرف) سے دل پر ہزار غم ہیں تو یہی کافی ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہمارا غمگسار ہے]

کاش وہ شیریں و راضی ہو جائے اگرچہ دنیا تمام تلخ (ناراض) ہو، وہ مراد (مطلوب) بن جائے اور نمانا دنیا نامراد (غیر مطلوب) ہو جائے۔

لِتَك تَحْلُوْا وَالْحَيٰتِ مَرِيْرَةٌ
وَلِيْتَ الَّذِيْ بِيْنِيْ وَبِيْنِكَ عَامِرٌ
اِذَا صَمَّ الْوُدْمَكَ يَا غَايَةَ الْمُنَى
وَلِيْتَكَ تَرْضَى وَالْاَنَا مَرْضَابٌ
وَبِيْنِيْ وَبِيْنِ الْعَالَمِيْنَ خَرَابٌ
فَكُل الَّذِيْ فَوْقَ التَّرَابِ تَرَابٌ

۲۷

[کاش تو شیریں ہو جائے اگرچہ زندگی تلخ ہو اور کاش تو راضی ہو جائے اگرچہ مخلوق ناراض ہو اور کاش تو میرے اور تیرے درمیان ہے وہ آباد ہو اور جو میرے اور جہانوں کے درمیان ہے وہ برباد ہو، اے آرزوؤ! کی انتہا (محبوب) ! جب تجھ سے محبت درست ہوگی تو پھر جو کچھ مٹی کے اوپر ہے وہ مٹی ہے۔]

اور یہ جواب نے لکھا ہے کہ پریشانی کے ان تمام اسباب کے باوجود باطنی جمعیت میں کوئی خلل نہیں ہے بلکہ جب (ان) سب کو خدائے تعالیٰ (کی طرف) سے دیکھا ہے اور اس کے فعل کو ان کے درمیان میں جلوہ گر کرنا ہے تو شوق اور زیادہ ہو جاتا ہے اور دل جمعی میں ترقی رونما ہو جاتی ہے اور اس شوق و جمعیت کو بھی اسی سے جانتا ہے اور اپنے آپ کو خالی محض دیکھتا ہے۔ اس کے مطالعہ نے بہت مسرور کیا اور تمام تظیفوں کو زائل کرنے والا ہو گیا، حق سبحانہ اس دید کے کمال تک پہنچائے اور نیستی (فنائیت) کی حقیقت و تحقق کرے۔ اور آپ نے شاہجہاں آباد کے سفر کے بارے میں لکھا تھا اس بارے میں چند بار استخارہ کیا اور التجا و تضرع بجالائیں شہر صدر حاصل ہونے کے بعد اگر توجہ ہوں تو گنجائش ہے۔

مکتوب ۳۳

میرزا محمد صادق کے نام ان کے واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد فرمائے، اور اپنی بارگاہ مقدس کی طرف راستہ کھول دے جو گرامی نامہ آپ نے اس مسکین کے نام لکھا تھا اس کے صادر ہونے سے مسرور ہوا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ میں ایک روز اس بات کی فکر میں تھا کہ روح کس طرح کی ہوگی، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بندہ کے نزدیک بیٹھا، اس کے ہاتھ میں سرخ رنگ کی چمکتی ہوئی کوئی چیز ہے جو عینہ عمل بدشاں ہے کہ جس کو بادشاہ اپنے سر پر رکھتے ہیں، وہ شخص مجھ سے کہتا ہے کہ روح یہ ہے، فقیر کے منہ کے قریب لایا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ابر کی طرح پھیل کر وجود کے اندر آجاتی ہے اور کھینچے جاتے وقت پھر اسی طرح سمٹ جاتی ہے۔ میرے معذورم! آپ کا یہ خواب درست ہے، ہر گول نے روح کے نور کو سرخ قرار دیا ہے اس کی سرخی اسی لحاظ سے ہے اور اس کی چمک اس کی نورانیت کی وجہ سے ہے، روح بے چوٹی (بے کیفی) سے کچھ حصہ رکھتی ہے اس کا پھیلنا اور سمٹنا اس کے تشل کی رو سے ہے، ہر گول نے کہا ہے کہ روح زمین میں داخل ہے اور اس سے خارج ہے اور متصل ہے نہ منفصل، اس کو بدن کے ساتھ تدبیر و تصرف کا تعلق ہے، روح کی حقیقت کو جاننے والا اعلام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہے، وَقَالُوا تَبٰۤیُٔۡم مِّنَ الْعٰلَمِیۡنَ قٰلِیۡلًا ؕ (اور تم کو اس کا محض تصور اساعلم ریایا ہے)۔

اور ذکر نفعی اثبات کی تعداد و وقت معین نہیں ہے جس وقت چاہے کرے اور جیک سانس (روکنا) ساتھ کہتا رہے خواہ کسی عدد تک پہنچے لیکن طاق کہے جفت نہ ہے اور اسی وجہ سے

اس ذکر کو قوتِ عددی کہتے ہیں اور اگر کسی وقت جس دم (سانس روکنا) نہ کر کے تو جس دم کے بغیر کہے کیونکہ جس دم لازمی شرط نہیں ہے اس ذکر پر اس قدر مداومت کریں کہ سینہ کی وسعت میں حق سبحانہ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے اور اس تعالیٰ شانہ کے مقصود ہونے کے سوا کوئی اور مراد نہ ہو تاکہ زندگی کی حقیقت ظاہر ہو جائے، وبن وند خراط العتاد (اور اس کے علاوہ بیفائدہ کوشش کرنا ہے) والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب

میر باقی بخاری کے نام صوفیائے کرام کے طریقہ کے بیان میں اور ان اکابرِ قدس اسرارِ ہم کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ عافیت و جمعیت کے ساتھ رکھے اور شرعِ محمدی و سنتِ احمدی علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے راستہ پر استقامت و دوام عطا فرمائے اور دنیا کے تعلقات اور ماسویٰ کی گرفتاری سے آزاد کر کے اپنی معرفت کے شامیانوں اور قُرب کے سراپدوں میں اُنس و الفت نصیب فرمائے اور یہ حقیقت عالم اسباب میں صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنے کے ساتھ وابستہ ہے، یہ اکابرِ حقِ جیل و عدا کی محبت میں اپنے آپ سے (بھی) اولیٰ نے علاوہ دوسروں سے (بھی) قطع تعلق کر چکے ہیں اور اس کے عشق (کی وجہ) سے آفاق و انفس سے گزر کر (اور) ماسویٰ اللہ کو اس کی راہ میں قربان کر کے اس کے ساتھ موافقت کر لی ہے اگر حاصل رکھتے ہیں تو اسی کو رکھتے ہیں اور اگر واصل ہیں تو اسی کے ساتھ واصل ہیں، ان کے باطن کو ماسویٰ اللہ تعالیٰ سے اس حد تک انقطاع حاصل ہو گیا ہے کہ اگر وہ ساہا سال (بھی) ماسوا کو یاد کریں تو وہ ان کو یاد نہ آئے اور وہ نفس کی انانیت (پس پن) سے اس قدر آزاد ہو چکے ہیں کہ اپنے اوپر کلمہ انا (ہیں) کے اطلاق کو شرک جلتے ہیں، رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِمْ (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کر لیا) اور رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت و خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روک سکتی) لے اللہ مجھے اس قوم میں سے کر دے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے کر دے کہ میں دوسری قوم کی طاقت نہیں رکھتا۔ جو شخص بھی اس راستہ کی خواہش رکھتا اور اس فکر کا بیج (اپنے) دل میں بونٹے اُس کو چاہئے کہ ہر چیز کو چھوڑ کر ان اکابر کی صحبت اختیار کرے اور جان کو طلبگاری کے لوازم (شرائط) پر شاکرے اور جس جگہ سے اس نعمت کی خوشبو دماغ میں پہنچے اس کے لئے کوشش کرے، کسی نے خوب کہا ہے

بعد ازین مصلحت کار در اں می بینم کہ روم بردر میخانه و خوش نمیشینم
 (اس کے بعد کام کی مصلحت اس بات میں دیکھتا ہوں کہ میں میخانہ کے دروازے پر جاؤں اور وہاں خوش و خرم بیٹھ جاؤں)
 دوستوں سے سلامتی خاتمہ کے لئے دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع
 الهدیٰ والترم متابعتہ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰات والتسلیمات العلیٰ۔

مکتوبات

میرزا محمد شاہ کے نام کینی دنیا کی مذمت میں اور معرفت الہی کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے
 میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله العلی الاعلیٰ والصلوة والسلام علی رسولہ المصطفیٰ ونبیہ المجتبیٰ وعلیٰ المؤمنین
 البررة التقی، آپ کا گرامی نام پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا۔ میرے مخدوم! دنیا بظاہر شیریں ہے،
 ظاہر کے اعتبار سے تروتازگی رکھتی ہے، حقیقت میں ایک زہرِ قاتل اور ایک متلع باطل اور ایک
 بے فائدہ تعلق ہے، اس کا قتل کیا ہوا ذلیل اور اس پر فریفتہ دیوانہ ہے، یہ ایک سونے میں پیٹی ہوئی نجاست
 اور ایک شکر آلود زہر ہے، عقلند وہ ہے جو اس قسم کی کھوٹی پونجی پر فریفتہ نہ ہو اور اس قسم کے بیکار ساز و
 سامان کے ساتھ گرفتار نہ ہو اور اس قلیل فرصت میں مولائے حقیقی جل شانہ کی رضامندی حاصل
 کرے اور آخرت کا زاہد راہ تیار کرے، اس عالم فانی میں مقصود زندگی کے وظائف و اعمال کا بجالانا
 اور معرفت الہی کا حاصل کرنا ہے، افسوس ہے کہ جو کچھ اس دنیا میں اس شخص سے طلب کیا گیا ہے
 بجانہ لائے اور دوسرے امور میں مشغول ہو جائے۔

ترسم کہ یار بامانا آشنا بماند تا دامن قیامت این غم بجا ماند

(ڈرتا ہوں کہ دربادا) محبوب ہمارے (حال سے نا آشنا ہی) رہے اور یہ غم دامن قیامت تک ہمارے ساتھ رہے)
 والسلام

مکتوبات

محمد معین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالب کو ہمیشہ طلب میں بے قرار رہنا چاہئے۔

الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ نے جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، ذکر قلبی میں بکثرت مشغول ہونا

کدوہ بچہ حرکت میں آیا اور اس کے دونوں پہلو جنبش میں آئے، اُس نے اپنا رخ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب کیا اور (آپ کے) روئے مبارک پر ٹھکنے لگی باندھ کر دیکھتا رہا، اُس سے ایک تبسم ظاہر ہوا اور ہنسی تک نوبت آگئی شاید کہ جمال و کمال کے شہود سے لذت اندوز ہوا۔ ایک لمحہ بعد آنسور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر فرمایا کہ یہ بھتی ہے، تمام لوگ حیرت زدہ رہ گئے الخ۔ آپ جان لیں کہ ہو سکتا ہے بچہ نفس انسانی سے عبارت ہو، النفس کا لطفل [نفس بچہ کی مانند ہے] آپ نے سنا ہوگا اور چونکہ نفس فی نفسہ آسمانی (خداوندی) احکام کا منکر ہے اور حق جل شانہ کی دشمنی پر قائم ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے عاد نفسك فانها انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس کو دشمن سمجھو چونکہ وہ میری دشمنی میں کمر بستہ ہے] اور وہ اس اعتبار سے دوزخ کا مستحق ہے (اس لئے) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو دوزخی فرمایا، جب اُس نے آنکھ کھولی اور غفلت دگرہی کے پردے سے نکل گیا اور جمال و کمال سروری پر نظر ڈالی اور اس مشاہدہ سے لذت اندوز ہو کر منسا اور کھلا یعنی رضا مند ہوا اور ظاہر و باطن کی فرمانبرداری کے ساتھ پیش آیا تو اس کو بہشت کی بشارت دی گئی بیشک نفس جب تک مارا ہے

فائب وفاسرہ ^{۸۰} قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا [یقیناً وہ کامیاب ہوا جس نے اس نفس کو پاک کیا اور وہ ناکام ہوا جس نے اس نفس کو رگنا ہوں میں) دبا ریا] اور جب (نفس) مطمئن ہو گیا اور راضی و مرضی (پسندیدہ) بن گیا تو اس کو جنت و قرب و وصال کی بشارت دی گئی، يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمِئِنَّةُ

ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۖ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۖ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۗ [اے نفس مطمئنہ! اپنے پروردگار کی طرف اس حالت میں جا کہ تو اُس سے خوش ہو اور وہ تجھ سے خوش ہو پھر تومیرے بندوں میں شامل ہو جاؤ میری جنت میں داخل ہو جا] شاید کہ یہ بچہ چونکہ نفس کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے آپ کا لطیفہ ہوا اور آپ کے (نفس) امارہ نے اطمینان کی خوشخبری پائی ہو اور بعد (دُوی) کی دوزخ سے وصال کی جنت کے ساتھ بشارت دیا گیا ہو۔ لیکن جاننا چاہئے کہ خواب استعداد (قابلیت) کی خبر اور قوت کی بشارت دینے والا ہے جو کہ فعل کے قریب ہے، سخت محنت کرنی چاہئے تاکہ اس کی استعداد ظاہر ہو جائے اور قوت سے فعل میں اور گوش سے آغوش میں آجائے۔

میں تو اندر کہ دہرا شک مرا حسن قبول آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را

(جس رات) نے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی شرف قبولیت بخش سکتا ہے)

اور دوسرے واقعہ کی تعبیر جو کہ اُس (خط) میں لکھا ہوا ہے (یعنی یہ کہ) "فیر آپ سے کہتا ہے کہ

اے فلاں شخص! ہمارا دل و جان تیری طرف متوجہ ہے" ظاہر ہے کہ دونوں کے مابین مناسبت کاملہ

کی خبر دینے والے حق سبحانہ اس کے آثار کو ظہور میں لائے، انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب (اور قبول کرنے والا) ہے]۔

مکتوبہ ۲۸

مولانا محسن سیالکوٹی کے نام اس کمال کے ذکر میں جو کہ مقام جمع کے مناسب و واحد جو جمع بعد الفرق کحاشا
مناسبت رکھتا ہے اور عین البین وحق الیقین کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بِحَمْدِ اللّٰهِ عَلٰی تَعَاهُدِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰی اَفْضَلِ رَسُوْلٍ وَاَنْبِیَاءٍ ثُمَّ عَلٰی الْمَوْجِبَةِ سَائِرِ اَوْلِیَاءِ
آپ کے مکتوب گرامی نے وصول ہو کر خوش وقت و لطف اندوز کیا، وجود کی نفی اور عدمیت ذاتی کے رد بیان
کی بابت لکھا ہوا تھا نیک و مبارک ہے، حق تعالیٰ اس دید کو اور زیادہ قربائے اور اس سے (وجود کے) عین و ان
کو دور کرے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اپنے احوال لکھنا وجود کا اثبات بخشا ہے" اور یہ بھی لکھا تھا کہ "اپنے آپ کو
کچھ نہیں پانا دوست کا نشان کس طرح پائے، اگر ہے تو اپنے آپ کو، ہستی حق کا نشان پانا ہے اور اگر نہیں ہے
اور عدم محض اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے صورت پذیر ہے تو کیا پائے، وہ پاک ذات اور میں مخلوق
میں اپنے کاروبار سے حیران ہوں، میں کسی چیز کو سمجھنا چاہتا ہوں (لیکن) جو کچھ میں سمجھتا ہوں حق تعالیٰ
اس سے پاک اور باوراء ہے پس میں سچ کیا کروں؟" میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے لکھا ہے سب درست
سخیرہ ہے، سالک ہستی حق کے ظہور و غلبہ کے وقت اپنی ہستی موبوم کو لاشی و ناچیز پانا ہے جس
بیچارہ نے اپنے آپ کو گم (فنا) کر دیا ہے اپنی ہستی سے خبر نہیں رکھتا، وہ ہستی مطلق سے کیا خبر رکھے گا
اول اس کے جمال و کمال سے کیا حصہ حاصل کرے گا، کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور صمدانی
(اس کے لئے) بھلائی کی نفی میں ہے، اُس بارگاہِ عالی سے اُس کا نصیب استہلاک و بے بسیبی ہے
ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا ہے

از حضرت ذات بہرہ استہلاک است استہلاک کے کہ از تصور پاک است

[حضرت ذات سے (صرف) استہلاک نصیب (ہوتا) ہے، استہلاک (بھی) وہ جو کہ تصور پاک ہے]

بیچارہ سالک اس وقت میں کیا کرے اور مطلوب کا علم کہاں سے لائے کہ علم عین کے منافی ہے۔
جاننا چاہئے کہ یہ کمال مقام جمع کے مناسب ہے اور جب عارف اس مقام سے ترقی کرتا ہے اور
فرق بعد الجمع (کے مقام) تک پہنچتا ہے اور بقا و شعور کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے اُس وقت علم و عین
دونوں جمع ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے منافی نہیں ہوتا اس وقت باقی کے علم کے ساتھ پایگانہ رفانی
کے علم کے ساتھ من قتلہ فانادیتہ [جس کو میں قتل کرتا ہوں تو میں (خود) اس کا خون بہا ہوتا ہوں] سے

گر بر سر کوئے عشق من کشتہ شوی شکرانہ بدہ کہ خونہائے تو منم

(اگر تیرے عشق کے کوچے میں قتل ہو جائے تو شکر انا دارا کر کیونکہ تیرا خونہا میں ہوں)

عین فنا میں باقی اور عین بقا میں فانی ہے، آپ نے لکھا تھا کہ حق الیقین کس کو کہتے ہیں اور عین الیقین کیا ہے اور میں بندہ کون ہوں اور کیا ہوں۔ میرے مخدوم! آپ عدم ہیں اور بندہ ہیں کماؤں (تعالیٰ شانہ) کے پرتو کی وجہ سے تمام عبادات سے جدا ہو گئے ہیں اور عدم مطلق سے ممتاز ہو کر وجود بنا ہو گئے ہیں اور جب ہستی مطلق اس وجود تمام پر غلبہ پالیتی ہے اور یہ موم ہستی اس کے پرتو میں پوشیدہ و ناچیز ہو جاتی ہے اور اُس کے شہود و تجلی میں مدہوش و حیرت زدہ ہو جاتی ہے، ناپنا علم رہتا ہے اور نہ مطلوب کا علم رہتا ہے (تور یہ) عین الیقین اور کفر طافیت ہوتا ہے۔

حسن تو چیاں ساخت مرا زیرِ زبر کز خال و خط و زلف تو ام نیست خبر

(تیرے حسن نے مجھ کو ایسا نہ دیا کہ بالاکر دیا کہ مجھ کو تیرے خال و خط اور زلف کی رہی خبر نہیں ہے)

اسلام کی خوبی اور کفر کی بُرائی اس وقت میں پوشیدہ ہو جاتی ہے، اس مقام میں کسی سالک نے کہا ہے۔

بکفر و باسلام یکساں نگر کہ ہر یک زدیوان اور قریست

(تو کفر و اسلام کو یکساں دیکھ کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک اس کے دیوانہ ایک دفتر بلب ہے)

اس مقام سے جب ترقی واقع ہوتی ہے اور جس چیز میں کہ وہ گم ہوا تھا اس کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور

اُس (تعالیٰ شانہ) کے اطلاق و اوصاف کے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے تو حق الیقین پیدا ہوتا ہے، اس وقت

اسلام کا حسن جلوہ گر ہو جاتا ہے اور اسلام حقیقی تک جو کہ ذوال اور کفر کی بُرائی سے محفوظ ہے پہنچ

جاتا ہے اور حیرت و مدہوشی سے نکل آتا ہے اور علم عود کر آتا ہے اور عین کا حجاب نہیں رہتا جیسا کہ گذرا،

اس وقت میں اُس کو اُس کے ساتھ پائے گا نہ کہ اپنے ساتھ اور اپنے علم کے ساتھ جو کہ فانی ہو گیا ہے۔

آپ جان لیں کہ عین الیقین و حق الیقین قوم (صوفیہ) کے نزدیک شہودِ انفسی میں داخل ہر کیونکہ یاقوت

رہا، ان کے نزدیک انفس تک محدود ہے اپنے باہر شہود نہیں ہے اور شہودِ آفاقی معتبر نہیں ہے اور

ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ سیرہ کے نزدیک شہودِ انفسی شہودِ آفاقی کی طرح احاطہ اعتباراً

سے ساقط ہے کیونکہ حق سبحانہ جس طرح کہ آفاق سے ماوراء ہے (اسی طرح) انفس سے بھی ماوراء ہے،

اس جمل و علا کو آفاق و انفس کے ماوراء ڈھونڈنا چاہئے پس جو کچھ کہ عین الیقین و حق الیقین میں

سالک کو مشہود ہوتا ہے وہ ذاتِ حق تعالیٰ و تقدس نہیں ہے، وہ تعالیٰ شانہ، اس آئینے سے پاک

اور اس شہود سے منترہ و بلند ہے۔ ع

در کدام آئینہ در آید او [وہ کون سے آئینہ میں سماتا ہے]

بلکہ یہ شہود اُس عزیز ہاتھ کے وجود پر دلالت کرنے والی آیات (نشانیوں) میں سے ہے اور آیات کا شہود مشاہدہ ہونا علم الیقین میں داخل ہے کہ (یہ) اثر سے موثر کی طرف استدلال ہے پس جو کچھ قوم کے نزدیک علم الیقین و حق الیقین ہے وہ حضرت عالی (قدس سرہ) کے نزدیک علم الیقین کی قسم میں داخل ہے اور علم الیقین و حق الیقین اس کے ماوراء ہے، جب تک آفاق و انفس کی قید سے کلی طور پر آزاد نہ ہو جائے گا اور شہود سے غیب میں نہ آجائے (اس وقت تک) اس کمال کا جمال پرتو نہیں ڈالتا اور مشکل ہے کہ وہ ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان (یقین) حاصل کرے، عین الیقین و حق الیقین کے بارے میں کیا لکھے اور کون سمجھے گا، یَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي [میرا سینہ تنگ ہوا جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی] - ع۔

سخن از لب تو گفتم بلم سخن گرہ شد [میں نے تیرے ہونٹ کی بابت بات کی تو بات میرے ہونٹ پر گروہ بن گئی] یہ نسبت عالیہ جو کہ نہایت نادر ہونے کی وجہ سے عقلاء نادر کا حکم رکھتی ہے، آج حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار فالق الانوار سے افاضہ و استفاضہ کی جاتی ہے اور اس بقعہ مبارک کے نائین کہ جن کی بصیرت کی آنکھ اس بارگاہ عالی کی خاک پاک کے ساتھ مہرہ آلود ہے اس قسم کے معانی اُن پر ظاہر و نمایاں ہیں اور وہ ان اسرار کے انوار سے مستفیض و منور ہیں رَبَّنَا آئِمَّةً لَنَا نُورًا وَ اَغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہمارے نور کو کامل فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک ہر چیز پر قادر ہے]

مکتوب

سیرت پناہ حاجی حرمین شریفین میر غنفر کے نام حج کی مبارکباد کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله ذي الشان عظيم البرهان والصلوة والسلام على رسول المبعوث الى الانس والجان وعلى الموصي خدي الاكرام والاحسان [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو بڑی شان اور عظیم برکت والا ہے اور صلوة و سلام اس کے رسول پر جو کہ انسانوں اور جنوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر بھی جو جو زندگی اور نیکی والے ہیں]۔ آپ کے مکتوب گرامی نے مسرور و خوش وقت کیا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ سعادت عظمیٰ کو پہنچے اور عمر کا فرضیہ (حج) اور عمرہ واجب ادا کیا اور متبرک مقامات اور مزار مقدس سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحيات کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس مقام کے انوار و برکات سے بہرہ ور ہو گئے پھر عافیت سے جماعت کے ساتھ واپس آگئے اور ہدایت (ابتداء)

کی طرف جو کہ نہایت کی خبر دینے والی ہے رجوع واقع ہوا، آپ جلدی تشریف لائیں کہ مشتاقین زیر بار انتظار میں اور کعبہ مقصود کے زائرین کی برکات کے امیدوار ہیں۔
 نشانِ آشنائاری بیاتر ویک من بنشین [تو دوست کی نشانی رکھتا، آجا اور میرے نزدیک بیٹھ جا] والسلام اولادنا۔

مکتوبہ

محمد عارف لاہوری کے نام اُن کے عرضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ احوال و کیفیات پر مشتمل تھا۔

الحمد لله ذی الانعام والصلوة والسلام علی رسولہ سید الانام والوالد الکرام وصحبة العظام
 (آپ کے) مکتوب شریف نے جو کہ ملاقات کے شوق کی خبر دینے والا اور غمہائے جدائی کا پتہ دینے والا تھا، بچکر
 خوش وقت و لطف اندوز کیا، اشرسحانہ و تعالیٰ آپ کے ذوق و شوق کو زیادہ کرے، آپ نے اپنے پیڑہ
 احوال میں سے جو یہ لکھا تھا کہ اپنے آپ کو ذات و صفات و افعال سے اس حد تک خالی پاتا ہے کہ اس
 مقام میں انا کا اطلاق مفقود ہے اور آپ نے علم حضوری کے جو کہ نفس حاضر سے عبارت ہے زائل ہونے
 کا بھی اظہار کیا تھا اس کے مطالعہ نے سرور و لطف اندوز کیا اور نیز شہودِ معیت و احاطہ ذاتی اور اس کا
 آیاتِ مشابہات کی مانند پانا بھی واضح ہوا۔ اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "حق تعالیٰ کے ماسوا کے لئے
 ذات و صفات و افعال عاریت کے طور پر ہیں؟" (یہ) قابلِ غور ہے کیونکہ ممکن کے لئے ذات نہیں ہے سب کے
 سب وجوہ و اعتبارات ہیں اور اگر ذات ہے تو عدم ہے جو کہ لاشیٰ ہے ممکن ذاتِ اقدس تعالیٰ کے مرتبے سے
 بہت کم حصہ کھتا ہے، بیشک صفات و افعال جو بمنزلہ اس کی ذات کے ہیں عاریتی ہیں، ہاں جائز ہے کہ کسی
 کامل عارف کو کامل فنا حاصل ہونے کے بعد اپنے پاس سے ایک ذات عطا فرمائیں کہ افرادِ عالم کا قیام
 اس ذات کے ساتھ ہو اور اس قسم کے عارف ایک زمانہ میں متعدد نہیں ہوتے بلکہ کئی قرون اور طویل
 زمانوں کے بعد (کوئی ایک) ظہور پاتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "حق ہر خیر کا منشا ہے اور ماسوا کے حق ہر شر کا منشا ہے
 کیونکہ وہ معدوم و مطلق ہے اور معدوم مطلق سے شر کے سوا اور کچھ صادر نہیں ہوتا۔" یہ بھی غور طلب ہے
 اس لئے کہ ممکنات تمام کے تمام عدیاتِ مقیدہ ہیں معدوم مطلق نہیں ہیں، ہاں عارفِ کامل اُن (اعدام) کے
 اصول کی طرف اپنے تعلقات کے بقدر اور کیالاتِ مقیدہ کے اطلاق کے ساتھ مل جانے کے مطابق اپنے
 عدمِ مقید کو پاتا ہے جو کہ اس کی ذات کے طور پر عدمِ مطلق اور نفی محض جو کہ غیر مقید ہے کے ساتھ ملتی ہے
 اور اعتبار اس میں ایک لحاظ سے ہے اس لئے کہ اس عدم کا تمام اعدام سے معین ہوتا اس میں منتسبات کے

ظہور اور کمالات کے انعکاس کی وجہ سے تھا پس جب کمالات اپنے اصول کے ساتھ جلتے تو عدم مقید کیلئے تمام اعدام سے امتیاز دینے والی کوئی چیز نہ رہی اور وہ عدم محض کے ساتھ مل گیا، صفات ذمیرہ سے نکل جانے اور صفات حمیدہ میں داخل ہونے کے جو واقعات آپ نے دیکھے اور لکھے تھے اور ایک دوسرے واقعہ میں جو آواز آپ نے سنی تھی کہ میں تجھ سے جدا نہیں ہوں اور تو مجھ سے جدا نہیں ہے، اس کی تعبیر یہی احوال میں جو کہ آپ نے لکھے ہیں اور دوسرا واقعہ کہ آپ نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما رہے ہیں "تیرا شیخ (پیر) میرے ہمراہ کھانا کھاتا ہے" مبارک ہے اور چونکہ اس ناکارہ کے لئے بھی بشارت ہے (اس لئے) اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجالایا۔ الحمد لله الذی ہدانا لهذا وما كنا لنهتدی لولا ان ہدانا الله لقد جادت رسل ربنا بالحق علیہم وعلیٰ آل کل الصلوٰت والتسلیما والبرکات [اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ جس نے ہمیں اس چیز کی طرف ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات کے ساتھ آئے ہیں ان سب پر اور ان سب کی آل پر درود تسلیمات و برکات ہوں]

مکتوبات

ایک بار پرفیت صالح خاتون کی طرف حضرت رسالت خاتمت علیہا علی آلہ الصلوٰت والتسلیما کی بعض عادات شریفہ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفوا: سوال: اپنی زندگی میں قبر تیار کر لینا مسنون طریقہ ہے یا نہیں؟ جواب: یہ عمل حضرت رسالت خاتمت علیہا علی آلہ الصلوٰت والتسلیما خلفائے راشدین اور تمام اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں ہوا ہے ہاں بعض سلف مثلاً حضرت عمر بن عبد العزیز وغیرہ سے منقول ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں قبر تیار کرانی ہے اور علماء کا بھی اس بارے میں اختلاف ہے بعض کراہت کے قائل ہیں اور بعض بلا کراہت جواز کے اور بعض مستحب ہونے کے قائل ہیں۔

سوال: کھانا کھانے میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عادت شریفہ کیا تھی؟ جواب: آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) بقدر ضرورت اور اس قدر کہ جس سے بدن قائم رہے تناول فرماتے تھے پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت (رسول اللہ) علیہ الصلوٰة والسلام کبھی شکم سیر نہیں ہوتے اور آنحضرت

علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ اپنے اہل میں (اس طرح رہتے) تھے کہ آپ اُن سے کسی کھانے کا سوال نہیں کرتے تھے اگر وہ لوگ کھانا لے آتے تو آپ کھا لیتے اور جو کچھ لے آتے آپ قبول فرمایا کرتے تھے اور مشروبات میں سے جو کچھ یہ لوگ دے دیتے آپ پی لیتے تھے اور آپ علی الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک سب سے مرغوب کھانا وہ ہوتا تھا کہ جس پر بہت سے ہاتھ (داخل) ہوں یعنی جماعت کے ساتھ کھاتے تھے تنہا نہیں اور معدی کرنا کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا کہ اولاد آدم (انسان) کے لئے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو درست (قائم) رکھیں، پس اگر اس پر صبر نہ کر سکے تو اس کے پیٹ کا ایک تہائی حصہ اس کے پانی کے لئے ہو اور تہائی حصہ سانس لینے کے لئے ہو، کھانے کے شروع میں بسم اللہ کہتے تھے اور یہ عمل سنتِ موکدہ ہے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص کھانا کھائے اور اس کے بعد کہے "الحمد لله الذی اطعمنی هذا الطعام ووزقنیہ من غیر حلال منی ولا قوۃ" تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں پچھلے اور اگلے کا لفظ آیا ہے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سونا صبرِ اعتدال پر اور قلیل تھا اس کے باوجود آپ کا دل مبارک ہمیں سوتا تھا بلکہ آنحضرت علیہ وعلی آلہ الف الف صلوٰۃ والتحیۃ کی آنکھ سوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کم کرنے (قصہ لے جانے) کی تاریخِ جہینے کی شترہ یا انیس یا اکیس تاریخ تھی، اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کا لباس چند قسم کا ہوتا تھا نفیس بھی پہتا ہے یعنی ردّ نہیں فرمایا ہے اور اس کے علاوہ بھی پہتا ہے اور رومی کا (سوتی) کپڑا اکثر پہتا ہے اور شمشینہ (اونی کپڑا) بھی پہتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ لباس کے بارے میں آپ کی عادتِ شریعہ تکلف کی نہیں تھی جس قسم کا حاضر ہو جانا قبولِ قرینیت اور کپڑا کاٹنے کے لئے کسی دن کا معین ہونا ثابت نہیں ہوا ہے، اور خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کا یومِ پیدائش و یومِ وفاتِ دو شنبہ (پیر) ہے، اس دن کے آخری حصہ میں وفات پائی اور اس روز جو کہ شنبہ (مثل) تھا اُن (کے جس مبارک) کی حفاظت کی گئی اور بدھ کی نصف شب اور ایک روایت میں اخیر شب میں آنحضرت علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل البرکات کو دفن کیا گیا۔ ریاضی:-

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي التُّرَابِ اعْظَمُهُ
رُوحِي الْفِدَاءَ لِقَبْرِ اَنْتَ سَاكِنُهُ
فَطَابَ مِنْ طَيِّبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكْمُ
فِيهَا الْعَفَافُ وَفِيهَا الْجُودُ وَالْكَرَمُ

[لے وہ ذاتِ حوان لوگوں میں سب سے بہتر ہے جن کی ہڈیاں مٹی میں دفن ہو گئیں اور اُن کی خوشبو سے میدان اور پہاڑیاں معطر ہو گئیں، یہی روح اُس قبرِ مبارک پر فدا ہو جس میں آپ سکونت پذیر ہیں اس میں (درحقیقت) پاکیزگی، سخاوت اور بزرگی (مدفون) ہے] آپ نے بیعتِ نبییب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی عمرِ مبارک کے بارے میں

پوچھا تھا، آپ جان لیں کہ اس بارے میں چند قول ہیں، ایک قول کے مطابق ساٹھویں سال کے اوائل میں وفات پائی، اور ایک قول کے مطابق تریسٹھ سال میں اور یہ قول سب اقوال سے زیادہ صحیح ہے اور ایک قول کے مطابق پینسٹھ سال کی عمر میں، اور علمائے ان اقوال میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ جس نے تریسٹھ سال کہا ہے اس نے سالِ پیدائش اور سالِ وفات کو حساب میں نہیں لیا اور جس نے پینسٹھ سال کہا اس نے سالِ ولادت و سالِ وفات کو بھی شمار کیا ہے اور جس نے ساٹھ سال کہا ہے اس نے عشرات (دہائیوں) کو شمار کیا ہے اور کسور (اکائیوں) کو شمار نہیں کیا۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

مکتوب ۵۲

شیخ مصطفیٰ کی طرف ہر اسمِ الہی کے تمام اسماء و صفات کا جامع ہونے کی کیفیت کے بیان میں اور مرتبہ ذات تک وصول کی کیفیت کے بیان میں اور سہاوت و سہا زواست کے قول کی تحقیق میں اور اس بیان میں کہ صفت ارادہ کا زائل ہونا ولایت کے طریقوں میں مشروط ہے نہ کہ نبوت (کے طریقوں) میں اور فناء لطائف اور ان کے اتوار کے تعین کے بیان میں اور اس بیان میں کہ قلب جو کہ شعور کا محل ہے اس کی قنایت کے بعد کون ہے جو صاحب شعور ہے اور اسباب کو اختیار کرنے اور رب الارباب (اشرف تعالیٰ) کی طرف امور کو تفویض (سپرد) کرنے کے درمیان تطبیق کی کیفیت اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَمَّا بَعْدُ، پس برادرِ اعز و ارشد کا مکتوبِ مرغوب موصول ہوا اور اس کے وصول نے مجھ کو مسرور کیا اور وہ (مکتوب) چند سوالات پر مشتمل تھا پس ہم ان کے جوابات شروع کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ ہی درست جواب کا الہام کرنے والا ہے۔

آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ ”حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بعض مکتوبات میں واقع ہے کہ ہر اسمِ الہی اسماء و صفات کا جامع ہے اگر اس سے مراد یہ ہے کہ ہر اسمِ اسماء و صفات کے ساتھ منصف ہے تو اس سے ذات کا متعدد ہونا یا عرض کا عرض کے ساتھ قائم ہونا لازم آتا ہے اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ اس اسم کا اسم بھی اسماء و صفات کا جامع ہو اور اسی طرح اسم الامم کا اسم (بھی اسماء و صفات کا جامع ہو) اسی طرح بے انتہا درجہ تک لے جائیے پس اس سے تسلسل لازم آتا ہے“ اور جواب یہ ہے کہ بلاشبہ صفت اور صفتِ صفت دونوں کا ذاتِ واجب تعالیٰ و تقدس کے ساتھ قائم ہونا جائز ہے پس اس سے انقلاب (تسلسل) لازم نہیں آتا اور نہ ہی عرض کا عرض کے ساتھ قائم ہونا لازم آتا ہے

جیسا کہ (علمائے) اعراض کے بقا (کے بارے) میں کہلے ہے کہ بیشک اعراض اور بقا جو کما س کی صفت ہر دونوں جوہر کے ساتھ قائم ہیں اور (یہ بھی) کیوں نہ جائز ہو کہ اسماء سے مراد وہ اسماء ہیں جو کہ علم واجبی تعالیٰ میں جدا جدا ہیں اور مخلوقات کے بلوری تعینات ہو گئے ہیں نہ کہ وہ اسماء جو ان میں مندرج ہیں اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ کمالات الہیہ لامتناہی ہیں پس اس بارے میں بھی کوئی دشواری نہیں ہے کہ اسماء مندرجہ بھی جامع ہوں اور تسلسل محال لامتناہی امور کا مجتمع ہونا ہے اور وہ یہاں مفقود ہے اور نیز اسم کے اسماء و صفات کا جامع ہونے سے مراد اس (سالک) کا ان کے ساتھ موصوف ہونا نہیں ہے بلکہ ان کا اس میں ملحوظ ہونا ہے یا اس کا ان کے ساتھ متعلق ہونا یا اس کا ان کے ساتھ مشروط ہونا ہے جیسا کہ بلاشبہ (صفت) علم تمام اسماء کے ساتھ اس کا تعلق ہونے کی وجہ سے تمام اسماء سے زیادہ جامعیت رکھتی ہے اور (صفت) تکوین صفات کمال یعنی علم و قدرت و ارادہ وغیرہ کے ساتھ مشروط ہونے کے اعتبار سے جامع ہے (کہ) ان کے بغیر وہ کامل نہیں ہوتی پس گویا کہ وہ صفات اس (تکوین) میں ماخوذہ ہیں اور قدرت و ارادہ (دونوں) حیات و علم کے ساتھ مشروط ہیں اور اسی طرح سمع و بصر دونوں حیات کے ساتھ مشروط ہیں اور علم کی تابع و ملزوم ہیں، پس علم کی جامعیت ان صفات میں ماخوذہ ہے اور کلام ان (صفات) پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے جامع ہے اور صفیائے موصوفہ (توحید و جود و الیٰ حضرت) کہتے ہیں کذات تعالیٰ و تقدس اپنے تمام اسماء و صفات کے ساتھ تمام اعیانِ علمیہ و خارجیہ میں ساری تجلی (سراپت کرنے والا اور جلوہ فرما) ہے اور اسی لئے وہ کہتے ہیں کُلُّ شَیْءٍ بِذاتیهِ کُلُّ شَیْءٍ [ہر چیز ہر چیز میں (ساری) ہے]

آپ نے مجھ سے یہ بھی پوچھا ہے کہ (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے) مکتوب شریف میں یہ بھی واقع ہے کہ سالک کے لئے فنا و بقا حقیقت میں بلاشبہ اس اسم میں ہے جو کہ سالک کا مبداء تعین ہے یا اس اسم کے اصول میں ہے نہ کہ ذات بحت میں تو پھر ذات بحت کا طالب ذات کے بغیر کس طرح مطمئن ہوگا اور اس کو صبر و قرار کیسے ہوگا؟ جواب :- طالب مذکور کی کوشش کا کمال یہ ہے کہ وہ ظلمانی و نورانی حجابات سے نکل جائے اور اس کی بصیرت سے پردے اٹھائیے جائیں یہاں تک کہ اس کو وصلِ عربانی حاصل ہو جائے نہ یکوہ عنقا و شکار کر لے اور جس چیز کی نہایت کو حاصل نہیں کیا جاسکتا اس کو احاطہ کر لے، اور اس کے بارے میں فارسی شعر میں کسی نے کیا اچھا کہا ہے :-

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں کا میں جا ہمیشہ بار بدست است ام را

(عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال باٹھالے کیونکہ یہاں ہمیشہ ایسا ہے جیسا کہ ہوا کو ہاتھ میں لیتا یعنی اس کو کچھ حاصل نہیں ہے)

اور ہمارا ایک متر (بھیر) ہے جو بالمشافہ گفتگو سے تعلق رکھتا ہے :-

www.marfat.com

نیز آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ سالک کے لئے مقصدِ اعلیٰ اور انتہائی مطلب یہ ہے کہ ماسویٰ اندر رہائی اور اس (تعالیٰ شائے) کے علاوہ ہر چیز کی غلامی سے آزادی حاصل کرے اور اس کو ذاتِ تعالیٰ کے ساتھ استہلاک و اضمحلال حاصل ہو جائے یہاں تک کہ وہ شرکِ خفی کے گرداب سے نکل جائے اور اسی لئے اکثر صوفیائے عالیہ کلمہ ہماوست (سب کچھ وہ ہے) کے قائل ہو گئے اور ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الف ثانی) کلمہ ہمازوست (سب کچھ اس سے ہے) کے قائل ہو گئے اور حق یہ ہے کہ اس مقصد کے حاصل ہونے میں یہ کافی ہے کہ سالک اپنے آپ کی اور اپنے ماسوا کی نفی کرے اور اس کے شہود و شعور میں حق تعالیٰ و تقدس کے سوا کچھ باقی نہ رہے اور اس کے لئے اس بات کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ معدوم محض پر موجود محض کا حکم لگائے اور ہماوست کہے، اور لیکن میرے دل میں یہ بات کھٹکتی ہے کہ بلاشبہ اس مقام کے مناسب یہ ہے ہمہ نیست موجوداوست (سب نہیں ہیں موجود ہی ہے) کا کلمہ کہے کیونکہ ظلال جب اصول کے ساتھ مل گئے تو اس کو یہ کہے بغیر چارہ نہیں ہے کہ ہمہ نیست موجوداوست۔ پس ہمازوست کا قول اگرچہ شرکِ خفی سے خارج ہے لیکن وہ شرکِ اخفی کے دائرے سے خارج نہیں ہے جیسا کہ بلاشبہ علماء شرکِ خفی سے بچے ہوئے نہیں ہیں مگر یہ کہ ہم یہ کہیں کہ یہ قول بتدیوں کی نسبت سے ہے۔ جواب استہلاک و اضمحلال مذکور کو توحیدِ شہودی کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ فنا اور حق جل و علا کے ماسوا کے شہود و وجود کے شعور کے زائل ہوجانے کا مقام ہے پس اس حال والے کے لئے کلمہ ہماوست اور ہمازوست کہنے کی گنجائش نہیں ہے جبکہ وحدتِ حقیقی کے مشاہدہ کے باعث کثرت و افرادِ عالم اس کی نظر سے بالکل دور ہوجاتے ہیں تو پھر وہ کیسے حکم لگانا ہے کہ بلاشبہ یا افرادِ حق تعالیٰ کا عین ہیں یا اس سجانہ کا غیر ہیں، یہ توجیل و حیرت کا مقام ہے اور اس قسم کے کلمات کہتا علم و تمیز کا مقتضی ہے اور صاحبِ فنا کو اپنی فنا کا شعور نہیں ہے بلکہ اس کو اپنے مطلوب کا (بھی) ادراک نہیں تو اس کو اپنے مطلوب کے ماسوا کا شعور کیسے ہوگا۔

آن معرفتے ست نامش ادراکِ بسیط آنجا چہ محل دانش و ادراکِ است

(وہ ایک ایسی معرفت ہے جس کا نام ادراکِ بسیط (بسیط کو پانا) ہے، اس جگہ دانش و ادراک کا کیا موقع ہے۔) بیشک ہمہ نیست موجوداوست "اگرچہ اس کے حال کے قریب ہے لیکن اس کے لئے مذکورہ وجہ کی بنا پر اس قسم کے کلمات کہنے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر وہ کہتا ہے تو اس کے حال میں نقص ہے اور اس کے اطوار میں شرک ہے کیونکہ یہ عین الیقین کا مقام ہے اور قوم (صوفیہ) کے مسلمہ اصول کی بنا پر اس مقام میں علم (الیقین) و عین (الیقین) دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے جواب ہے۔

اور یہاں سے آپ نے معلوم کر لیا کہ صاحب ہمہ اوست علم یقین کے دائرہ سے نہیں نکلا اور اُس نے کثرت کے شہود سے رہائی نہیں پائی اور وہ فتا و عین یقین کے ساتھ متحقق نہیں ہوا اور اگرچہ اُس نے کثرت کو حقانیت کے عنوان کے ساتھ تصور کیا ہے لیکن اس کا مشہود کثرت ہے وحدت نہیں ہے اور آپ کا یہ حکم لگانا کہ "مقصدِ اعلیٰ اور انتہائی مطلب فتا اور اُس (تعالیٰ شانہ) کے ماسوا کے شعور کا زائل ہونا ہے" تو سوائے اس کے نہیں کہ یہ مقصدِ اعلیٰ تک پہنچنے کے لئے شرط ہے اور مقصدِ اعلیٰ کا حاصل ہونا کہ

بچ کس راتا نگر در او فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جتک کوئی شخص (مقام) فاعل کے لئے بارگاہِ کبریا میں بار پائی نہیں ہے]

بزرگوں نے کہا ہے جتک تو (ماسوی اشد سے) رہائی حاصل نہیں کرے گا نہیں پائے گا۔ ذی ذالک فلیتنا فس لکننا فسون^{مدلہ} [اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہئے]۔

۵۲

۸۹

تنبیہ لکھا:۔ جب سالک اس فتا اور عین یقین سے عروج کرتا ہے اور بقا اور حق یقین کے

ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور سکرو عدم شعور سے صحو شعور کی طرف ترقی کرتا ہے تو علم و عین میں سے کوئی ایک دوسرے کے لئے حجاب نہیں ہوتا اور وہ (سالک) ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا اور وجودِ مہوبی حقانی کے ساتھ موجود ہو جاتا ہے اس مقام میں عالم کا شہود حق جل و علا سے جدا ہو جاتا ہے پس اس وقت ہمہ اوست کا حکم لگایا جاتا ہے اور اس حکم میں اقسامِ شرک سے بری ہوتا ہے کیونکہ وہ فنا کے ساتھ اس (جل شانہ) کے ماسوا کی محبت بے تعلق اور اُس کے غیر کی غلامی سے آزاد اور نفسِ امارہ کے مکرو فریب سے باہر ہو چکا ہے بلکہ اس کا (نفس) امارہ مطمئن ہو گیا ہے اور وہ اللہ عزوجل کے اخلاق (صفات) کے ساتھ متعلق ہو چکا ہے اور وہ تکمیل و ارشاد کے لئے عالم کی طرف لوٹ چکا ہے اور عالم کو اُس تعالیٰ شانہ کا مصنوع (اور) اُس سجائے کے کمالات کا منظر و کھیل ہے اور جبکہ مظاہر کا صدور اس سجائے سے ہے اس لئے وہ ہمہ اوست کا حکم لگاتا ہے۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ "بتدیوں کے اعتبار سے ہے" بیشک اسی طرح ہے لیکن کیا آپ نے نہیں سنا کہ ہایت ابتداء کی طرف رجوع کرنا ہی ہے، پس یہ قول بتدیوں اور منتہیوں (دونوں) کی نسبت سے ہے اور عالم کا شہود ان دونوں کا حصہ ہے اور متوسطین جو کہ مغلوب الحال ہیں اپنے استغراق و استہلاک کی وجہ سے عالم کے شہود سے عار رکھتے ہیں ان کو اس ر تعالیٰ شانہ کے ماسوا کا علم اور اس کے غیر کا شعور نہیں ہے اور وہ نہیں جانتے کہ عالم حق عزوجل کے لئے معلوم اور اس تعالیٰ کے لئے مشہود ہے اور اس کا علم و شہود صفاتِ کمال میں سے ہے ہاں اس (عالم) کی محبت اور اس کے ساتھ تعلق نقص و شرکِ خفی ہے اور اس بات سے عوام (بتدیوں) کے شہود عالم اور

اخص انخواص کے شہودِ عالم کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا پس عوام کا شہود اعلان کا علم اُس (عالم) کیلئے تعلق و محبت کے ساتھ ملا ہوا ہے پس ناچار وہ محبوب و محروم ہو گئے اور اخص انخواص (منہیوں) کا شہود اس تعلق و محبت سے خالی ہے پس انہوں نے (دنیا کی) محبت کے مرض سے نجات حاصل کر لی ہے اور وہ صفت کمال کے ساتھ جو کہ علم و شعور ہے متحقق ہو گئے ہیں اور خواص (متوسطین) اگرچہ تعلق کے مرض سے رہائی پائیے ہیں لیکن صفت کمال سے خالی ہیں، اس کے علاوہ یہ ہے کہ ہمارے شیخ و پیشوا بھی کلمہ "ہمہ نیست موجودا دست کے قائل ہیں جیسا اُن کے کلام میں غور کرنے والے پر مخفی نہیں ہے اور یہ جو آپ نے کہا ہے "جیسا کہ بلاشبہ علمائے ظواہر شرکِ خفی سے بچے ہوئے نہیں ہیں" اس (قول) سے تعجب ہے، بیشک علماء بھی ہمہ از دست کے قائل ہیں پس ان پر یہ حکم لگانا کہ وہ شرکِ خفی میں ہیں اور ہمہ از دست کے قائل پر شرکِ اخفی کا حکم لگانا دعویٰ بلا دلیل ہے اور یہ (اعتراضِ حقیقتِ حال کو نہ جاننے اور بات کی کتہ تک نہ پہنچنے کی وجہ سے پیدا ہوا اور اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے اور اسی کا فیض و کرم ہے، رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِينَا اَوْ اَخْتَاْنَا لَا هُمْ اَرَاؤُنَا رَبَّنَا رَحِيمٌ رَحِيمٌ) اگر ہم نے نسیان و خطا ہوئی ہے تو تو ہمیں نہ پکڑنا

نیز آپ نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ صفتِ ارادہ کا زوال نبی اور ولی دونوں کے حق میں مجھ سے یا صرف ولی کے حق میں ہے انہ "جو آپ صفتِ ارادہ کے زائل ہونے سے مقصد اُس (ارادہ) کے بُرے متعلقات کا دور ہونا ہے اور جبکہ صفتِ ارادہ کی بقا کے باوجود اُس کے متعلقات کا دور ہونا طریقہ ولایت میں مشکل بلکہ دشوار ہے اس لئے اہل ولایت نفسِ ارادہ کے زوال میں کوشش کرتے ہیں بلکہ اس (ارادہ) کا زوال ولایت کے طریقوں میں شرط ہے اور یہ اس لئے کہ قُربِ ولایت ظلی ہے اور قُربِ ظلی اتنا قوی نہیں ہوتا کہ نفسِ ارادہ کی بقا کے باوجود اُس کے بُرے متعلقات کو دور کر دے اور طریقہ (قُرب) نبوت میں اس کے بُرے متعلقات کو دور کرنے میں کوشش کرتے ہیں نہ کہ نفسِ ارادہ کے دور کرنے میں اس لئے کہ وہ فی نفسہ کمال کی صفت ہے اور برائی وہ ہے جو کہ اس میں اُس کے بُرے متعلقات سے آتی ہے پس جب اس کے بُرے متعلقات دور ہو گئے تو نفسِ ارادہ کے دور ہونے کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ قُربِ نبوت اصلی ہے اور یہ قُربِ اتنا قوی ہے کہ اس (ارادہ) کی ذات کے بقا کے باوجود اس کے متعلقات کو دور کر دیتا ہے پس طریقہ ولایت میں ارادہ کا زوال مطلوب و محمود ہے طریقہ نبوت میں نہیں اور یہ جو سائل (آپ) نے کہا ہے کہ ارادہ کا باقی رہنا صواب و بندگی کے مقام کے منافی ہے تو یہ غیر مسلم ہے اس لئے کہ منافی ہونا اس کے بُرے متعلقات کے لئے ہے اس طرح کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ارادہ کرتا ہے نہ کہ نفسِ ارادہ کے لئے، پس اگر ارادہ کی بقا کے باوجود اس کے مقاصد حق تعالیٰ کی مرضیات کے موافق ہوں تو کوئی منافات نہیں ہے۔

نیز آپ نے مجھ سے جو اہر خمرہ کی فنلکے بارے میں دریافت کیا ہے جو کہ عالم ہمارے لطائف ہیں اور ان کے انوار کے تعین کے بارے میں بھی پوچھا ہے پس آپ جان لیں کہ پانچوں لطائف میں سے ہر لطیف کے لئے مراتب و جوب میں ایک اصل ہے اور ان میں سے ہر لطیف کی فنا اس لطیف کے اپنی اصل تک پہنچنے اور اس میں فنا ہو جانے سے وابستہ ہے اور قلب کی اصل اوصاف افعال سے ہے پس اس کی فنا تجلی افعال سے وابستہ ہے اور روح کی اصل اوصاف حقیقہ سے ہے پس اس کی فنا تجلی اوصاف سے متعلق ہے اور ستر کی اصل شیونات سے ہے جو کہ اوصاف ہیں پس اس کی فنا تجلی شیونات پر موقوف ہے اور خفی کی اصل اوصاف تمزیبیہ (سلبیہ) سے ہے پس اس کی فنا اس درجہ عالیہ تک پہنچنے سے ہے اور اخفی کی اصل مقام جہل و حیرت سے ہے جو کہ تجلی ذاتی (عمومی) سے پیدا ہوتا ہے پس اس کی فنا اس تجلی کے ساتھ مربوط ہے اور باقی رہے لطائف کے انوار تو وہ یہ ہیں کہ صوفیہ کے قول پر قلب کا نور زرد اور روح کا نور سرخ اور ستر کا نور سفید اور خفی کا نور سیاہ اور اخفی کا سبز ہے۔

۹۱

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ طالب وصال تو سالک کا قلب ہے پس اس کو فنا کے کامل حاصل ہونے کے بعد مطلوب سے وصل کو کسی چیز ہے اور اس کے عدم شعور کے بعد وہ کون ہے جو صاحب شعور ہے پس اگر ہم یہ کہیں کہ فنا کے کامل کے بعد طالب کو اس قلب و ادراک و شعور کے علاوہ ایک اور قلب و ادراک و شعور دیا جاتا ہے اور یہ دوسرا قلب واصل و واقف ہوتا ہے تو اس صورت میں طالب مطلوب تک ہرگز نہیں پہنچتا۔ جواب: مثلاً واصل وہی قلب ہے جو کہ طالب تھا اور جس کو فنا حاصل ہوتی ہے اور صاحب شعور بھی وہی معدوم ہے پس اس کا عدم شعور مطلوب کے ماسوا کے اعتبار سے ہے اور اس کا شعور مطلوب کے ساتھ ہے یعنی اس کے ساتھ ادراک بیضا ہے اور بقا کے بعد اس کو ادراک مرکب حاصل ہوتا ہے، اور یہ سوال صاحب زہمت کے اعتراض کے قریب ہے جو اس نے فنا کی بات کرتے ہوئے قوم (صوفیہ) پر کیا ہے جیسا کہ اس نے فارسی اشعار میں کہا ہے

گو بند عنان خود چه تابی

ایں نکتہ نمود نا صوابم

یا بندہ اگر کسے دگر خواست

از گم شدیم پس او چه میخواست

[لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنی باگ کیا مورتا ہے (بلکہ) تو گم ہو جا کہ جب تو گم ہو جا ایگا تو پائیگا، مجھ کو یہ نکتہ درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ جب میں گم ہو جاؤں گا تو اس وقت میں کیا پاؤں گا، پانے والا اگر کسی دوسرے کو چاہتا تھا تو پھر وہ میرے گم ہونے سے کیا چاہتا تھا۔] اور میں نے اپنے کسی مکتوب میں اس شبہ کے حل میں کچھ لکھا ہے جس وہاں سے طلب کیا جائے۔

سید
مکتوبہ
۱۵۲

اور آپ نے مجھ سے یہ بھی پوچھا ہے کہ مؤثر حقیقی (اللہ تعالیٰ پر نظر اور ظاہری اسباب و وسائل پر نظر ایک ہی وقت میں ہوتی ہے پس فقدان اکمل (فنائیت) کے ساتھ وجدانِ اتم (کامل طور پر بالین) کس طرح جمع ہوگا۔ جواب: یہ ہے کہ جب وہ (سالک) دیکھتا ہے کہ تمام اشیاء میں مؤثر حقیقی تو حق عزوجل ہی ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ اسباب علی عاریہ ہیں جن کے وجود میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ (ان میں) اثر پیدا فرمادیتا ہے پس یہ وجدان کے منافی نہیں ہیں اور (ان کی وجہ سے) فقدان (گم شدگی) ہرگز حاصل نہیں ہوا اور کیسے ہو سکتا ہے جبکہ بعض اسباب وہ ہیں جن کا استعمال کرنا واجب ہے اگر ان کو ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ ذکر نفی اثبات کے فوائد کچھ عرصہ تک اتم ذات کے ساتھ وابستہ ہو گئے تھے اور نفی اثبات سے میری احتیاج زائل ہو گئی تھی اور اب اتم ذات سے بھی احتیاج زائل ہو گئی ہے اور محض توجہ و مراقبہ اس کا قائم مقام ہو گیا ہے۔ جواب: یہ ہے کہ یہ سب طریقے موصل دائرہ تک پہنچانے والے ہیں پس جس طریقے سے بھی شرح صدر ہو جائے اور ترقی حاصل ہو جائے اسی میں مشغول رہے لیکن نفی و اثبات کی تکرار ترک نہ کرے اس لئے کہ اس کے فائدے بعد میں بھی متوقع ہیں اور وہ بڑے نہیں ہوتے۔

آپ نے مجھ سے یہ دریافت کیا ہے کہ ذاتِ واجبہ تعالیٰ اور اس سبحانہ کی صفات و اسماء سے ^{۹۲} حیرت و حسرت اور غم و سوز کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے۔ جواب: معاملہ اسی طرح ہی ممکن واجب کی گتہ کو کس طرح پاسکتا ہے اور حادث کے لئے قدیم کا احاطہ کرنا محال ہے پس لامحالہ اس کی محرومی الٰہی و فاللتراب ورب الارباب [چہ نسبت فاک رابا عالم پاک]، اس مرتبہ مقدمہ سے اس کا نصیب اس کی استعداد کے مطابق مقدر ہوتا ہے اور اس کا حصول و وصول اس کے تعین کی قید کے ساتھ مفید ہے اور ذاتِ مطلق اس تقدیر سے پاک اور اس تقید سے بالا ہے اور کسی نے فارسی شعر میں کیا اچھا کہا ہے۔

تواز خوبی نمی گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش
(رجب) تو عالم میں خوبی کی وجہ سے نہیں سما سکتا (تو پھر) میری آغوش میں کہاں سما سکتا ہے)
اور یہ اس مکتوب کا آخر ہے۔

والحمد لله اولاً و آخراً والصلوة والسلام علی رسولہ دائماً و سرمداً و علی الہ الکرام و صحبہ العظام و علی سائر الانبیاء و الملائکة و الصالحین۔

مکتوب ۵۳

ماجی شریف خادم کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، برادرم حاجی محمد شریف نے چند سوالات کئے تھے ہر ایک کے جواب کو گوشِ ہوش کے ساتھ سماعت فرمائیں، دوام آگاہی کے لئے بیداری و خواب (نیند) اور تلاوت و نماز وغیرہ یکساں ہیں، اس مقام میں حضور و آگاہی دل کا ملکہ (صفتِ راستہ) اور اس کی صفتِ لازمہ ہو جاتی ہے جو کہ جدا ہونے والی نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فَاخَافُ اَنْ يَّعْتَلُوْنِ [پس میں ڈرتا ہوں کہ (کہیں وہ اس کے بدلے میں) مجھ کو قتل نہ کر دیں] فرمایا یہ تبلیغ سے عذر و انکار نہیں تھا بلکہ حال کا بیان تھا اور نیز اس طرف اشارہ ہے کہ میرے قتل کر دیئے جانے کے بعد رسالت کی تبلیغ جیسا کہ اس کا حق ہے مجھ سے ادا نہیں ہوگی (یعنی تبلیغ کا کام نامکمل رہ جائے گا) میں اس بات سے ڈرتا ہوں، اور اگر عذر و انکار ہوتا تو یہ کیوں فرماتے: **وَاحْتَلَّ عَقْدَةٌ مِّنْ لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي وَاجْعَلْ لِّي وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هَارُوْنَ اَخِيْ لَشَدِيْدٍ اَزْرِيْ وَاَشْرِكُهُ لِيْ اَمْرِيْ ط** [اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے اہل میں سے ایک شخص یعنی ہارون کو جو کہ میرا بھائی ہے میرا معاون مقرر فرما دے اس کے نزدیک میری قوت کو مضبوط کر دے اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے] اور دعائے اللھم اغفر ل محمد اور اللھم اجعلہ عن اکرم عبادك [اے اللہ! (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مغفرت فرما اور اے اللہ! اُن کو اپنے بزرگترین بندوں میں سے بنا دے] کا ثمرہ محض دعا کرنے والے کے لئے ثواب و درجات کا حاصل ہونا ہے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: **اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَظْلُوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ** [بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں] اس کے بعد مومنوں کے لئے حکم ہے کہ یہیں **اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ** [اے اللہ! محمد پر رحمت نازل فرما] اور نیز اذان کے بعد یہ کہنا حدیث شریف میں آیا ہے **وَابْعَثْ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتُمْ اَنَّا لَا تَخْلُفُ الْمِيعَادَ** [اور ان کو مقام محمود عطا فرما جس کا تونے اُن سے وعدہ فرمایا ہے بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا]۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جس چیز کا وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور واقع ہوگی۔ اور غایتِ اعمال میں جو حدیث وارد ہوئی ہے وہ اس پر دلیل ہے (اور وہ یہ ہے) لے لو گوا بلا شہ قیامت کے روز اس کے احوال و مقامات میں سے تم کو سب سے زیادہ

۹۳

۱۰۴ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰

نجات لانے والی چیز تمہارا دینا میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا (درود بھیجنا) ہی کافی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا** [بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں] پھر بھی مومنوں کو اس بات کا حکم دیا تا کہ ان کو اس پر ثواب عطا فرمائے، اس کو دینی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ممکن اگرچہ ہستی کا وجود مستقل نہیں رکھتا اور جو کچھ رکھتا ہے عاریتی رکھتا ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس عاریتی ہستی کو اپنی قدرت کاملہ سے ثبات و قرار دیدیا ہے اور احکام صادقہ اس پر مرتب فرمادیئے اور احکام شرعیہ اسی مرتبہ میں فرمائے اور دائمی عذاب و ثواب ان کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے کہ جو شخص ان کا انکار کرے وہ محدود زندیق (بے دین) ہے اور تمام اشیاء کا مالک حقیقی وہ تعالیٰ شانہ ہے لیکن ظاہر میں اپنے بندوں میں سے ہر شخص کو مالک بنا دیا ہے اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو اس میں تصرف کرنا حرام قرار دیا ہے اور اس پر مواخذہ (گرفت) مرتب کر دیا ہے **فَلَا تَكُن مِّنَ الْقَاصِرِينَ** [پس توقصرورنے والوں میں سے نہ بن] تمام انبیائے کرام علی نبینا و سائر الانبیاء الصلوات والتسلیمات کے درمیان (اس درود شریف) کا اصلیت علی ابراہیم (جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر رحمت بھیجی) سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص ان کی بزرگی کی وجہ سے ہے جو نبی بھی ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے بعد آیا وہ ان حضرت کی متابعت پر مامور ہوا ہے: **إِتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا** [آپ ابراہیم صنف کی ملت کی پیروی کیجئے] اس معنی پر شاہد ہے اور اس بارے میں تفصیل ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات میں تلاش کرنی چاہئے۔ ایمان و اسلام حقیقت میں ایک ہی چیز ہے لیکن جہاں کہیں اسلام کا عطف ایمان پر آیا ہے وہاں ایمان سے مراد تصدیق قلبی قرار دینی چاہئے اور اسلام سے ظاہری فرمانبرداری (مراد ہونی چاہئے) جو کہ اعضاء بدن سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ اطلاق شرع میں ایمان و اسلام اسی معنی میں بھی آیا، آیت کریمہ **لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ** [اور بلاشبہ بدر کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کر چکا ہے حالانکہ تم بے مروسا مان تھے] سے مقصود اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کا بیونا اور ان پر احسان رکھنا اور ان سے شکر طلب کرنا ہے جیسا کہ آیت **فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكِرُونَ** [پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ شکر گزار بنو] اس پر دلالت کرتی ہے کہ خبر یا فائدہ خیر ہے۔ دوام حضور کے وقت میں اگر ظاہر سے غفلت ہو جائے یا گناہ مرزد ہو جائے تو ممکن بلکہ واقع ہے اس سے باطن کی حضوری میں کوئی کمی نہیں آتی۔

مکتوبہ ۵۵

شیخ محمد علیم جلال آبادی کے نام اللہ سبحانہ کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنے اور باسوار سے قطع تعلق پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۹۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، خصوصاً علی سیدالوری صاحب قاب فوسین اودنی وعلی الہ وصحبہ البررة المتقی ابا بعد، آپ کی جانب سے ہماری طرف مکتوب گرامی پہنچا ایسا مکتوب جو کہ لذات بہشت کی طرف بلانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کی عنایات اور اللہ کی طرف دائمی توجہ اور باسوی اللہ سے انقطاع ہمیشہ آپ کے شامل حال رہیں، عاشقوں کے دل اس کی محبت کی آگ سے جلتے ہیں اور مجہین کے جگر اس کی تمنائیں پیاسے ہیں پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کو اس (حق تعالیٰ) کے سوا اور کوئی فکر نہیں ہے اور اس شخص کے لئے بشارت ہے جس کو اس کے ماسوا کے ساتھ شعور باقی نہیں ہے، پس وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں سے موافقت کی اور اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کیلئے (اعلیٰ) درجات پر پہنچنے اور مقاصد کی انتہا کے شہود کے متعلق رسولوں میں افضل اور مخلوقات میں اکمل علیہ وعلیٰ آلہ اشمل الصلوات وعلی البرکات کے طفیل دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! برادر دینی ملا شاہ حسین چند روز یہاں رہے ہم ان کی صحبت سے نہایت بہرہ مند و لطف اندوز ہوئے اور آپ کی اجازت کی موافقت پر ہم نے بھی (ان کو) اجازت دی و فقہ اللہ سبحانہ لمرصیانا اللہ سبحانہ ان کو اپنی خوشنوری کے کاموں کی توفیق عطا فرمائے [چونکہ آپ کا محب و خادم ہے اس لئے] اس کے ساتھ شفقت و عنایت کے طریقہ کی زیادہ سے زیادہ رعایت رکھیں۔

مکتوبہ ۵۵

حاجی سلیم علی کے نام نصیحت کرنے اور اپنے طریقہ کا التزام کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ
ابجد بن مہر برادر عزیز حاجی حرمین شریفین اس دور افتادہ مسکن سے سلام و دعا مطالعہ کریں اور

اذکار و طاعات کے وظائف میں مشغول رہیں اور موت کی تیاری سے فارغ نہ رہیں اور آخرت کا زاد راہ تیار کریں، مختصر یہ ہے کہ دنیا سے روگرداں اور آخرت کی طرف توجہ رہیں اور خط و کتابت کا راستہ کھلا رکھیں کیونکہ یہ غالباً نہ توجہ کا ذریعہ ہے اور طریقہ کے دوستوں کو ترغیب رکھیں اور ایک دوسرے میں فانی رہیں اپنے رُحماً بینه فہمداً [وہ آپس میں بہت بہربان ہیں] پڑھا ہوگا، اور اپنے طریقہ کو لازم پکڑیں اور طریقہ میں کوئی نیا امر پیدا نہ کریں، طریقہ کے فیوض و برکات اس وقت تک جاری ہیں جب تک کہ طریقہ میں کوئی نیا امر پیدا نہ ہو اور نہ فیوض کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور طریقہ سکھانے کی اجازت بھی طریقہ میں نئی بات پیدا کرنے اور ۹۵ اتباع سنت اور شائع (سلسلہ کے پیروں) کی محبت پر استحکام کے ساتھ مشروط ہے، یہ محبت جس قدر زیادہ ہوگی شیخ کے باطن سے فیض کا اخذ اسی قدر زیادہ ہوگا چونکہ جہر (بلند آواز سے ذکر کرنا) ہمارے طریقہ میں نہیں ہے (اس لئے) دوستوں کو جہر کی طرف رہنمائی نہیں کرنی چاہئے اور ذکر جہر کا حلقہ منعقد نہیں کرنا چاہئے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائرہن اتبعہم الہدیٰ والترم متابعتا المصطفیٰ و علیٰ الصلوٰۃ والتسلیمات والتجیات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۵۶

ارشاد پناہ حقیق و معارف آگاہ خواجہ عبدالغفار بلخی کی خدمت میں ان کے مکتوب کے جواب میں جو کہ بشارت پر مشتمل تھا اور اصل کی سبقت و استلال اور اطل کی تبعیت و محبت کے بیان میں تحریر فرمایا الحمد للہ العلیٰ الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد خیر الوری صاحب فوسین اوادنی علیٰ صحبہ الابرارۃ النقی، اما بعد، (یہ) درہ احقر ولایت پناہ ارشاد و افادت دستگاہ کی خدمت میں عرض کرنا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ نامی و مکتوب گرامی جو کہ شفقت و مہربانی کی وجہ سے اس بے مایہ کے نام ارسال فرمایا تھا اس کے صادر ہونے سے سعادت مند و سر بلند ہوا، رح بوسیدم و بر مردیک دیدہ ہمارم [میں نے (اس کو) بوسیدہ اور آنکھ کی پتلی پر رکھا] امیدوار ہے کہ اسی طرح اس ناکارہ کو بھی بھیجی (اپنے) آفتاب کی طرح منور دل کے حاشیہ میں راہ دیتے رہیں گے اور خاص کیفیات کے ساتھ نوازش فرماتے رہیں گے، اس عنایت نامہ کا وارد ہونا جو کہ خط و کتابت کی سبقت کے بغیر عین کرم سے تھا ایک نعمت غیر متزقبہ تھا اس کے پہنچنے سے کثائشوں اور تزیوں کا امیدوار ہوا، حتیٰ یہ ہے کہ سبقت بزرگوں (کی طرف) سے ہونی چاہئے اور کرم کریموں ہی کو زیبیتا سے رح

درفانہ بکد خدائی ماند ہمہ چیز (گھر کی ہر چیز گھر کے مالک کی ہوتی ہے)

پہلے سے اسی طرح ہونا آیا ہے اور اشد شوق اصل کی طرف منسوب ہوا ہے، ابتداً ابتدا کی طرف سے اور شروع اصل کی جانب سے ہے، ^{۵۲} یُجِبُّهُمْ وَيُجِيبُونَهُ (وہ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اُس محبت کرتے ہیں)

جو خیر و کمال کہ ظل رکھتا ہے وہ سب اصل سے مستعار و مستفاد ہے اور ظل کسی چیز میں بھی اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتا اور اگر وہ خیر و کمال کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے تو قائل ہے اور اصل کے ساتھ برابری کا

دعویٰ کرتا ہے، کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرتا ہے اور خیریت (جعلانی) خیریت کے سلب میں ہے، ^{۹۶} ظل جو حصہ کہ اصل سے رکھتا ہے وہ منتسبات کو اس (اصل) کی طرف لوٹا دینے کے بعد، محو (فانی) و لاشی

ہونا ہے جس قدر اصل کا ظہور زیادہ ہوگا ظل کا محو و لاشی ہونا (بھی) اسی قدر زیادہ ہوگا۔

معشوق اگرچہ بہت ہمنخانہ ما ویران ترازا اول است ویرانہ ما

[معشوق اگرچہ ہمارا ہمنخانہ ہے (لیکن) ہمارا ویرانہ پہلے سے ہی زیادہ ویران ہے]

بیچارہ ظل (نفی ہو جانے کے سوا اصل سے کچھ حصہ نہیں رکھتا، وہ اس کے کمال کی کیا خبر پائے گا اور

اس کے جمال کا کس طرح سراغ لگائے گا۔

گیرم کہ ہمنخانہ مایار خسرا مد کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے ہمنخانہ دل میں محبوب خوش فرما ہے لیکن اُس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے]

زبدۃ العارفين قدوة المحققين حضرت محمدی اعظم قدس سرہ کی تسبیح اور عصائے مبارک جو کہ آپ نے

ازراہ مہربانی ارسال فرمایا تھا اور اس میں کس کے ساتھ نوازا تھا اپنی سراسر اور آنکھوں پر رکھ کر ان کی

برکات سے بہرہ مند و مستفیض ہوا، الہی! یہ سلامت رہیں۔ آپ نے جو اس میں کے بارے میں قطبیت لی

بشارت دیکھی اور قلم شکیں رقم سے تحریر فرمائی ہے اس کا مطالعہ باعث فخر و ناز ہوا، اس کا کارہ کے لئے

اسی قدر بہت ہے کہ آپ کے دریا صفت دل میں راہ پائی ہے اور آپ کے حضور پر نور میں ذکر کیا جاتا ہے

اس معنی کو کتنی ہی بشارتوں کے برابر تصور کرتا ہے اور حسی قدر خوشی و مسرت کہ اس سے حاصل ہوتی ہے

اس سے زیادہ ہے جو کہ بشارت سے حاصل ہوتی ہے۔

ماہرنی تبشیرکم لی مثلما قدسرنی انی خطرت ببالکم

[آپ کے بشارت دینے کی مجھے اتنی خوشی میں ہوتی جتنی کہ اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ آپ کے دل میں میرا گزر ہوا]

نبی اُمی اور ان کی بزرگ آل علیہ وعلیہم السلامات والتلیات والتجات والبرکات کے طفیل شفقتوں اور ہدایات

کے سلسلے دوستوں اور خیر خواہوں کے سروں پر دراز و فراخ رہیں۔

مکتوب ۵

میرزا شاہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ممکنات کی حقیقت عدم پر اور ممکن کیلئے واجباً فی الحقیقت کے پلنے سے عاجزی و ناامیدی ناگزیر ہے مگر یہ کہ وجودِ مہبوب سے متحقق ہو کر مطلب کو تلاش کرے۔

الحمد لله ذی الانعام والصلوة والسلام علی رسولہ سید الانام وعلی الہ الکرام وحبیبہ العظام الی یوم القیام ہمیرے مخدوم انسان اور تمام ممکنات کی حقیقت عدم ہے جو کہ لاشی محض ہے اور وجود اور اس کے تابع کمالات ربِ معبود کے لئے قاصر ہیں، ممکن کا وجود واجب کے وجود کے بالمقابل مہوبات و تنجیلات (وہم و خیال کی باتوں) کا حکم رکھتا ہے، مخدوم موجود کی حقیقت کو کیا پلئے اور مہوم ثابت و متحقق کی کُنہ (حقیقت) کو کیا حاصل کرے پس ناچار معرفت سے عاجز ہونا ہی معرفت ہوگی اور ناامیدی ہمیشہ دامنگیر رہے گی، کسی نے خوب کہا ہے

کو غبارِ نازقہ لیلیٰ کہ مجنوں سا لہا چشم برہرہ داشت گردے از بیاباں برنخاست
[لیلیٰ کی اونٹنی کا غبار کہاں ہے کہ مجنوں برسوں چشم براہ رہا لیکن مہرا سے کوئی گرد نہ اٹھی]

اس بیچارہ کی انتہائی کوشش یہ ہے کہ اپنے عدم ہونے کی حقیقت پر آگاہ ہو جائے اور ہستی مہوم سے خالی ہو جائے لیکن وہ واجباً تعالیٰ و تقدس کی حقیقت کے ادراک کا کس طرح سراغ لگائے اور مایوسی و عاجزی کے سوا کیا حسہ پائے

عاشقانِ راضیب از معشوق جز خرابی و جاں گدازی نیست

[عاشقوں کو معشوق سے سوائے خرابی اور جان کو گھلانے کے اور کچھ نصیب نہیں ہے]

ہاں عارف کے عدم (فنا) ہو جانے اور اس کے اس مہوم ہستی سے خالی ہو جانے کے بعد آیت کریمہ
اَوْ مَنْ كَانَ مِيثًا فَأَجِيثًا وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ الْآيَةُ [کیا دایا نہیں ہے کہ جو شخص مُرہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ چلتا ہے] کے مطابق ہو سکتا ہے کہ اس وجودِ مہبوب اور نورِ مذکورہ کے ذریعہ مطلبِ اعلیٰ کا سراغ لگائے اور عزت و جلال کے سراپروں میں داخل ہو جائے، لاجھل عطایا الملک الامطایا ہ [بادشاہوں کے عطیات بادشاہوں کی سواریاں ہی اٹھاتی ہیں] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی۔

مکتوب ۵۸

محمد مین گیلانی برہانپوری کے نا اُن کے عرض کے جواب میں اور اس بارے میں کہ مقام اُوڈنی کا
سل ہونا تجلی ذاتی کا اثر ہے اور قاب قوسین تجلی صفائی سے تعلق رکھتا ہے اور تحقیقات لائق اور
اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، میرے پیارے بھائی کے مکتوب مرغوب نے موصول
ہو کر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت و استقامت کے ساتھ ہیں اور فراق کی یاد
سے خالی نہیں ہیں، آپ نے وجود ہو ہوب کے ساتھ کہ جس سے صفات کا قیام ہے متحقق ہونے کے بعد
صفات سے عاری ذاتی عدمیت اور فطری نیستی کے ظہور کے متعلق لکھا تھا، واضح ہوا، بیشک ممکن کی
ذات عدم ہے کہ صفات کمال کے انعکاس کے ذریعے اس (کمال) کے مراتب میں وجود تھا ہو گیا ہے، جب
صاحب استعداد سالک کی نظر عدمیت ذاتیہ پر پڑتی ہے اور کمالات متعلقہ کو پوری طرح ان کمالات
کے مالک کے سپرد کرتا ہے تو وہ فنا و نیستی کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے اور اس موت کے ساتھ جو کہ
موت سے پہلے ہے مشرف ہو جاتا ہے اَوْ مَن كَانَ مَيِّتًا فَاجِيئْنَا وَ جَعَلْنَا لَكَ نُورًا لِّلَّهِ [کیا
(ایسا نہیں ہے کہ) جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا] کے موجب اگر اُس مردے کو
زندگی بخشا اور محبت کی شرب کے اس مدہوش کو ہوش میں لانا چاہیں تو اس کو اپنے پاس سے حیات و علم وغیر
صفات کمال عطا فرماتے ہیں پس اس وقت وہ اس کی حیات کے ساتھ زندہ اس کے علم کے ساتھ عالم
اس کی قدرت و ارادہ کے ساتھ قادر و مرید ارادہ کرنے والا ہو جاتا ہے۔

یہاں ایک نکتہ ہے، جاننا چاہئے کہ ممکنات کے خالق عبادات مقیدہ ہیں جو کہ کمالات وجود کے
انعکاس کے ساتھ متمیز ہونگے ہیں اور ہر ایک عدم دوسرے عدم سے جدا ہو گیا ہے اور جب کمالات وجود کی
اپنے اصول کی طرف رجوع کرتے ہیں اور عدم کے آئینے کو خالی چھوڑ دیتے ہیں تو اُس کو تمام اعداء سے
انتیاز دینے والی چیز نہیں رہتی اور عدم بھی اپنی اصل کے ساتھ جو کہ عدم مطلق ہے مل جاتا ہے اس وقت
کامل و مکمل طور پر عارف سے یہ عین رہتا ہے نہ اثر لَا یُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ (باقی رہنے دیگی اور نہ چھوڑے گی)
کمالات وجود جس طرح اُس سے رخصت ہوئے تھے اور اُس کو عدم کے حوالہ کر دیا تھا عدم بھی (اسی طرح)
اس سے جدا ہو گیا اور عدم مطلق کے ساتھ جا ملا، شاید کہ یہ کمال اُوڈنی کا ہے اور تجلی ذاتی کا اثر

جیسا کہ سابقہ کمال کہ (جس میں) عارف کمالات کے اپنی اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد اپنے آپ کو جمادو عدم پاتا تھا قاب قوسین سے تھا اور تجلی صفات کے ساتھ تعلق رکھتا تھا، اگر یہ کہا جائے کہ جب عدم کی تمیز صفات کے ظہور کے ساتھ ہے تو جب صفات اپنے اصول کی طرف راجع ہو جائیں عدم کو بھی عدم مطلق کی طرف لوٹ جانا چاہئے کیونکہ عدم کو امتیاز دینے والی چیز نہیں رہی پس دونوں کمال ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہوں گے اور ان کا جدا ہونا مفقود ہوگا تو پھر کیوں ایک کمال تو تجلی صفات سے متعلق ہو اور دوسرے کمال تجلی ذات سے ظاہر ہو؟ میں کہتا ہوں کہ اپنی صفات و کمالات کو حق تعالیٰ بقدر کی صفات و کمالات کے ظلال دیکھنا تجلی صفات سے ہے اور اس تجلی کا کمال یہ ہے کہ یہ ظلال اپنے اصول کی طرف لوٹ جائیں اور عارف اپنے آپ کو صفات کمال سے خالی پائے اور صحرائے عدم کی طرف سامان لے جائے لیکن جس وقت کہ سالک کی یہ صفات کے دائرے میں ہے اگرچہ ظلال اصل کے ساتھ مل جائیں اور عدم کا آئینہ کمالات سے خالی نظر آئے (پھر بھی) اس عدم کے عدم مطلق کے ساتھ مل جانے کا مانع ہوتا ہے جب وہ دائرہ صفات کو آخری نقطہ تک پہنچا لیتا ہے تو تجلی ذات پر توڑا لیتی ہے کیونکہ ہر مقام کی انتہا تک پہنچنے کی علامت اس کے اوپر کے مقام کا ظہور ہے اس وقت مذکورہ تعلق جو کہ مذکورہ کجوق کا مانع تھا نہیں رہتا اور عدم مقید عدم مطلق کے ساتھ مل جاتا ہے پس اس لئے مطلق طور پر دونوں کمالات درمیان تلازم اور جدانہ ہونا مطلقاً غیر مسلم ہے بلکہ دائرہ صفات کے نقطہ آخر تک وصول کے ساتھ مقید ہے۔ جانا چاہئے کہ یہ معاملہ تجلی ذات کے پرش سے ہے اور اس کا اثر ہے اور تجلی ذات کا معاملہ ایک ذوق امر ہے جو کہ کہنے اور لکھنے میں درست نہیں آتا جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا۔ ع

قلم این جا رہی دوسرے شکست [قلم بیہشک پہنچا اور اس کی (توک ٹوٹ گئی) ۹۹
آپ نے لکھا تھا کہ نماز میں کبھی ایسا حضور پیش آتا ہے کہ اس (نماز) کے باہر پیش نہیں آتا
میرے مخدوم! جو حالت کہ نماز میں پیدا ہوتی ہے اس کو غیر نماز (کی حالت) پر فضیلت ہے اور یہ حضور
اصل ہونے کی خبر دیتا ہے۔ والسلام

مکتوب ۵

شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بیان میں تخریر فرمایا کہ مشائخ کی نسبت ان کے محترفات میں سے نہیں ہے
بلکہ انوار نبوت سے اخذ کی گئی ہے اور اس بیان میں کہ نسبت نقشبندیہ حضرت صدیق اکبرؑ

اور دوسرے تمام سلسلوں کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہما تک کس طرح پہنچتی ہے۔

لے اللہ! تو پاک ہے اور سب تعریف تیرے لئے ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے بندے اور رسول ہیں۔ لے اللہ! تو ان پر اور ان کی آل و اصحاب و ازواج و اہل بیت پر اپنی معلومات کی تعداد کے مطابق اپنی سب سے افضل رحمت اور بکثرت برکت و سلامتی بھیج۔ آپ کے گرامی نامے ہمیں موصول ہوئے جو دو سنتوں کی سلامتی اور پسندیدہ طریقہ پر آپ کی استقامت اور مشائخ کی محبت اور فانی المشائخ ہونے کی خبر دینے والے تھے، اُس پر اور ہر حال پر اللہ تعالیٰ کا کامل ترین حمد و شکر ہے۔

آپ نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ اس طریقہ نقشبندیہ میں جو تمام اوقات میں احدیت صرفہ کی طرف متوجہ رہنا پھر (ذکر) نفی و اثبات و مراقبہ کرنا اگر آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ من الصلوٰۃ افضلہا و من التسلیمات المکملہا اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں ہوتا تو ان کے بعد کے حضرات آنحضرت کی سنتوں اور آپ کے بعد خلفائے راشدین جمہور میں کی سنتوں پر مشتمل مدونہ کتابوں میں ان امور کو ضرور نقل کرتے کیونکہ یہ حضرات ان (سنون) امور کی طرف از حد راغب تھے اس لئے یہ امور محض اولیائے عظام کی اختراع میں سے ہیں، پس اس طریقہ علیہ میں ہر قسم کی بدعت سے اجتناب کا دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کس طرح صحیح ہے کہ بدعت میں نہ کوئی خوبی ہے اور نہ کوئی توری ہے اور نہ اس میں بیمار کے لئے کوئی شفا ہے اور نہ اس میں کسی بیماری کا علاج ہے، اور سلسلہ نقشبندیہ کے سوا (تمام) سلسلوں کا انتساب (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ کی طرف اور اس سلسلہ عالیہ کا انتساب (حضرت) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کس معنی سے ہے؟ پس ہم پہلے سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ بلاشبہ ظاہری کمالات اور باطنی مقامات سب کے سب بارگاہ نبوی علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام سے مستفاد ہیں پس بدنی (ظاہری) احکام و اعمال ہم تک علمائے کرام کی روایت سے پہنچے ہیں اور اسرار و باطنی معاملات صوفیائے عظام کی روایت سے پہنچے ہیں۔

فکلہم من رسول اللہ ملامس

عمر فامن البحر و رشحنا من الیم

و ظہم
رشفنا

[پس سب انبیاء علیہم السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہی) سے سمندر کے کچھ چلویا بارش کا کچھ پانی مانگتے ہیں]

(حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے (علم کے) دو ظروف یاد کئے پس البتہ ان میں سے ایک کو تو میں تم لوگوں میں پھیلاتا ہوں اور دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو یہ (میرا) گلا کاٹ دیا جائے۔ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے، اور روایت کیا گیا ہے کہ جب (حضرت) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پانگے تو ان کے صاحبزادہ

عبداللہ (رضی اللہ عنہ) اُن کی ماتم پُرسی کے ایام میں صحابہ کی مجلس میں کہا کہ دس میں سے نو حصے علم مر گیا یہ جب انہوں نے بعض کی طرف سے اس بارے میں توقف دیکھا تو کہا میری مراد علم باللہ (باطنی علم) سے ہے جس و نفاس کا علم مراد نہیں۔ پس تمام سلسلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف منسوب (اور) آپ ہی تک پہنچتے ہیں، پس مشائخ و اہل سلاسل نے نسبت باطنی اپنے شیوخ کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ علی آلہ وسلم سے حاصل کی ہے پس اُن کی نسبت اُن کی خود ساختہ نہیں ہے البتہ اس نسبت کو فنا و بقا و جذبہ سلوک اور سیرالی اللہ وغیرہ سے موسوم کرنا صوفیہ کی اختراعات میں سے ہے۔ نفحات میں ہے کہ سب سے پہلے جس نے فنا و بقا کے الفاظ استعمال کئے ابو سعید الخدریؓ سے مراد ہیں، پس اصل نسبت مشکوٰۃ نبوت سے لی گئی ہے اور اس نسبت کے لئے نام کا وضع کرنا بعد کی اختراع ہے اور ذکرِ قلبی بھی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) مروی ہے جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بعثت سے پہلے ذکرِ قلبی میں مشغول رہتے تھے۔ اور ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ احدیت صرفہ کی طرف متوجہ رہتا اور نفی و اثبات و مراقبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا اور نہ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے زمانہ میں تھا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سکوت (تفکر) ان امور سے ہرگز خالی نہیں تھا اگرچہ وہ ان ناموں سے موسوم نہیں تھا، آنحضرت علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام ذکر اور آپ کا سکوت فکر ہے اور توجہ و مراقبہ وغیرہ فکر میں داخل ہے، تفکر (کے معنی) باطل سے حق کی طرف جانا ہے، ایک ساعت (تھوڑی دیر) کا تفکر ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے پس تعجب ہے کہ ان امور کے صدور اول میں ہونے کی نفی کس طرح کی گئی ہے اور اس پر کیا دلیل ہے پس اُس (مکتوبہ) کا یہ کہنا کہ یہ امور محض اولیاء کے مختراعات ہیں سے ہیں ناقابل تسلیم ہے۔ اور نقل کیا گیا ہے کہ حبس دم (سانس روکنا) کے ساتھ نفسی و اثبات کا ذکر جو ہمارے طریقہ میں معروف ہے اس کو حضرت خضر علیہ السلام نے خواجہ عبدالخالق غجدانی قدس سرہ کو سکھایا تھا اور ظاہر ہے کہ وہ (حضرت خضر علیہ السلام) ایسی بدعت کی چیز نہ سکھاتے جس میں نہ کوئی توجہ و توجہ ہو اور نہ اس سے بیمار کے لئے کوئی شفا ہو پھر اگر یہ کہا جائے کہ جب تمام نسبتیں آنحضرت علیہ و آلہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التجات کے انوار سے ماخوذ اور آپ کے اسرار سے مترشح ہوں تو اولیاء کے اندر ان نسبتوں میں اختلاف اور صحو و سکر و تلویح و تمکین اور خلاف شرع باتوں کا کہنا یا نہ کہنا وغیرہ (امور) کے ساتھ طریقوں کے مختلف ہونے کی کیا وجہ ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ اس اختلاف کی وجہ صلاحیتوں کا مختلف ہونا اور محل و اوقات کا الگ الگ ہونا اور ظروف و مظاہر (جائے ظہور) کا جدا جدا ہونا ہے اور ان امور کے مختلف ہونے کی وجہ سے ماخوذہ نسبت کے آثار کثرت (مقدار) و کیفیت کے اعتبار سے

مختلف ہوتے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ ایک ہی غذا اور ایک ہی دوا کے اثرات لوگوں اور مزاجوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں اور (اسی طرح) ایک شخص کے عادات و اطوار مظاہر (مواقع) اور آئینوں (مقامات) کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔

بقدر آئینہ حسنِ قومی نماید روزے [تیرا حسن بقدر آئینہ رونما ہوتا ہے] پس ہر شخص مشکوٰۃ نبوت سے کمال اخذ کرتا ہے لیکن اپنی استعداد کے مطابق (اخذ کرتا ہے) اور اس کا اثر منظر و محل (جائے ظہور) کے مطابق ظاہر ہوتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم استعداد کے مطابق اور ظروف کے موافق معانی و اسرار کا افادہ و القافر مانتے تھے، کلمہ الناس علی قدر عقولہم (لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کرو)۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتسلیمات سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (حضرت) ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اسرار کی باتیں فرما رہے تھے پس جب (حضرت) عمرؓ آگے تو آپ نے بات کرنے کا طرز بدل دیا اور اسرار کی تشریح کو تبدیل فرما دیا اور جب (حضرت) عثمانؓ آئے تو اس طرز کو بھی بدل دیا اور جب (حضرت) علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع آئے تو دوسرے طریقے سے کلام فرمایا اور یہاں استعداد کے اختلاف اور فطرت کے مختلف ہونے کی وجہ سے تھا۔

اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مشائخ (گرام) کے سلسلے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہیں اور امام (موصوف) کے بچے دو نسبتیں ہیں، ایک نسبت آپ کے آباء گرام کی طرف سے ہے جو (حضرت) علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتی ہے اور ایک نسبت ماں کی جانب سے ان کے اجداد (بنہیال) کے واسطے سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ماخوذ ہے اور ظاہری و باطنی دونوں ولادتوں کے اعتبار سے امام (موصوف) نے کہا ہے کہ مجھ کو ابو بکر (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) نے دو دو جنم (اور دو) نسبتیں امام (موصوف) میں ممتاز ہیں اور امام (موصوف) سے مشائخ نقشبندیہ تک صدیق اکبر کی نسبت پہنچی ہے اور (دوسرے) تمام سلاسل کے مشائخ کیلئے ان (امام موصوف) سے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے اخذ کی ہوئی نسبت پہنچی ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔

مکتوبات

۱۱۲

عاجی سلیم بلخی کے نام اس وارد کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھا تھا اور عالم امر کے پانچوں لطیفوں کی سیر و خروج کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالبین کے اجتماع سے ذرا تعلق و لذت رہنا چاہئے۔

حد و صلوة و ارسال تسلیات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت و استقامت کی دعا کی گئی ہے، آپ کا مکتوب مرغوب جو کہ پسندیدہ احوال پر مشتمل تھا اس کے مطالعہ نے فرحت و خوشی بخشی۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ایک جوان کی تقریب سے جس کو میں نے حلقہ ذکر میں خانقاہ کے دروازے پر دیکھا تھا میں آپ کی جانب متوجہ ہوا، چانک آپ مسجد کی محراب میں ظاہر ہوئے، میری طرف متوجہ ہوئے، نسبت عالی نے مجھ پر تو ڈالا، اس اثنا میں ایک دائرہ نظر آیا جو چودھویں رات کے چاند کی مانند بلکہ اس سے زیادہ روشن و درخشاں تھا، میں نے اپنے آپ کو اس دائرہ میں اس حد تک فنا پایا کہ میں نے اپنے وجود کا کوئی نشان نہیں پایا۔" میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ یہ تولانی دائرہ اس اسم الہی سے عبارت ہو جو کہ آپ کا مبداء تعین ہے، اور یہ جو آپ نے اپنے وجود کا کوئی نشان نہیں پایا یہ، اس اسم میں فنا کی علامت ہے۔ جانتا چاہئے کہ اس اسم تک وصول اور اس کمال میں فنا ہونا انسان کا مرتبہ ہے اور ولایت اس کے ساتھ مربوط ہے لیکن اس اصول میں بہت سے مراتب ہیں اور اس اسم کے بہت سے ظلال ہیں ہر ظل تک پہنچنے کے وقت وہ ظل اصل کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے اور سالک کو اصل ہونے کے گمان میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دیکھئے کون صاحب نصیب ہے جو کہ اصل کے ساتھ واصل ہو جائے اور ظلال سے پوری طرح رہائی حاصل کرے، یہ سالکوں کے قدم ڈگمگانے اور ان کے غلطی میں مبتلا ہو جانے کا مقام ہے، حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں سات سال تک مولانا عارف (دیک کرانی) کے ہمراہ اس کوشش میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کروں تین بار حجاز کے سفر پر گیا اگر میں وہاں مولانا کی خل یا مولانا کے مقامات کا ذرا سا منظر بھی کسی کو پانا تو وہاں سے ہرگز واپس نہ آتا۔"

آپ نے لکھا تھا کہ "اس کے بعد میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ فقیر کے تمام لطیفے مقام اخفی میں جمع ہو گئے اور سینہ کو چیر کر عالم علوی کی طرف پرواز کر گئے اور فقیر کا جسم مسجد میں خالی رہ گیا ساتوں آسمانوں کے طبقات سے ترتیب کے ساتھ گزر گئے اور عرش کے کنگرہ (چوٹی) تک پہنچ کر بیٹھ گئے لیکن عرش کی طرف توجہ نہیں رکھتے تھے، اور پھر وہاں سے پرواز کی اسی قدر راہ عرش سے اوپر اڑے، میں نے سمجھا کہ عالم لامکانی ہو گا اور وہاں اس حد تک فنا ہو گئے کہ ان کا کوئی اثر معلوم نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ اس کے بعد پھر عالم سفلی کی طرف واپس ہوئے اور بدن کی طرف متوجہ ہوئے اور مقام اخفی میں اکٹھے ہو گئے، اس کے بعد لطیف نے اپنے مقام میں قرار پکڑا۔" میرے مخدوم! الطائف کا عروج اور ان کا بدن سے پرواز کرنا و بدن کو خالی چھوڑ دینا اعلیٰ درجہ کے احوال میں سے ہے اور اس کو فنا جسری کے

تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل حضرت عالی (قدس سرہ) کے رسائل میں مذکور ہے۔ میرے مخدوم! عالم امر کے پانچوں لطیفے جو کائنات عالم سعیر کے اجزا ہیں کہ انسان ہے ان کے اصول عالم کبیر ہیں جو کہ انسان کے سوا علویات و سفلیات میں اور ان اصول کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت سے کچھ حصہ رکھتا ہے اور یحییٰ کی آمیزش سے ہوئے ہے، ان لطائف پاک کو اس بدنِ حادثہ کے ساتھ عشق و گرفتاری دی گئی ہے اور اس سبب سے ان نورانی لطائف کو اس ظلمانی پیکر کے ساتھ خاص تعلق ہو گیا ہے جیسا کہ ان لطائف میں سے ہر لطیفہ کو انسان کے جسم میں معین مقام اور جدا آشنا مقرر ہو گیا ہے اور اعلیٰ علیین سے اسفل سافلین میں نزول کیا ہے، افسوس ہے اگر وہ اس نفس میں قید رہے اور عالم سفلی کی گرفتاری کے جال سے رہائی حاصل نہ کرے اور اس پر خطر سفر سے رجوع نہ کرے، **أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلَّغَهُمُ** **أَصْلًا وَأُولَئِكَ مِنْ الْعَافِكِينَ** [وہ جو پاؤں کی مانند بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں وہی لوگ غافل ہیں] اور سعادت اتنی جس شخص کی دستگیری فرماتی ہے وہ اس کو اس ظلمت کدہ کی قید سے رہائی دلاتی ہے اور اصل کا شوق اس کا دامنگیر ہو جاتا ہے اور کشاں کشاں اپنے ساتھ لیجاتا ہے۔

ہر کے کو دور ماند از اصل خویش باز جوید روزگار وصل خویش

[جو شخص اپنی اصل سے دور رہ گیا ہو، وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر سے ڈھونڈے]

لطائف کا یہ عروج جو آپ نے لکھا ہے اس کشاں کا نتیجہ ہے اور اصل کے جذب کر لینے کے باعث ہے اور چونکہ ان لطائف کے فطری مقامات اور ان کا ظہور عرش کے اوپر ہے اس لئے ان کا عروج عرش سے اوپر ہو گا جو کہ ان کے ظہور کا مقام ہے، دائرہ امکانی ان لطائف کے اصول کی نہایت پر ختم ہوتا ہے اور سالک ان کے منتہا تک پہنچنے کے ساتھ فنا حاصل کرتا ہے جو کہ دائرہ امکانی کے طے ہونے سے وابستہ ہے اور سیر الی اللہ کو انجام تک پہنچاتا ہے اور سلوک کو پورا کرتا ہے اس کے بعد معاملہ جذبہ سے تعلق رکھتا ہے جس کو سیر فی اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سالک کا ابتداً تعین اس سیر میں شامل ہے۔

بوصلت تار سم صد بار از پافگند شوقم کہ نو پروازم و شلخ بلندے آشیان نام

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں سے لگا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اٹھنے والا ہوں اور ایک بلند شلخ پر آشیان

آپ نے طالبین کی کثرت ہجوم کے بارے میں لکھا تھا اور ان سے عجیب و غریب احوال ظاہر ہونے

کی بابت اظہار فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ کا شکر جلالیں اور ان کے احوال میں اچھی طرح مشغول رہیں اور

ان کے حق میں توجہات کرتے رہیں اور حلقہ ذکر کو آباد رکھیں لیکن اس ہجوم و اجتماع سے ڈرتے اور لڑتے

رہیں اور ہمیشہ التجا و عاجزی کرتے رہیں کہ (کہیں) اس اجتماع میں اس شخص کی خرابی نہ چاہتے ہوں اور

ظاہر کی یہ کثرت باطن کی وحدت میں اثر انداز نہ ہو جائے اور بعض نفسانی وسوسے جو اس اجتماع میں پیدا ہوں ان سے توبہ و استغفار لازمی جائیں۔ مختصر یہ ہے کہ اس کام میں سرگرم بھی رہیں اور ڈرتے اور استغفار بھی کرتے رہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے اعمال و استغفار [عمل کر اور استغفار کریں] اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور خلوت کی طرف راغب رہیں اور نفی و اثبات کی اس قدر تکرار کریں کہ وجود و توابع وجود کچھ اثر باقی نہ رہے اور حضور خود بخود ظاہر ہو جائے اور لایذ کر اللہ ان اللہ [اللہ کو یاد کرتا ہے] پرتو ڈالے، اس معنی میں نہیں کہ اس وقت میں بندہ حق جل و علا ہو جاتا ہے بلکہ اس معنی میں کہ بندہ ہستی موموم سے خالی ہو جاتا ہے اور نفس امارہ کی انانیت (پسین) جڑ سے اکھڑ جاتی ہے اور معشوق خود بخود اپنے اوپر جلوہ گر ہو جاتا ہے، دوستوں سے سلامتی فاتحہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والذم متابعتہ المصطفیٰ علیٰ الہ الصلوٰۃ والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوبات

فضائل آجی ابوالقاسم بن مراد لاہوری کے نام ان وجوہ کے بیان میں جو علماء کرام کی بیان فرمائی ہوئی معرفت اور اس معرفت کے درمیان فرق کرنے والی ہیں جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں اور اس معرفت کو حاصل کرنے کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ۔ رامی نامہ نے مشرف کیا اور مسرت بخشی، چونکہ قصور کی دید اور باطنی و حال کے احوال و اطوار پر افسوس کرنے کی خبر دینے والا تھا اور مطلوب بند پہنچنے کی آرزو کی طرف اشارہ رکھتا تھا (اس لئے) مزید مسرت کا باعث ہوا، حق سبحانہ اس دید کو اور زیادہ کرے اور خود پسندی و غرور سے نجات دے اور دل میں شوق کی آگ بھڑکائے تاکہ وصول سے روکنے والے امور سے یکسو کر دے اور اس کی طلب و محبت میں یک جانب و یک رخ بنادے۔ انا قریب عجیب [بیشک قریب ہے] (اور قبول کرنے والا ہے) میرے شفقت آثار مخدوم! اس فانی دنیا میں مقصد اعلیٰ حق جل و علا کی معرفت حاصل کرنا ہے اور معرفت دو قسم کی ہے، قسم اول وہ معرفت ہے جس کو علمائے عظام نے بیان فرمایا ہے اور قسم دوم وہ (معرفت) ہے کہ جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں، پہلی قسم نظرو استلال کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری قسم کشف و شہود سے مربوط ہے، پہلی قسم دائرہ علم میں داخل ہے جو کہ تصور و تعقل (تفکر) کی قسم سے ہے اور دوسری قسم دائرہ حال میں داخل

اور تحقق (متصف ہونے) کی جنس سے ہے، پہلی قسم عارف کے وجود کو فنا کرنے والی نہیں ہے اور دوسری قسم سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے کیونکہ معرفت اس طریقہ میں معروف (اللہ تعالیٰ) میں قائم ہونے سے عبارت ہے۔

قرب نے بالاویستی رفتن است قرب حق از قید ہستی رستن است

[اوپر اور نیچے جانے کا نام قرب نہیں ہے، حق تعالیٰ کا قرب ہستی (وجود) کی قید سے رہائی پانا ہے]

پہلی قسم علم حصولی کی قسم سے ہے اور ادراک مرکب ہے اور دوسری قسم علم حضوری کی قسم سے ہے اور ادراک بسیط ہے کیونکہ اس مقام میں حاضر حق سبحانہ ہے بجائے نفس سالک کے کہ وہ فنا حاصل کر چکا ہے۔ قسم اول نفس کی مخالفت و انکار کے باوجود معرفت کا حصول ہے کیونکہ نفس اس مقام میں اپنی صفاتِ رذیلیہ پر قائم ہے، امارگی اور سرکشی سے جو کہ اس کی ذات میں ہے نہیں نکلا ہے اور ظلم و سرکشی سے جو کہ اس کی فطرت میں ہے باز نہیں آیا ہے اس مقام میں اگر ایمان ہے تو وہ (ایمان کی صورت ہے اور اگر اعمال صالحہ ہیں تو اعمال کی صورت ہیں کیونکہ نفس ابھی تک اپنے کفر پر ہے اور اپنے آقا کی مخالفت پر قائم ہے، حدیث قدسی میں ہے: عاد نفسك فانها انتصبت بمعاداتی (تو اپنے نفس کی مخالفت کر کیونکہ بلاشبہ وہ میری مخالفت پر لڑتی ہے) اس لئے اس ایمان کو مجازی ایمان کہتے ہیں، یہ ایمان زوال و خلل سے محفوظ نہیں ہے المجازی یعنی (مجازی نفعی ہوجاتی ہے)۔ اور معرفت کی دوسری قسم چونکہ سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے اور نفس کے مطیع ہوجانے کا ثمرہ دینے والی ہے اس لئے اس مقام کا ایمان زوال سے محفوظ اور خلل سے مامون ہے، ایمان کی حقیقت اس جگہ میں ہے اور اعمال صالحہ کی حقیقت اس مقام میں ثابت ہے، حقیقت کی نفعی نہیں ہوتی اور بقا اس کے لئے لازم ہے گویا حدیث شریف میں اللہم اینی اسئلک ایماناً لیس بعدہ کفر [اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو] اور آیت کریمہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ** (الایہ) [اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ] میں اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے، امام احمد حنبل (رضی اللہ عنہ) اس معرفت کے طالب رہے ہیں کہ اس قدر علم و اجتہاد کے باوجود بشر حافی (رضی اللہ عنہ) کے ہم کباب جاتے تھے، لوگوں نے ان کو سبب پوچھا، انھوں نے فرمایا (کہ) وہ خدا (تعالیٰ) کو مجھ سے بہتر پہچانتے ہیں، شاید کہ امام اعظم کو فی قدس سرہ نے عمر کے آخری دو سال میں جو اجتہاد و استنباط ترک کر کے خلوت اختیار کی جیسا کہ انھوں نے خواب میں (کسی سے) فرمایا **لَوْ لَا السَّنَانُ لَهَلَكَ النِّعْمَانُ** [اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہوجاتا] وہ (آخری دو سال میں) اسی معرفت کی تکمیل و تکمیل اور اسی ایمان کے مکمل کرنے میں (مصروف رہے جو کہ اس معرفت کا ثمرہ ہے ورنہ وہ اعمال میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے، کونسا عمل ہے جو اجتہاد و استنباط کے درجہ کو پہنچاتا ہے

اور کوئی عبادت ہے جو تدریس و تعلیم کے مرتبہ تک جاتی ہے، اور جانا چاہئے کہ کامل طور پر اعمال کی قبولیت کمال ایمان کے مطابق ہے اور اعمال کی نورانیت کمال اخلاص سے ہے ایمان جیسا کہ زیادہ کامل اور اخلاص جتنا زیادہ مکمل ہوگا اعمال کا نور قبول و کمال کچھ اور ہی ہوگا، اور اس ایمان کا کمال اور اخلاص کی تکمیل معرفت کے ساتھ وابستہ ہے اور چونکہ یہ معرفت اور ایمان حقیقی فنا اور موت قبل الموت سے وابستہ ہے اس لئے جس شخص کا قدم فنا میں جتنا زیادہ راسخ ہوگا وہ ایمان میں اسی قدر زیادہ کامل ہوگا اسی لئے (حضرت) صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کا ایمان امت کے ایمان پر فوقیت لے گیا، لو اتزن ایمان ابی بکر مع امتی لرحم ایمان ابی بکر (اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ایمان کو میری امت کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا ایمان بڑھ جائے گا (الحديث) کیونکہ وہ فنایت میں فرد کامل تھے۔ من اراد ان ينظر الى ميت يمشي على وجه الارض فليتنظر الى ابن ابى قحافة (الحديث) [جو شخص زمین پر چلتی پھرتی لاش کو دیکھتا چاہے تو اس کو چاہئے کہ ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے]۔ یہ حدیث اس معنی کی تائید کرتی ہے کیونکہ تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) میں حصول فنا کے باوجود (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی حصول فنا میں تخصیص بھی ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس معنی (فنایت) کے کمال پر دلیل ہے۔ اس تخریر سے مقصود اور طول کلامی سے مطلوب یہ ہے کہ عقلمندوں اور ذہین لوگوں پر ضروری و لازمی ہے کہ اپنے انجام کار (مستقبل) اور زمانہ حال کے بارے میں اچھی طرح غور کریں، جس کسی کو مذکورہ بالا معرفت حاصل ہے تو اس کے لئے خوشی و خوشخبری ہے جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ بجالایا، اور

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَهُ (اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے یعنی تاکہ میری معرفت حاصل کریں) کے مطابق اپنی زندگی بسر کی کیونکہ عبادت کا کمال معرفت سے وابستہ ہے اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے اس کو چاہئے کہ اس کی طلب میں جان کے ساتھ کوشش کرے اور جس جگہ سے مطلوب کی پویائے اس کا پیچھا کرے، افسوس ہے کہ اس دنیائے فانی میں جس چیز کا اس شخص سے مطالبہ کیا گیا ہے اس کو بجانہ لائے اور دوسرے امور میں مشغول ہو جائے اور جس چیز کی تخریب کے لئے (اس کو) امر کیا گیا ہے اس کی تعمیر کرے، کل دنیا کے روزے کس منہ اور کون سے جیلہ سے عذر کی زبان کھولے گا۔

ترجمہ کہ یار یا ماما آشنا بماند تا دامن قیامت این غم بماند

[میں ڈرتا ہوں کہ (مبارا) محبوب ہمارے (حال) سے نا آشنا (ہی) رہے (اور) یہ غم دامن قیامت تک ہمارے ساتھ رہے]



مکتوب ۶۲

حاجی مصطفیٰ کے نام اس بیان میں کہ ولایات کا حامل ہونا اور ان کا علم وہی چیز ہے اور ان کے مقدمات (واردات) کسی ہیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تخریر فرمایا۔

حاصل اللہ العظیمہ ومصطفیٰ علی رسولہ الکریم، اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت کا سبب ہوا اور اس کی بعض کیفیات کے مطالعہ نے ذوق بختہ اپنے بعض ظاہری مطالب کے حامل نہ ہونے کے بارے میں لکھا تھا الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ سبحانہ جو کچھ کرتا ہے اس میں بہتری ہے [تمام امور کو حق جل و علا کے سپرد کر دیں اور ان کے حصول میں رنج نہ اٹھائیں] ^{۳۹} اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدًا ^{۳۹} کیا اللہ تعالیٰ اپنے بند کے لئے کافی نہیں ہے؟ ہم لوگوں کی عزت ایمان معرفت سے ہے نہ کہ مال و جاہ سے، ایمان کی تکمیل میں کوشش کریں اور معرفت کے مراتب حاصل کرنے میں سعی کامل ملحوظ رکھیں، اس اعلیٰ مطلب کے حامل کرنے میں جب قدر مشقت اٹھائیں مناسب وعمرہ ہی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنے غموں کو ایک غم یعنی آخرت کا غم بنا لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام غموں سے کفایت کرے گا اور جس شخص کو دنیوی حالات کے غموں نے پر اگتہ کیا اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ ان (غموں) کی کسی بھی لڑی میں مرے۔ اگر کوئی شخص حصول معاش میں صبر نہ کرے تو وہ کسی قدر کوشش کر لے اگر کامیاب ہو گیا تو اچھا ہے ورنہ اس کے پیچھے نہ پڑے کہ اس چکر میں پھنس جائیگا اور پریشانی پلائی ہوگی۔ آپ نے لکھا تھا کہ اس بات کا علم کہ مرید صغریٰ یا کبریٰ یا علیا وغیرہ کونسی ولایت میں ہے الخ۔ میرے مخدوم! ان اشیاء کا علم خود ان اشیاء کی طرح ہو ہی ہے اگر چہ ان کے مقدمات (واردات) کسی ہیں، صاحب معاملہ اگر صاحب تفصیل علم ہے تو اپنے وجدان سے ان ولایتوں کو پہچانتا ہے اور ایک ولایت سے دوسری ولایت میں اپنا منتقل ہوتا پاتا ہے اور اسی طرح صاحب علم پیر (بھی) مرید کی ولایت کو اور اس کے ایک ولایت سے دوسری ولایت میں منتقل ہونے کو مشاہدہ کرتا ہے، اور اگر مرید صاحب علم نہیں ہے تو اس کو پیر کا علم کافی ہے، مختصر یہ ہے کہ ولایت حاصل ہونی چاہئے اگر اس کا علم (بھی) دیدیں تو ایک نعمت ہے ورنہ (عدم علم) نفس ولایت میں کچھ نقص نہیں رکھتا منما من علم و منما من جمل (پس ہم میں وہ لوگ بھی ہیں جن کو علم ہے اور وہ بھی ہیں جن کو علم نہیں ہے)۔

آپ نے لکھا تھا کہ اگر یہ علم وہی ہے تو توجہ کریں تاکہ اس سے کچھ حصہ نصیب ہو جائے! انشاء اللہ تعالیٰ

توجہ کی جائیگی، یہ علم ارشاد و تکمیل کے لئے شرط نہیں ہے اگرچہ مستحسن ہے لیکن جس صاحب کمال نے ان ولایتوں (ولایات ثلاثہ وغیرہ) کی سیر کی ہے اور نزول کی طرف لایا گیا ہے اور تکمیل و ارشاد پر مقرر ہوا ہے اگر پوری ہمت کے ساتھ اس امر عظیم کی طرف متوجہ ہو جائے اور توجہات کرے اگرچہ وہ صاحب تفصیل علم نہ ہو اغلب یہ ہے کہ وہ طالبوں کے نقص و کمال اور ان کی ترقی اور ایک ولایت سے دوسری ولایت میں منتقل ہونے کے احوال سے بے خبر نہیں رہے گا اگرچہ اجمالی طور پر ہو اور اگرچہ بعض علامات کے ذریعہ سے ہی واقف ہو اور (اگرچہ) بعض اُن امور سے جو کہ اس امر عظیم میں لازمی ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے علم کرانے سے ہی مطلع ہو جائے

تو کار بگفت کارداں کُن خود کار بگویدت کہ آن کن

[تو کام جاننے والے کے کہنے کے مطابق کام کر، کام خود تجھ کو بتائے گا کہ یوں کر]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی۔

مکتوب ۶۳

۱۰۵

شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نوافلِ موقتہ کے اوقات میں احتیاطاً کے طور پر قضا نمازیں پڑھنا نوافل کی جگہ واقع ہو جائیں گی۔

الحمد للہ و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ، آپ نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ جس مریض کی بیماری کے کچھ دنوں کی فرض نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور وہ ان کو بعد میں ادا کرے اور اپنی اُن قضا نمازوں کی تعداد نہیں جانتا اور نیز اگر تہجد و اشراق کے اوقات میں ان دونوں نمازوں کے بدلے میں اور سنن مؤکدہ کے علاوہ جو نوافل بعض اوقات میں پڑھنے مروی ہیں ان کے بدلے میں ان قضا نمازوں کو پڑھتا رہے اور اپنی تمام عمر اسی طرح کرتا رہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی بیماری کے دن ایک سال تک نہیں پہنچتے تو اس صورت میں کیا اس کو ثوابِ عظیم حاصل ہوگا جو ان (نوافل) نمازوں (کے پڑھنے) کے بارے میں وارد ہوا ہے یا نہیں حاصل ہوگا۔ پس ظاہر قول یہ ہے کہ قضا نمازیں پوری ہونے کے بعد (کی نمازوں میں یہ ثواب) حاصل ہوگا اس لئے کہ (اب) یہ نمازیں نقل میں تبدیل ہو جائیں گی اور نوافلِ موقتہ میں تعینِ تہیت شرط نہیں ہے پس وہ نمازیں نوافلِ موقتہ کی جگہ واقع ہوں گی۔

مکتوب ۶۴

شرف الدین حسین لاہوری کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا انہوں نے لکھا تھا کہ
ہم دوست کی واردات دل پر غالب آجاتی ہیں۔

فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں، (آپ کے) مکتوب شریف کے مطالعے نے شادمان و مسرور کیا
آپ نے لکھا تھا کہ ہم دوست کی کیفیت دل پر چھا جاتی اور غالب آجاتی ہے اور اس عاجز نے شریعت کو
لمحو نظر رکھتے ہوئے عرض کر دیا، تاہم جو کچھ حکم فرمائیں حتیٰ الوسع اس پر قائم رہے، ع
بے سجادہ رنگیں کن کرت پیرمغاں گوید (اگر تجھ کو پیرمغاں کہے تو اپنے محلے کو خرابی کے ساتھ رنگین کر لے)
میرے مخدوم! یہ وارد اور اس قسم کی دوسری کیفیات محبت کے غلبہ کے باعث ہیں محبت کے نشہ
(کی وجہ) سے محب کی نظر میں محبوب کے سوا کچھ نہیں آتا اور شوق کی زیادتی کے باعث کثرت کو جہاں وحدت کا
آئینہ پاتا ہے۔

درو دیوار چو آئینہ شد از کثرت شوق ہر کجائی نگر م روئے ترامی بینم

(چونکہ کثرت شوق کی وجہ سے درو دیوار آئینہ کی مانند ہو گئے ہیں اس لئے) میں جس طرف بھی دیکھتا ہوں تیرا دی (کیا) چہرہ دیکھتا ہوں
اور قاعدہ ہے کہ آئینہ شہود سے پوشیدہ ہو جاتا ہے ظاہر وہی صورت ہے اس لئے اس وقت میں وحدت و جو
کا حکم کرتا ہے اور کثرت مخفی و پوشیدہ ہو جاتی ہے اس وقت سالک کو چاہئے کہ شریعت کو ہاتھ سے نہ جانے
دے اور اپنے آپ کو تکلف کے ساتھ بندگی (شریعت) کے احکام پر (قائم) رکھے، باطن کے ساتھ وحدت میں
قار ہے اور ظاہر میں احکام شرعیہ کے ساتھ آراستہ رہے، ع
ایں کا بدولت است کون تا کرار بند [یضیب کی بات تہذیب کیے ایکس کو غایت فرماتے ہیں]
بب سکرے صومیں آجائے اور جمع سے فرق کی طرف مائل ہو جائے تو اس وقت اسلام حقیقی کے ساتھ
مشرف ہو جاتا ہے اور دعوت و ارشاد کے لائق بن جاتا ہے۔

مکتوب ۶۵

نیز شرف الدین حسین لاہوری کے نام بلند مہتی کے بارے میں اور جو حیر مشہود ہوا اس کی طرف

المفات نہ کرنے اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

حد و صلوة و ارسال تسلیات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوبہ مرغوب حافظ محمد نصیب کے ہمراہ ارسال کیا تھا موصول ہو کر مسرت کا باعث ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ ”جو کچھ دید و دانش تھا سب کو وہم و خیال پایا اور جو کچھ یافت و بینش رکھتا تھا سب کو نقص دیکھا الخ“ اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ صراطِ استقیم کی ہدایت پا گئے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی شاہراہ پر آگئے ہیں، ایک بزرگ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، عرض کیا یا رسول اللہ! توحید کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جب بھی تیرے دل میں کوئی تصور آئے یا تیرے خیال میں کوئی بات آئے تو اللہ سبحانہ اس سے ماوراء ہے، ہمت کو بلند رکھیں اور جو کچھ اس راستہ میں حاصل ہو (اس پر) قناعت نہ کریں، اس راستہ کا ہر خس و خاشاک انی انا اللہ [بیشک میں ہی اللہ ہوں] کی صدا لگاتا ہے اور سالک بیچارہ کو اپنی پرستش کی طرف بلاتا ہے کوئی ایسا بلند پرواز شاہباز چاہے جو نگاہ کی کجی میں مبتلا نہ ہو اور لا اُحِبُّ الْاَقْلَیْنِ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] کا نرا نہ لگاتا ہو اور آیت کریمہ اِنِّیْ دَجَّجْتُ وَجْهَہٗ لِیْلَیْنِ الَّذِیْنَ فَطَرْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَیْثُ مَا لَآیَ [بیشک میں نے اپنا منہ کسی کو شریک کے بغیر فالص اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا] کو اپنا پیشوا بنائے، فَاَزَاغَ الْبَصَرَ مَا کَانَ فِیْہِ سَبۡیۡلٌ [اس کی آنکھ نے نہ کجی کی اور نہ وہ حد سے آگے بڑھی] جیب کی صفت ہے اور لا اُحِبُّ الْاَقْلَیْنِ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] خلیل علیہا الصلوٰۃ والسلام کا مقولہ ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ تمہاری اور اس تعالیٰ شانہ کی محبت میں فرق نہیں دیکھتا ہے

بنشینم و باغم تو سازم یہاں ز تو با تو عشق بازم ایہ
[میں بیٹھ جاتا ہوں اور تیرے غم کے ساتھ موافقت کرتا ہوں] تجھ سے پوشیدہ بے خبر ہوں (اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتا ہوں) بیشک حق جل و علا کی محبت ہے جو کہ پیرو مرشد کے واسطے سے متعلق ہے، حدیث شریف من اجہد فنجبی اجہم [جس نے ان سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی] اس معنی کی شاہد ہے کسی نے خوب کہا ہے

یک نغمہ نشستہ درد و پردہ یک نشاۃ دو جا ظہور کردہ
[ایک نغمہ (راگ) دو پردوں (سُردوں) میں جاگزیں ہے، ایک وجود نے دو جگہ ظہور کیا ہے]
آپ نے جو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور لکھا ہے اس کے مطالعہ نے بہت خوشوقت کیا، حق سبحانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالاتِ خاصہ سے بہرہ مند فرمائے۔

مکتوبہ ۶۶

شیخ عرب بخاری کے نام نصیحت کے بارے میں اور واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

میرے برادر عزیز شیخ عرب اس خستہ دل درویش کا سلام عنایت انجام پڑھیں، آپ کے ارسال کئے ہوئے مکتوب نے موصول ہو کر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ ظاہری عنایت و باطنی جمعیت کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ ترقیات نصیب فرمائے اور بیش از بیش عطا کرے و من استوی اوماہ فہو مغبون (جس شخص کے روزن یکساں گزرے یعنی اُس نے ترقی نہ کی تو وہ نارسہ میں بہتا بہترین اوقات (جوانی کے اوقات) کو عبادات کے معمولات میں صرفت کریں اس قلیل فرصت میں باطن کی تعمیر و تنویر میں مشغول رہیں، انوس در افسوس ظاہر کی تعمیر باطن کی تخریب کا سبب ہے اور اسی طرح اس کے برعکس ہے (یعنی ظاہر کی تخریب باطن کی تعمیر کا سبب ہے) اور تم ہوس پرست ظاہر کی تعمیر کے درپے ہیں پس ہمیں باطن کی خبر ہوگی۔ حدیث شریف میں آیا ہے فانی بعثت لخراب الدنیا ولم بعث لعمار تھما پس بیشک میں دنیا حرقہ اولی سے بٹلنے والی چیزوں کی برادری کے لئے بھیجا گیا ہوں اور اس کی تعمیر کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ پنجوقتہ نمازوں کے روزانہ عجیب کیفیت نماز ہوتی ہے اور نیت (قناتیت) کا دیکھنا دوام کے طور پر ہے بالخصوص ذکا و مراقبہ کے وقت نہ وہ کونسی نظر میں آتا ہے اور شعور کا کسی امر کا ارادہ دل میں نہیں آتا۔ میرے مخدوم! یہ احوال سنجیدہ و پسندیدہ ہیں جو حالت کہ نماز ادا کرتے وقت ظاہر ہوتی ہے بہت ہی عمدہ ہے اور اس کی کیفیات انتہائی خبر دینے والی ہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوبہ ۶۷

صالح آثار حافظ محمد حسن کے نام ان کے حال کی شرح میں معائنہ احادیث کے بیان کے جن میں

ناز و وضو و تلاوت قرآن مجید کے فضائل وارد ہوئے ہیں تحریر فرمایا۔

حمد و سلوۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے، آپ کا مکتوب مرغوب ہو گا آپ نے محبت

کی وجہ سے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صادر ہونے سے شادمان و مسرور ہوا چونکہ

اعلیٰ احوال اور بلند کیفیات پر مشتمل تھا مسرت میں اعجاز کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ اس سے پہلے جبکہ معاملہ فنا و بقا سے وابستہ تھا عجیب و غریب احوال و ادواق رونما ہوتے تھے اور نادر قسم کے حالات و واردات ظاہر ہوتے تھے، اب جبکہ معاملہ جہل تک پہنچ گیا ہے عجز و انکسار کے سوا کچھ نہیں رہا اور جو عمل بھی واقع ہوتا ہے اس کو رد و دفع کے لائق جانتا ہے اور اپنے آپ کو کسی وجہ سے بھی اس بارگاہ مقدس کے لائق نہیں پاتا اور خالق و مخالق ہونے کی نسبت کے سوا نہیں جانتا۔ آپ جان لیں کہ جب تک سالک کا معاملہ اصول اور اصولِ اصول میں ہے الی ماشاء اللہ تعالیٰ۔ (اس وقت تک) فنا و بقا و اسالت و ظلیت و مرآتیت (آئینہ ہونا) وغیرہ منصوص ہے اور اشواق و ادواق، لذات و کیفیات، وصل و اتصال، موجود و ثابت ہے اور جب معاملہ اصول سے اوپر جاتا ہے اور اسلِ ظل کی طرح راہ میں رہ جاتی ہے اور کمالات نبوت پر ٹوٹنے میں اور تمیز جاتی رہتی ہے تو جہل و نادانی ظاہر ہوتی ہے اور حیرت و عجز و شہہ پاتا ہے، شوق و ذوق راہ میں رہ جاتا ہے اور وصل و اتصال کا خیال سر سے کل جاتا ہے اور اتحاد و ظلیت و مرآتیت کی نسبت پوشیدہ ہو جاتی ہے تا اس خالقیت و مخلوقیت کی نسبت جلوہ گر ہوتی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ کبھی کبھی ایک نسبت وارد ہوتی ہے اور تو صرف ظاہر ہوتا ہے اور آپ کو اس نور میں مشغول رہنا اور لٹے پاتا ہے اور اس وقت اپنے آپ سے کوئی تمام و نشان نہیں سمجھتا اور اس مرتبہ پر نور کا اطلاق اس کی حقیقت کو نہ پانے کی وجہ سے ہے ورنہ وہ ایک ایسا امر ہے جو اجازت تحریر و تقریر سے باہر ہے اور اس کو کسی چیز کے ساتھ تعبیر نہیں کر سکتا اور اس مرتبہ مقدسہ سے بجز وحیت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے۔ "میرے مخدوم! ہمارے حضرتِ عالی قدرنا اللہ سبحانہ بسمرت مراتب تعینات کے اوپر ایک مرتبہ تحریر فرمایا ہے اور اس کو تو صرف سے تعبیر کیا ہے اور اس کو حقیقت نبویہ فرمایا ہے، جو کچھ آپ نے لکھا اور پایا ہے اگر وہی حقیقت ہے جو کہ حضرتِ عالی قدر سے قربانی و توہیت بڑی سعادت ہے فطوبیٰ لک و بشری [پس آپ کے لئے خوشی و بشارت ہے] اور اگر اس حقیقت کے نلال میں سے کوئی ظل تھا تو بھی بنیعت ہے مختصر یہ ہے کہ اس نسبت کے اصل ذاتی ہونے کی وجہ سے جو کچھ ہے کبریتِ احمد (سرخ گندھک یعنی تادری) ہے۔ یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ الشراقات یہ نسبت نماز میں وارد ہوتی ہے خاص طور پر اس فرض نماز میں جو کہ جماعت سے ادا کرتا ہے اور (نماز سے) فارغ ہونے کے بعد جب تک نماز کی جگہ میں پابند بیٹھا رہتا ہے وہ حالت بھی باقی رہتی ہے اس کے بعد پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ "میرے مخدوم! نماز جو کہ موتوں کی معراج ہے اصل کے ظہور کا مقام اور حالت معراجیہ کا نمونہ ہے۔ حدیث الساجد بسجد علی قدسی اللہ فلیسأل و لیرغب [سجد کرنے والا

نہ ملاحظہ ہو کہ تورات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہے اور فرعون کی کتاب ہے

اللہ تعالیٰ کے روزے تو ہوا پر سجدہ کرتا ہے اس پر اس کا طلب دشمن کرتا ہے آپ نے سنا ہو گا اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ کی کوئی حالت اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اس (بندہ) کو اپنا پہرہ بنا لے اور اس کے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب بندہ اپنی نماز میں داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے پس اس (بندہ) سے رخ نہیں پھیرتا یہاں تک کہ وہ بندہ اپنا رخ پھیر لے یا کوئی بری بات کہے۔ پھر فرض نمازوں کی خصوصیت تو علیحدہ ہے اور جماعت نور علی نور ہے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لئے جو اندھیروں میں مسجروں کی طرف جاتے ہیں قیامت کے روز ایک پاند توری کے ساتھ روشنی کرے گا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اندھیروں میں مساجد کی طرف چلنے والے وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہونے والے ہیں۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی بندہ جماعت میں نماز پڑھتا ہے پھر وہ کسی حاجت کا سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے کہ وہ (بے مراد) واپس لوٹے یہاں تک کہ اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک نماز کے برابر ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانسو نمازوں کی برابر ہے اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پانچ ہزار نمازوں کے برابر ہے اور میری اس مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے ان پانچ نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے پر محافظت کی وہ پل صراط پر چلنے والی بجلی کی مانند گزرنے والوں میں سب سے پہلا شخص ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کا خیر یقین کے پے لگروہ میں فرمائے گا اور ہر روز و شب میں ان نمازوں پر محافظت کرنے والے کے لئے ایسے ہزار ٹھیکڑی مانند اجر ہوگا جو اللہ کے راستہ میں قتل کئے گئے ہوں۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ تم میں سے جو شخص وضو کرتا ہے پس اچھی طرح دیکھتا ہے اور اس کو پوری طرح کرتا ہے پھر وہ مسجد میں آتا ہے اس کا مقصد نماز کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو خوشخبری دیتا ہے جیسا کہ ان لوگوں کو جن کا کوئی آدمی گم ہو گیا ہو اپنے غائب کے آجانے سے خوشی ہوتی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ جو ترقی کہ قرآن مجید کی تلاوت میں معہوم ہوتی ہے (ایسی ترقی) جو پیڑوں میں گم ہے خاص طور پر وہ تلاوت جو کہ نماز میں طویل قیام کے اندر کی جاتی ہے، بیشک جب حاملہ اسول سے ادر پھلا جاتا ہے اور نیز باقی رہتی ہے تو اس مقام میں ترقی قرآن مجید کی تلاوت

اور نماز کے ساتھ ہوتی ہے، کلامِ سعادتِ یقینہ ہے اور اپنے موصوف سے کسی قسم کی عاجزگی و بددانی نہیں رکھتی اور اس کے ساتھ مل جانا اور اس کو اختیار کرنا اس کے موصوف کے ساتھ کمالِ تقرب کا سبب ہے، حدیث شریف میں آیا ہے اهل القرآن اهل الله و خاصتنا اهل قرآن اهل الله اور اس کے ناص بندے ہیں [ہو سکتا ہے کہ اہل قرآن سے مراد یہی لوگ ہوں جو کہ اس درجہ تک پہنچے ہیں اور اصول سے گزر چکے اور فنا و بقا کی حقیقت کے ساتھ پاک (غیر اللہ سے خالی) ہوئے ہوں اور ربہ جتنا کہ ماسوا سے اس طرح پاک و مطہر ہو جائے اہل قرآن اور اس کی تلاوت کے لائق نہیں ہوتا جو تلاوت کہ اس حالت سے پہلے واقع ہوتی ہے ابراہیم کے اعمال میں داخل ہے نہ کہ مقررین کے اعمال میں^{۱۱۳} اُس مقام میں کلمہ طیبہ کا تکرار فائدہ دینے اور ترقی بخشنے والا ہے، اور جب اس کلمہ مبارکہ کی برکت سے باطن کی جہارت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ تلاوت کے قابل ہو جاتا ہے، آیت اربعہ لا یمسک الا المظاہرۃن [اس کو پاکیزہ لوگ ہی چھوتے ہیں] اس معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے، یعنی قرآن کو وری لوگ پڑھتے ہیں جو (ماسوا کے) تعلقات کی میل کچیل سے پاک ہو چکے ہیں، قرآن کریم کی قرأت کو بالذکر کے طور پر چھونے سے تعبیر کیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے، آگاہ رہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اللہ کا کلام سنا کرے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے، جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنے رب سے بات کرے تو اس کو قرآن پڑھنا چاہئے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے قرآن کے حاملین (راٹھار والے) اولیاء اللہ ہیں، پس جس نے ان سے دشمنی کی تو اُس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی اور جس نے اُن سے دوستی کی تو بیشک اس نے اللہ تعالیٰ سے دوستی کی۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے، اللہ عزوجل (قرآن مجید کی) جس آیت کو بھی نازل فرماتا ہے اس کا ظاہر و باطن ہوتا ہے اور نہ صرف اگلے حدیث اور ہر حدیث کے لئے مطلع ہے۔ والسلام

مکتوب ۶۸

شیخ غازی کے نام اس بیان میں کہ رویتِ قلبی دنیا میں واقع ہے یا نہیں اور سلطان العارفین کے اس کلام کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا کہ "جس جگہ سالک ایسی سال میں نہیں پہنچتا سلطان خیال ایک لمحہ میں پہنچا دیتا ہے"

۱۱۳ اس آیت کی مزید تشریح مکتوبات امام ربانی قدس سرہ جلد سوم کے مکتوب ۱۱۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔
۱۱۴ حدیث کی شرح مکتوبات امام ربانی قدس سرہ دفتر سوم مکتوب ۱۱۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

الحمد للہ و سلام علیا، عبادہ الذیہ البسطی، برادر عزیز شیخ غازی نے چند سوال کے لئے ان کے جواب میں چند سطریں لکھی جاتی ہیں واللہ الہادی الی سبیل الرشاد! اللہ تعالیٰ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے! آپ جان لیں کہ متاخرین صوفیائے کلام دنیا میں مشاہدہ کے وقوع کے قائل ہیں جو کہ روایت قلبی سے عبارت ہے اور اس عالم فانی میں اسے تسلیم کرتے ہیں اور (اس کا) وقوع مانتے ہیں، اور صاحبِ معرفت فرماتے ہیں: اور اس بات پر اجماع ہے کہ اُس تعالیٰ شانہ کو دنیا میں نہ آنے سے دیکھا جاسکتا، اور نہ قلب سے۔ شاید کہ اس اجماع سے مراد صوفیائے متقدمین کا اجماع ہے پس صوفیائے متقدمین دنیا میں روایت قلبی کے قائل نہیں ہیں اور ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ بسرہ کا مذہب بھی اس اجماع کے موافق ہے اس معنی میں کہ مشاہدہ ذات حق جل و علا کا نہیں ہے کہ وہ آخرت کی روایت سے متعلق ہو بلکہ ظلال میں سے کسی ظل کے مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے کہ جس کے ساتھ گرفتاری غیر کے ساتھ گرفتاری ہے، ذاتِ عزیزہ کا طالب اس میں پھنسا نہیں رہتا اور بلندی سے پستی کی طرف نہیں آتا اور یہ جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا جو کچھ کہ دیکھا، سنا اور جانا گیا ہے وہ سب غیر ہے کلمہ لا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہئے یہ بھی اس اجماع کے مطابق ہے اور اس کی تائید کرنے والا وہ واقعہ بھی ہے جو نغمات میں بیان کیا گیا ہے کہ کسی بزرگ نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، عرض کیا یا رسول اللہ! توحید کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جب بھی تیرے دل میں کوئی تصویر آئے یا تیرے خیال میں کوئی بات آئے تو اللہ تعالیٰ اس سے ماورا ہے اور بعض اکابر سے مشاہدہ کے اثبات میں جو کچھ نقل کیا گیا ہے کہاں سے (ثابت) ہے کہ ان کو اس مقام سے ترقی واقع نہیں ہوئی ہے اور وہ آخر تک اس مشاہدہ میں رُکے رہے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ ایک روز اس فقیر کو الہام ہوا کہ اگر توجنید صفت (ہوتا) پاتا ہے تو اپنے آپ میں مشغول ہو جا۔ اپنے آپ میں مشغول ہونا کیا چیز ہے؟ اور جنید صفت کس معنی میں ہے؟ میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ اپنے آپ میں مشغول ہونے سے مراد سیرِ انفسی ہو جس کو جذبہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سلوک سیرِ آفاقی ہے یعنی تو سلوک سے جذبہ میں آ جا اور آفاق سے انفس میں داخل ہو جا کیونکہ پائنت (پانا) اپنے سے خارج میں نہیں ہے۔

بچو تا پینا میر ہر سوئے دست با تو در زیر گلایم است ہر چہ ہست

(تو انہ سے کہتا ہوں کہ ہر طرف سے ہاتھ نہ لیجا، جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ ہی کبیل کے نیچے ہے)

اور یہ سیرِ انفسی ولایت کے طریقوں میں بہایت ہے اور جنید صفت (سے مراد) اُن قدس سرہ کے کمال

ساتھ متصف ہونا ہے جو کہ سیرِ انفسی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "سلطان العارفین بانی ریڈیٹامی قمر" نے فرمایا ہے کہ جس جگہ سالک کئی سال میں نہیں پہنچا سلطانِ خیال ایک لمحہ میں پہنچا دیتا ہے اور آپ نے اس قول پر تعجب کیا کہ خیال کیا چیز ہے جو کسی شخص کو کسی جگہ پہنچائے اور اگر بالفرض وہ کوئی چیز سالک کے سامنے لائے تو وہ اُس پر کس طرح اعتماد کرے، خواب و خیال کا کیا اعتبار ہے "میرے مخدوم! جو کچھ سلطان العارفین نے فرمایا ہے وہ حق ہے اس معنی میں کہ سلطانِ خیال کی مدد سے برسوں کا راستہ ایک لمحہ میں طے ہو جاتا ہے، غیبِ الغیب کا راستہ و ہم (خیال) کی مدد سے طے ہوتا ہے اور جو جونی (بے کیفی) کے معاملات خیال کی مدد سے صورت پذیر ہوتے اور ادراک میں آجاتے ہیں۔ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ، بسرہ نے لکھا ہے کہ "اس راستہ کے طے کرنے کا مدار تو ہم و تجمل پر ہے، احوال و مواجید کیفیت ہے جو کہ اس راستہ کے جزئی معانی ہیں و ہم ہی کے ساتھ ادراک میں آتے ہیں اور سالکوں کی تجلیات و تلویحات خیال کے آئینے میں مشہود ہوتی ہیں پس اگر وہ ہم نہ ہوتے تو ہم قاصر رہ جاتی اور اگر خیال نہ ہوتا تو حال پوشیدہ رہ جاتا، اس راستہ میں وہم و خیال سے زیادہ نفع دینے والی کوئی چیز نہیں پائی گئی اور اُن کا اکثر ادراک و انکشاف واقع کے مطابق ظاہر ہوا، وہم (خیال) ہی ہے جو کہ پچاس ہزار سال کی راہ کو جو کہ بندہ اور رب کے درمیان ہے اللہ تعالیٰ کے کرم سے تقویٰ مدت میں طے کر دیتا ہے اور وصول کے درجات تک پہنچا دیتا ہے اور خیال ہی ہے جو کہ غیبِ الغیب کے دقائق و اسرار کو اپنے آئینہ میں منکشف کرتا ہے اور صاحبِ استوداد سالک کو مطلع کر دیتا ہے۔"

یہ اُن (مجدد الفِ ثانی) قدس سرہ کا کلام ہے۔ والسلام

مکتوب ۶۹

محمد باقر فتح آبادی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ عشق حقیقی موسیٰ پر اور باطن کا حصہ ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ حضرت حق سبحانہ کا عشق دیکھنے کے طور پر ہے یا جاننے کے طور پر؟ دیکھنے کے طور پر نہیں ہے کیونکہ دیدار کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے بلکہ جاننے کے طور پر ہے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا ایں دولت از گفتار خیزد

[عشق صرف دیدار ہی سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اکثر یہ دولت گفتار سے بھی پیدا ہوتی ہے]

آپ نے لکھا تھا اگر جاننے کے طور پر ہے تو ہم خدا تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اس کو چاہنا ہے

جیسا کہ وہ اپنے اسماء و صفات کے ساتھ ہے پس کیا (سبب) ہے اور کیا مصیبت ہے کہ یہ سب کچھ جانے اور پہچاننے کے باوجود ہماری طبیعت میں عشق مجازی کے برابر کامل بیقاری و بے آرامی پیدا نہیں ہوتی اور شوق کی آگ ہمارے دلوں میں نہیں بھڑکتی۔ (اس کا) جواب دو طرح پر ہے، ایک وجہ یہ ہے کہ محض جاننا عشق و گرفتاری کا سبب نہیں ہے، اگر عشق میں محض جاننا کافی ہو تو تمام مومنوں کو شیدا و عاشق ہونا اور اپنے آپ سے اور اپنے ماسوائے آزاد ہونا چاہئے کہ (یہ عشق کا لازمہ ہے بلکہ عشق و محبت حق جل و علا کا حصہ ہے جو کہ جاننے پر مرتب (ہوتا) ہے اور عالم اسباب میں سلوک و ریاضت اور شیخ مفقدا کی صحبت پر کہ جس نے سلوک و جذبہ کے مقامات کو طے کیا ہے موقوف ہے اور علم و معرفت کہ صوفیائے کرام جس سے ممتاز ہیں اس عشق و ولولہ کا نتیجہ ہے اور اس کا ثمرہ حق الیقین ہے جو کہ بقا کا مقام ہے (حدیث قدسی) من قتلنا فانا دیتہ [جس کو میں قتل کرتا ہوں تو اس کا خونہا میں خود ہوں] اس بات کی گواہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو عشق و محبت بچونی سے تعلق رکھتا ہے وہ بے کیفی سے کچھ حصہ لکھتا ہے اور وہ باطن کا حصہ ہے کیونکہ جو سر اسر جون (بمیل) ہے اس کا ظاہر میں سرایت کرنا کمیاب ہے اور عشق مجازی جو کہ چون و چند سے تعلق رکھتا ہے ظاہر کا حصہ ہے اس لئے اس کے آثار یعنی بیقاری و بے آرامی و آہ و نعرہ اور لاغر و زرد ہونا ظاہر میں بہت زیادہ ہیں، عشق حقیقی کے برخلاف جو کہ بے کیف ہے اور یہ آثار اس میں بہت کم ہیں، اس کا اثر معشوق میں فنا ہونا اور ماسوائے آزاد ہونا ہے یہ عشق کی حقیقت ہے بلکہ عشق کی صورت ہے، لوگوں نے شبلی (قدس سرہ) سے کہا کہ آپ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور حالانکہ فریہ اس کے منافی ہے (حضرت شبلی نے فرمایا ہے

احب قلبی و مادرى بدنى و لودرى ما اقام فى السمن

[میرے دل نے محبت کی اور میرا بدن بے خبر ہے اور اگر وہ جانتا تو فریہ نہ رہتا]

مختصر یہ ہے کہ عشق مجازی میں چونکہ عاشق و معشوق کے درمیان ظاہری مناسبت موجود ہے (اس لئے) اس کے آثار ظاہر میں زیادہ نمایاں ہیں اور عشق حقیقی میں چونکہ یہ مناسبت مفقود ہے (اس لئے) اس کا اثر ظاہر میں بہت کم پایا جاتا ہے اور فنا و بقا تک جو کہ باطن کی صفات میں سے ہے پہچانا ہے بیشک ظلال کے مقامات میں اصالت و ظہور کی مناسبت محب اور محبوب کے درمیان موجود ہے (پس) اگر اس کے آثار ظاہر ہوں اگرچہ اجمالاً ہوں تو گنجائش رکھتا ہے اور نالہ و فغاں وغیرہ واقع ہوتا ہے، جب معاملہ ظلال سے اوپر چلا جاتا ہے بلکہ اصل بھی ظل کی مانند راستہ میں رہ جاتی ہے اور معاملہ غیب الغیب سے پڑتا ہے تو محبت کی سوزش و بے چینی بہت کم ہو جاتی ہے اس لئے کمالات نبوت

میں محبت کے معنی ارادہ طاعت کے ہیں نہ کہ اس کے علاوہ کچھ اور کہ جو بے حسنی کا باعث ہو، یہ محبت اس محبت کی مانند ہے جو کہ ہر شخص کو اپنی ذات کے ساتھ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نازک ہے کیونکہ وہ تعالیٰ شانہ بندہ کے اس کی ذات سے بھی زیادہ قریب ہے اور (اس میں) کوئی شک نہیں ہے کہ اپنے سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے الا ما اشار اللہ تعالیٰ [مگر جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے] اور کوئی بے حسنی اس محبت میں ثابت نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”حق جل و علا کی عبادت کی توفیق میں اپنے آپ کو بہت قاصر و عاجز پایا ہے اور آخرت کے کاموں کو سراسر انجام دینے کی قدرت اپنے اندر بہت کم دیکھتا ہے ناچار اپنی بیماری کا علاج طلب کرتا ہے“ میرے مخدوم! آپ نے جو کچھ لکھا ہے فقیر کی زبان سے لکھا ہے (یہ فقیر) اپنی توفیقیوں کا ایک اظہار کرے اس ناکارہ سے علاج طلب کرنے کی جستجو عاریتی مالک سے مستعار مانگے اور محتاج فقیر سے سوال کرنے کی مانند ہے، مرض الاطہار (طیب خود ہی بیمار ہیں) اس جگہ صادق آتا ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور آپ حضرات کو اپنی خوشنودیوں کے حصول کی توفیق عطا فرمائے اور کمال کے مراتب کی طرف ہدایت نصیب

مکتوبات

میر عبدالرحمن کے نام حقیقت جامعہ و مضغہ قلبیہ و وجوہ اشتراک کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حامد اللہ العظیم و مصلیٰ علی رسولہ الکریم، اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، گرامی نامہ جو آپ نے اس ناکارہ کے نام ارسال کیا تھا اس کے وارد ہونے سے مشرف و مسرور ہوا، آپ نے طلب کے رد اور طلب کے شوق کا اظہار کیا تھا، حق سبحانہ اس درد کو اور زیادہ کرے اور شوق کی چنگاری کو اور بھڑکائے یہاں تک کہ ماسوئی سے بالکل رہا کرے اور علی و حسی تعلقات کو اس کے ساتھ بالکل جلا دے اور فنا نیستی تک پہنچا دے۔

بیچ کس راتا نگرودا و فنا نیست رہ در بار گاہ کبریا

[جتک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے اس کیلئے بارگاہ الہی میں بار پائی نہیں ہے]

میرے مخدوم! کبھی (لفظ) قلب بولتے ہیں اور (اس سے) قلب کی حقیقت جامعہ مراد لیتے ہیں جو کہ عالم امر سے ہے اور ذکر و تاثر و التنازع و سکرو فنا و استہلاک جو کہ یکے بعد دیگرے آتے ہیں (یہ سب) اس کا نام ہے، اور کبھی (یہ لفظ) بولتے ہیں اور (اس سے) وہ مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) کہ عالم خلق سے ہے مراد لیتے ہیں جو بائیں پہلو میں واقع ہے اور قلب کی حقیقت جامعہ کو اس مضغہ کے ساتھ خاص تعلق ہے کہ گویا اس کا

آشیانہ و مسکن اور مکان ہے اور ایک قسم کا اتحاد ان کے درمیان موجود ہو گیا ہے کہ انبیاز کو یا مفقود ہو گیا ہے اور بعض احکام میں شرکت حاصل ہو گئی ہے اور حقیقت جامعہ کے ذکر سے مصنف میں بھی حرکت پیدا ہو گئی ہے روح کی طرح جو کہ عالم ام سے ہے اور بچوٹی سے کچھ حصہ رکھتی ہے۔ (اور وہ) بدن کے ساتھ عشق و محبت ہونے کی وجہ سے بدن میں فانی ہو گئی ہے اور بدن کے احکام کے ساتھ ہم رنگ و ہم صفت ہو گئی ہے اور بدن کے توسط سے سمیع و بصیر و متکلم ہو گئی ہے اور بدن کی لذت کے ساتھ لذت یاب اور اس کے غم کے ساتھ غمزدہ اور اس کی حرکت و سکون کے ساتھ متحرک و ساکن ہو گئی ہے، پس جو ذکر قلبی کہ بتدیو کو حاصل ہوتا ہے وہ حقیقت جامعہ کا ذکر ہے شروع میں اس کے وسیلہ و ہمسائیگی کی وجہ سے مصنف (جسمانی دل) بھی زا کر و متحرک ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ایک ذکر ہے جو کہ دونوں سے منسوب ہے اور ان کے اتصال و اتحاد اور عدم امتیاز کی وجہ سے ایک کا ذکر دوسرے کی طرف منسوب ہو گیا اور ایک کی حرکت کے ساتھ دوسرے متحرک ہو گیا۔ مولوی عنوی قدس سرہ نے فرمایا ہے

چونکہ اوشد گوش و چشم و دست و پائے خیر و ام در چشم بندے خدائے

آچندہ وہ کان، آنکہ ہاتھ اور پاؤں ہو گیا ہے (اس لئے) میں خدائے تعالیٰ کی نظر بندی میں حیرت زدہ ہوں]

جس وقت بندہ کو حق جل و علا کے ساتھ یہ دید حاصل ہو جاتی ہے اگر روح و قلب کو جو کہ بچوٹی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں یہ معاملہ پیش آجائے تو گنجائش ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ذکرِ معده جو کہ بعض اکابر کی عبارت میں آیا ہے کس معنی میں اور دل کا ذکر کونسا ہے اور ان دونوں قسم کے ذکر میں امتیاز کیا ہے؟ میرے مخدوم امعدہ کا ایک مقام ہے اور دل کا مقام دوسرا ہے اور جو ذکر و حرکت کہ مقامِ معده سے ظاہر ہوتی ہے وہ ذکرِ معده سے منسوب ہے اور جو ذکر کہ دل کے مقام سے ظاہر ہوتا ہے وہ دل کا ذکر ہے پس ان دونوں میں امتیاز مقام کے امتیاز سے ہے۔

مکتوبات

شیخ مظفریہ پوری کے نام مع نصلح و مواعظ کے اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فرع جو کچھ

رکھتی ہے وہ سب اہل سے ہے حتیٰ کہ شوق و محبت بھی۔

الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے

گرامی نامہ پنچکر خوشی کا باعث ہوا۔ آپ نے ملاقات کے شوق کا اظہار کیا تھا اس طرف کے دوستوں کو بھی

مشاق جانیں وانا الیہم لاشد شوقاً (اور میں ان کی طرف زیادہ شدید شوق والا ہوں) اپنے ساتھ ہوگا عظمت و استغنائے ذاتی کے باوجود اشد شوق اس طرف منسوب ہوا کیونکہ جو کچھ اصل کی طرف منسوب ہے اصالت و غلبہ رکھتا ہے فرع طفیلی ہے جو کچھ رکھتی ہے اصل سے رکھتی ہے (اور کسی معاملہ میں اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتی) اس کا شوق و محبت اس جانب کے شوق و محبت کا پرتو ہے اور اس خیز بہرہ کے شوق کے بے انتہا سمندر کا ایک قطرہ ہے۔

ادائے حق محبت علیتے است زدوست و گرنہ عاشق مسکین پیچ خور سندا است

[محبت کا حق ادا کرنا دوست کی طرف سے ایک غایت ہے ورنہ مسکین عاشق کچھ نہ ہونے کے باوجود خوش ہے] فرع کے شوق کو اصل کے شوق و محبت کے ساتھ کیا نسبت اور کونسی مساوات ہے، اس کی محبت کا اثر کہ بسا اوقات کو پرہ عدم سے نکال کر اور وجود ایجاد کے سلسلہ کو حرکت دیکر اور غیب ہوتی کے پردہ والوں کو ظہور کے میدان میں لا کر اپنے کمال و جمال کا آئینہ بنایا، اس کی محبت کی کشش ہی ہے جو کہ بے پروا محب کو تعلقات کے گرداب سے نکال کر عظمت و کبریائی کے سراپدوں میں پہنچاتی ہے اور پچاس ہزار سال کے راستہ کو تھوڑے عرصہ میں قطع کر دیتی ہے ورنہ محب بیچارے کی سعی و کوشش سے کیا بنتا اور اس کی محبت سے کیا صلہ ہوتا ہے۔

مراگر تو سین دل نیست در راہ کمنڈ زلف او ہم نیست کوتاہ

[اگر میرے دل کا گھوڑا راستہ میں نہیں ہے تو کیا ہوں اس کی زلف کی کمنڈ بھی تو کوتاہ نہیں ہے]

بات دوسری طرف چلی گئی۔ آپ نے نصیحتیں طلب کی تھیں، میرے مفردوم! سنت کی ابتلاغ میں جان (بدل) کے ساتھ کوشش کریں، جزوی و کُلّی (امور) اور عادات و عبادات میں سرور دین و دنیا علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کو بہت بڑی سعادت جانیں اور برکات کا پھل اور بلند درجات کا تیجہ دینے والا تصور کریں، محبوب کی مشابہت کرنے والے محبوب اور اس کی پیروی کرنے والے بہت پسندیدہ (ہوتے) ہیں، آیت کریمہ **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰهُ** (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا) اس معنی کی شاہد ہے، اوقات کو (ذکر سے) آباد رکھیں اور صلوات کی طرف راغب رہیں اور نماز کو طول قیام کے ساتھ ادا کریں اور اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ منور رکھیں، کلمہ طیبہ کی تکرار اس قدر کریں کہ تمام خواہشات سے خالی ہو جائیں اور حق جل و علا کے ارادہ کے ساتھ قائم ہو جائیں اور وجود اور وجود کے تابع کمالات کی اپنے آپ سے نفی کریں یہاں تک کہ سب کی نفی ہو جائے اور ذاتی عدمیت رونما

ہو جائے اور نفس، امارہ کی اناہیت (سرسی) جڑ سے اکھڑ جائے اور تمام کمالات اصل کی طرف لوٹ جائیں یہاں تک کہ ذکر و حضور بھی نہ رہے، ولایذکر اللہ الا اللہ [اور اللہ ہی اللہ کو یاد کرتا ہے] درمیان میں آجائے جو واقعات کہ آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں نیک و واضح ہیں اور خوشخبریاں ہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۷۲

محمد سعید سہارنپوری کے نام بلند ہمت ہونے اور شاہداتِ مکاشفات کی طرف توجہ نہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حافظ اللہ العظیم ومصلياً علی رسولہ الکریم ﷺ اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، آپ کے مکتوبات گرامی یکے بعد دیگرے پہنچ کر سرت بخش ہوئے، آپ نے ملاقات کے شوق اور جدائی کے درد کا اظہار کیا تھا امید ہے کہ اس شوق کی آگ سر بلند ہوگی اور عشق کا شعلہ اور زیادہ بھڑکے گا تاکہ ماسوا پوری طرح رہائی دلائے اور اس تعالیٰ شانہ کے ماسوا کے ساتھ علمی و جہتی تعلقات کو بالکل جلا دے اور مہم ہستی جو کہ حقیقی نیستی (فنا) کے لئے حجاب ہے دور ہو جائے اور حقیقی فنا و حقیقی نیستی ظاہر ہو جائے اور اس نیستی کے جال سے ہستی کو شکار کرے۔ میرے مخدوم! ہمارے بزرگوں کے طریقہ میں فائدہ پہنچانا اور فائدہ حاصل کرنا انعکاسی و انصباغی (عکس قبول کرنے اور رنگا جانے کے طور پر) ہے مرید صادق اس رابطہ محبت کی وجہ سے جو کہ وہ شیخ مقدا کے ساتھ رکھتا ہے ساعت بساعت اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور حضور غیبت میں اس عشق کی کشش سے اس کے پوشیدہ معانی (اسرار) کو حاصل کر لیتا ہے خواہ وہ اس حقیقت کو جانے یا نہ جانے لیکن حضور صحت کی تاثیر زیادہ قوی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ نفی و اثبات سے گزر کر (ایسا) معلوم ہوتا ہے کہ (معاملہ) مذکورہ کے مشاہد تک پہنچا ہے! میرے مخدوم! اس قسم کے مکاشفات و تجلیات (اس) راستہ کے سالکوں کو پیش آتے ہیں انجام کار میں ان سب سے گزر جانا چاہئے اور جہل و حیرت میں آجانا چاہئے، بلند ہمت (کو چاہئے کہ) ان ظہورات پر فریفتہ نہ ہو جائے اور اس قسم کے مشاہدات کے ساتھ مطلبِ اعلیٰ سے رک نہ جائے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا سنا اور جانا گیا ہے وہ سب غیر (ماسوی اللہ) کلمہ کلا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہئے جس قدر ہو کے نفی و اثبات کا تکرار کرتے رہیں اور تمام مشہودات و تجلیات کو کلا کے تحت میں لائیں اور جب آپ مغلوب ہو جائیں اور دید غالب آجائے اور آپ کو اپنے آپ سے بخود کر رہے تو اور بات ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ میں اس کو غیبت کہوں یا حضور یا

(ب) شوقی صورت اور ذوقی لذت ہے۔ چونکہ اس وقت میں ماسومی سے غیبت اور حق جل و علا کا حضور اور شوق کی صورت اور ذوق کی لذت اس غیبت و حضور میں لے آئی ہے (اس لئے) جو کچھ کہا گیا گنجائش رکھتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ اکثر اوقات سُکرا لاق ہے اس انعام کا بھی شکر بجالائیں اور رھل میں قریب (کیا اور ہے) کہتے ہوئے اس سے لگے کوشش کریں اور صحو و بندگی کا مقام تلاش کریں۔

مکتوب ۳

شیخ بایزید کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ باطنی احوال کا علم زائد خوبیوں میں سے ہے، نفس وصول میں ارباب علم و ارباب چہل برابر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، مکتوب شریف نے پہنچ کر خوش وقت کیا، آپ نے حیران و یاس آمیز واردات لکھی تھیں کیا کیا جاسکتا ہے آپ (نسبت کے) علم سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں، آپ کا باطن باطن کی ہوتی نسبت سے معمور ہے اور قرب کے درجات میں محو یا رہے۔ ہمارے حضرت عالی قدس اللہ تعالیٰ بسرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ نسبت جس قدر زیادہ بلند ہو جاتی ہے چہالت (عدم علم) سے زیادہ نزدیک ہو جاتی ہے۔ آپ غم نہ کھائیں اور ذکر و فکر میں ہمیشہ مشغول رہیں اور ان کے ساتھ نسبت باطن کو قوی کریں کیونکہ باطن کی ترقی اعمال ظاہر کے ساتھ وابستہ ہے، ارباب علم و ارباب چہل نفس وصول و قرب میں برابر ہیں فرق صرف وصول و قرب کے علم کے ہونے یا نہ ہونے کا ہے جو کہ زائد خوبیوں میں سے ہے اگر آپ کو (نسبت کا) علم کم ہے تو کسی دوسرے کے علم کو کافی جانیں اور خواب و خیال کے عدم اور استخارہ میں کسی امر کے ظاہر نہ ہونے سے غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ولایت و قرب ان کے ساتھ وابستہ نہیں ہے اور ان میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے کمال میں نقصان نہیں آتا اور ہمت بلند رکھیں اور مقصدِ اعلیٰ میں لگ جائیں زائد خوبیاں اگر چہ نہ پائی جائیں۔

تو باش اصلا کمال این ست و بس رود و گم شود وصال این ست و بس

[تو ہرگز نہ کمال ہی ہے اور بس۔ جا اس میں گم (دفا) ہو جا، وصال ہی ہے اور بس]

اور اگر آپ کام کی حقیقت کے متعلق پوچھتے ہیں (تو جواب یہ ہے کہ) تمام لوگ ذاتِ اقدس کے مرتبہ (تک رسائی) سے محرومی و چہل کے ساتھ مصروف ہیں اور ارباب علم و چہل کو اس بلند بارگاہ (کی رسائی) سے باہر دامنگیر ہے، علم و شہود اور تمام گفتگو و ظلال کے مراتب اور صفات و افعال کے مراتب میں

اور ذات مقدس کے مرتبہ میں حیرت و حیل کے سوا کوئی چیز نہیں ہے اعرفہم باللہ اشد ہم تعیر اقیہ
 [اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پہچاننے والا اُس (شر کے بارے میں سب سے زیادہ حیرت میں ہے) سے
 ازیں خانہ آوازے پائے تخاصست ہمیں دست من حلقہ پر در شکست
 [اس گھر سے کسی پاؤں کو آواز نہیں آئی، میرے ہی ہاتھ نے دروازے کی زنجیر توڑ دی] والسلام اولاً و آخراً

مکتوبات

نیر شیخ بایزید کے نام سفر حج اختیار کرنے کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تصوف
 کی حقیقت اضطراب و بقراری ہے۔

اللہ تعالیٰ ماسوی کی گرفتاری سے آزاد کرے اور باطنی جذبات (کیفیات) کے ساتھ لذت اندوز
 و خوشوقت رکھے، گرامی نامہ پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا۔ میرے مخدوم اہم امید رکھتے ہیں کہ اس مہینے کے
 آخری دنوں میں جو کہ ماہِ ذی الحجہ ہے بائیس سے اسیس تاریخ تک کسی روز سرحد صوابی واقع ہو جائے اور
 سورت کی بندرگاہ سے کعبہ مقصود تک پہنچا جاوے۔

تادریما نہ خواستہ کردگار صیت [دیکھنا اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا مرضی ہے]

اگرچہ محدود عقل عالم اسباب پر نظر کرنے کی پابند ہوتی ہے لیکن عشق کے راستے میں عقل کی پابندی و قدرے
 باہر آجانا چاہئے اور نگاہ اسباب پیدا کرنے والے (حق تعالیٰ) پر مرکوز کر دینی چاہئے کسی نے خوب کہا ہے
 دل اندر لہب لیلی بندو کار از عقل محزون کن کہ عاشق با زبایں طہر و مقالات خروندی

[دل کو بلی کی زلف کا امیر بنا اور محزون کی عقل سے کام اگر کیونکہ عقل ندی کی باتیں کرنا عاشق کے لئے نقصان دہ ہے] اور
 جو واقعہ کہ آپ نے دیکھا اور لکھا تھا نیک و واضح ہے حق سبحانہ متوقع امور کو قوت سے

فعل میں لائے اور طلب میں ذوق و شوق عطا فرمائے تاکہ ماسوا سے رہا کروے اندہ قریب مجیب
 [بیشک وہ قریب ہے (اور قبول کرنے والا ہے) کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکوت

آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ (سالک کو) اس صفت کے ساتھ ہونا چاہئے جو کہ اس
 آیت کریمہ میں مذکور ہے: حَقٌّ اِذَا صَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَصَاقَتْ عَلَيْهِمُ

اَنْفُسُهُمْ وَظَنُوْا اَنْ لَّا مَلْجَا مِنْ اِلٰهِ اِلَّا بِالْحَقِّ [یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود
 ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں (بھی) ان پر تنگ ہو گئیں اور انہوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی جگہ پناہ دے گا۔

دیگریہ کہ ہم نے آپ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کیا آپ کہاں زحمت اٹھائیں گے آپ ہمیں بھی خدا کے جل و علا کے سپرد کریں اور خاتمہ کی سلامتی کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں۔

گر بانڈیم زندہ بردوزیم دامنے کز فراق چاک شدہ
وربمردیم عذر ما بپذیر لے سا آرزو کہ خاک شدہ

۱۲۲

[اگر ہم زندہ رہے تو اس دامن کو جو کہ جدائی سے پھٹ گیا ہے سی لیں گے اور اگر ہم مر گئے تو ہمارا عذر قبول کرے یونہی بہت کی آرزوئیں ہیں جو خاک ہو گئی ہیں] والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۷۵

ایک اہل طریقت خاتون کے نام تعزیت و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد ہمیشہ عقیقہ محترمہ سے عرض کرتا ہے کہ خبر و حشت اثر سننے کی وجہ سے کیا لگے کہ کس قدر غم و اندوہ پیدا ہوا لیکن چونکہ مولائے حقیقی جل شانہ کی تقدیر و ارادے سے ہے اس لئے صبر و شکیبائی کے بغیر چارہ نہیں ہے اور تسلیم و رضا کے سوا لہذا نہیں ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ [بلاشبہ ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف جبراً و کرملاً واپس چلے جائیں گے] چونکہ آپ کی دنیا چلی گئی ہے حق سبحانہ آپ کو آخرت نصیب فرمائے اور اپنی محبت عطا فرمائے اور اپنے ساتھ آشنائی اور ماسوا سے رہائی نصیب کرے، اوقات کو اُس تعالیٰ شانہ کی یاد کے ساتھ آباد رکھیں اور دعوات کو دعا و فاتحہ کے ساتھ یاد کریں آجکل میں ہم بھی اُس جماعت کے ساتھ ملنے والے ہیں اور مال و اسباب سے جدا ہو جائیں گے اور اولاد و اقارب کو رخصت کریں گے آخرت کا گوشہ تیار کریں اور قیامت کو نصب العین بنائیں حق سبحانہ آپ کو اجر عظیم عنایت فرمائے اور ظاہر باطن کا اطمینان عطا فرمائے، انمقرب مجیب [جسک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

مکتوب ۷۶

فضیلت مآب شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ نماز میں صرف نماز کی تکمیل ہی کی نوش کر لی چاہئے اور خاتم انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے زمانہ میں قطبیت و قیومیت کا منصب آنسود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھا۔

حامداً لله العظیم ومصلياً على رسولنا الكريم، اللہ تعالیٰ فیومن کے دہانے ہمیشہ کھلے رکھے
 (آپ کے) گرامی نامے کے بعد دیکرے پہنچ کر مسرت کا باعث ہوئے۔ آپ نے لکھا تھا کہ مقتدی امام کے سچے
 ذکرِ نفی اثبات کے ساتھ مشغول ہو یا نہ ہو؟ میرے مخدوم! مقتدی وغیر مقتدی (سب) کو چاہئے کہ نماز میں
 نماز کے ارکان کے ساتھ پابند رہے اس کے آداب و سنن میں کوشش کرے، ذکرِ نفی و اثبات کے لئے اوقات بہت ہیں
 نماز کے اندر نماز کی تکمیل میں مشغول ہوں کہ (بہ) اعمال میں افضل اور مقربات میں اکمل ہے ہاں اگر حضورِ دل
 دو قوفِ قلبی میں کوشش کریں تو مستحسن معلوم ہوتا ہے لا صلوة الا بحضور القلب [حضورِ قلب کے بغیر
 نماز نہیں ہے] وارد ہوا ہے۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ کسی عبارت میں وارد ہوا ہے کہ پیغمبر خدا
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے وقت کے قطبِ ارشاد ہوئے ہیں کیا اس وقت میں قیومیت کی نسبت
 کوئی رکھتا تھا؟ اگر آنسور علی آلہ الصلوٰۃ والسلام رکھتے تھے تو آپ کو قیوم ہونے کے باوجود قطبِ ارشاد
 کیوں کہتے ہیں اور کونسا فائدہ اس میں ہے حالانکہ قطبیت کی نسبت قیومیت کی نسبت سے سچے ہے: آپ
 جان لیں کہ لفظ قطبِ ارشاد و مدار وغیرہ اہل شرع کی زبان میں وارد نہیں ہیں اور صوفیائے کرام کی
 اصطلاحات و مکشوفات میں سے ہیں، اور نسبتِ قیومیت حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ)
 کا مکشوف ہے، معلوم نہیں ہے کہ اُن حضرتِ عالی سے۔ اولیاماتر میں سے کسی نے یہ بات کہی ہو (لو)
 اس کے اسرار کے ساتھ متحقق ہوا ہو، صوفیہ کے مطابق دایت کے طریقوں میں کمال الکمال قطبیتِ ارشاد
 ہے جس کو بزرگوں نے آنسور علی الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نسبت دی ہے نسبتِ قیومیت جبکہ اُس زمانہ
 میں ظاہر نہیں ہوئی تھی وہ حضرات کہاں سے (اس کا) اطلاق کرتے، اب جبکہ ظاہر ہو گئی ہے، ہم کہتے
 ہیں کہ یہ نسبتِ عالیہ آنسور علی الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں آنسور علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کو
 تفویض ہوئی تھی اور شایان نہیں ہے کہ نسبتِ قیومیت اس وقت میں آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے ہو اور
 کسی دوسرے سے منسوب ہو۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ میں مراقبہ میں بیٹھا ہوا تھا یہ
 عبارت ظاہر ہوئی کہ تجلی ذاتی اس سے عبارت ہے کہ متجلی لہ (جس کے لئے تجلی ظاہر ہوئی ہو) کو بچوئی
 سے کچھ حصہ دیدیں۔ میرے مخدوم! جو کچھ ظاہر ہوا ہے بہت اعلیٰ ہے، آپ کی موجودہ حالت سے
 وہ بلند معلوم ہوتا ہے بشارت ہے امیدوار رہیں سے

اگر ایں لحظہ ممکن کا ریشب نیست ز بختِ مقلباں این ہم عجب نیست
 [اگر جب اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہے لیکن اقبال مندوں کے نصیب سے یہ بھی عجب نہیں ہے]
 والسلام

مکتوب

نیز فضائل آبِ مخدوم آدم (ٹھٹھی) کے نام ان کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔

حد و صلوة اور ارسالِ تسلیات کے بعد (عرض ہے) کہ آپ کا مکتوب شریف جو کہ دوستوں کی سلامتی اور ان کی دلچسپی کی خبر دینے والا تھا پہنچا اور اس سے خوشی و شادمانی حاصل ہوئی۔ آپ نے مجھ سے یہ دریافت کی ہے کہ جو شخص اموات کی ارواح کے لئے کلمہ توحید شتر نزار مرتبہ پڑھے کیا اس کے لئے جائز ہے کہ اس (کلمہ توحید کے) تکرار سے اس کے ارادوں کی نفی ہو جائے اور اس کو وہ معنی جو صوفیہ نے مراد لئے ہیں (یعنی لا مقصود الا اللہ) ملحوظ ہوتے ہیں یا نہیں اور علماء کے نزدیک جو معنی مسلم ہیں (یعنی لا مبرؤ الا اللہ) ان کے ملحوظ ہونے کی صورت میں ان دونوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے بلکہ اس سے ارادوں کی نفی ہو جاتی ہے وہ قبولیت کے زیادہ قریب اور افاقہ نفس سے زیادہ دور اور اس (نفس) کی غما میں زیادہ دخل ہو جاتا ہے کسی عارف نے کہا ہے کہ وجود بشریت کی نفی میں ایک ساعت کوشش کرنا تکلف کے ساتھ عبادت کرنے والوں کی کئی سال کی عبادت سے بہتر ہے اور علماء اس معنی کی نفی نہیں کرتے بلکہ قریب ہے کہ وہ اس معنی کو پسند کریں اور وہ (علماء) اس معنی کی نفی کس طرح کریں گے (یعنی نہیں کریں گے) حالانکہ وہ معنی (وجود بشریت کی نفی میں کوشش کرنا) خلاصہ عبادت و مقصودِ طاعت اور جہادِ اکبر کے لئے مستعمل اور حصولِ اخلاص کا ذریعہ ہے جو کہ شریعت کا تیسرا جزو ہے اور جو معنی علماء نے مراد لئے ہیں وہ صوفیہ بھی مراد لئے ہیں اور وہ (صوفیہ) مقصود و عبود دونوں کی نفی کرتے ہیں لیکن مقامات کے اختلاف کے ساتھ۔

نیز آپ نے دریافت کیا ہے کہ جو لوگ اپنے

باپ دادا جو کہ مرشد ہیں تھے کے مقلد و مرید ہیں بغیر اس کے کہ ان کے طریقہ پر چلیں ان کی جانشینی کی پگڑیاں باندھتے ہیں کیا ان کے لئے اپنے بزرگ باپ دادا کی طرح اپنی خلوت میں مصافحہ کے ساتھ لوگوں کو مرید بنانا اور توبہ کی تلقین کرنا جائز ہے؟ پس ہم کہتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں مرید کرنا سیکھنے، سکھانے اور تکمیل کے ساتھ ہے، پس جو شخص کہ (خود) کامل نہیں ہے وہ دوسروں کی تکمیل کیسے کرے گا جس وقت تک کمال کی فرع ہے اور اس کو تقلیداً مرید بنانا کس طرح جائز ہوگا؟

لے اس تری مکتوب میں یہ لفظ المتعمین باعالمہم چھاپا ہوا ہے غالباً بعالمہم یا بعالمہم صحیح ہوگا کیونکہ عامسکی جمع عیالہم آتی ہے نیز ای لحاظ سے ترجمہ کیا اور یہاں حاشیہ پر نیز المتعلمین باعالمہم درج ہے اس لحاظ سے ترجمہ یہ ہوگا: ان کے اعمال صحیح کے طور پر از خود سیکھتے ہیں بغیر اس کے کہ ان کے طریقہ پر چلیں۔ واقعہ علم باصواب (مترجم)

مکتوب

شیخ بدالدین کے نام طالبین کی طرف توجہ کرنے اور امراض و تکالیف کے دفعیاء و اموات کے درجاً

کی ترقی کے لئے توجہ کرنے کی کیفیت اور مختلف اشغال کے درمیان ترتیب اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: اما بعد پس بیشک بلادر اعزاز و احترام صاحب کمالاً

و اصل درجات عالیہ، ہدایت کے سورج ہمیشہ اس پر طلوع کرتے رہیں اور اس کے لغاتہ کے اتوار طابوں پر

چلتے رہیں، آپ نے چند امور کے متعلق پوچھا ہے پس میں اپنی فہم و ادراک کے مطابق ان کے جوابات

شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مددگار ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ پس ذکر و شغل کے اقسام ماہ حیو کے نام کے

مکتوب میں تفصیل کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں پس آپ اس سے استفادہ کریں، اور اللہ توجہ کی کیفیت ذکر اسم ذات

تعالیٰ وغیرہ مختلف اشغال میں ایک ہی ہے اور اس بارے میں بہتر یہ ہے کہ توجہ کرنے والا شخص حلقہ ہوتی

رہے (توجہ ہونے اور جس امر کی طرف توجہ کرنی ہے اس کو اپنا مطلع نظر بنانے اور یہی طریقہ امر میں توجہ

کو دفع کرنے اور مزاج کے پانے اور مقصد کے حاصل کرنے کے لئے توجہ کرنے میں ہے اور ہر ایک مقام سے دست

مقام کی طرف سالک کی ترقی میں توجہ کرنا تو وہ یہ ہے کہ مذکورہ طریقہ کے ساتھ اس کو اس مقام کی

طرف کھینچے جو سالک چاہتا ہے اور اگر اس کی ترقی چاہے لیکن کوئی معین مقام ملحوظ نہ ہو تو اس کو اوپر

(عروج) کی طرف کھینچے اور اسی طرح اموات کی طرف توجہ کرے اور اگر ان کی ترقی چاہے تو ان کو بھی اسی طرح

(عروج کی جانب) کھینچے، اور اللہ (طالبین کی) صلاحیتوں کا پہچانا اور یہ پہچانا کہ ہر استعداد کو ذکر و

شغل وغیرہ میں سے کونسی قسم کے ساتھ مناسبت ہے تو ان امور کا تفصیلی علم اور ان میں تمیز کرنا بلاشبہ

صاحب علم ہی کی شان ہے جس کو کاپنے احوال اور اپنے مریدوں کے احوال کا تفصیل کے ساتھ علم دیا

گیا ہو لیکن اجمالی علم والا اور (یا) جس کو کہ بالکل علم نہیں ہے تو اس کے حال کے مناسب اس طریقہ پر ذکر

کی تعلیم دینا ہے جو اس نے اپنے شیخ سے سنا ہے اور اپنے شیخ کے طریقوں سے سمجھا ہے اور ہر طریقہ اکثر

حالات میں اسم ذات کو مقدم کرنا ہے، پس اگر طالب اس سے متاثر نہیں ہوتا تو ہم اس کو محض وقوف

قبسی کا امر کرنے ہیں اور اس کی طرف توجہ کراتے ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اثر قبول کر لیتا،

پھر نفسی و اثبات اور تمام اشغال (مراقبات وغیرہ) بتاتے ہیں۔ سالک کے اشغال (مراقبات) کا طریقہ دیکھنے

کے بعد اس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تجھ کو ان (مراقبات) میں اختیار ہے پس جس شغل سے تجھ کو تفرقہ سے دوری

اور کبھی سے ترقی حاصل ہوتی ہے تو اس میں مشغول ہو جائیں نفی و اثبات میں مشغول ہونا ترقی میں زیادہ دخل رکھتا ہے اور باطن کو منور کرنے اور تعلقات و حدیثِ نفس (خیالات و وساوس) سے رہائی دلانے کے زیادہ قریب ہے اور جب سالک پر حضور و استغراق غالب آجاتا ہے تو جہتک وہ اس حالت میں رہے اس کو اس کی حفاظت کرنے اور ذکر ترک کرنے کا امر کیا جاتا ہے، اور جن چیزوں کا جاننا ضروری ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الف ثانی) قدس اللہ سرہ لاقدرس نے اگرچہ اپنے کسی رسالہ میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ کو چاہئے کہ طالب کو ذکر و شغل کے طریقوں میں سے وہ طریقہ سکھائے جو اس کے حال کے مناسب اور اس کی استعداد و قابلیت کے لائق ہو لیکن آخری زمانہ میں ان (قدس) کا طریقہ تمام طالبین کے لئے اہم ذات کی تعلیم کو مقدم کرنا تھا ان کی صلاحیتوں کے اختلاف کے باوجود ان میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے الا ماشاء اللہ تعالیٰ، اور اس میں راز یہ تھا جو پہلے کسی مکتوب میں لکھا جا چکا ہے کہ آپ (قدس سرہ) کے ابتدائے حال میں آپ کی سیر اطوار ولایت میں تھی اس لئے کہ ولایت کا کمال جذبہ و سلوک کے ساتھ وابستہ ہے اور بدظنون و ولایت کے وقت میں ولایت ان دونوں کے بغیر متحقق نہیں ہوتی، پس کمالات و ولایت میں شیخ کے لئے ضروری ہے کہ مرید کے حال کا لحاظ رکھے اور اس کو اس کی استعداد کے مناسب طریقہ سکھائے اور جو طریقہ اس کی استعداد کے خلاف ہو وہ نہ سکھائے اس کے لئے سلوک کو آسان کرنے تاکہ اس کے کام میں خلل نہ پڑے مثلاً جب کسی کی استعداد جذبہ تہجد سے ہو تو اس کو وہ طریقہ سکھائے جو جذبہ کے مناسب ہو اور اگر وہ اس کو ایسا طریقہ سکھائے گا جو سلوک کے مناسب ہو گا تو اس کے کام میں خلل واقع ہو گا اور یہ لگے گی یا سلوک میں دشواری پیش آئے گی اور شیخ و سالک (دونوں) کو اس سالک کے) امر کی اصلاح میں مشقت اٹھانی پڑے گی۔ اور جب (حضرت عالی) قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے اطوار ولایت سے ترقی کی اور تبعیت و عبادت کے ذریعہ کمالات نبوت تک پہنچے تو وہ جذبہ و سلوک کے دائرہ سے نکل گئے کیونکہ کمالات نبوت ان دونوں (جذبہ و سلوک) سے وابستہ نہیں ہیں بلکہ ان دونوں سے اوپر ہیں اور اس طریق میں سالک کی ترقی محض شیخ کی صحبت و محبت اور شریعت عالیہ و سنت نبویہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و الخیرۃ کے اطوار کے اتباع کے ساتھ اس (شیخ) کے آداب کو ملحوظ رکھنے سے ہے، پس طالب اس شیخ کی صحبت میں بتدریج اپنی استعداد کے کمال تک بلکہ اپنے شیخ کے کمالات تک بھی پہنچ جاتا ہے اور شیخ کو اس بات کی ضرورت نہیں رہتی کہ اس کو اس کی استعداد کے مناسب طریقے کی طرف رہنمائی کرے، اس وقت طالب کو ذکر کی تعلیم کرنا تسلی کے لئے ہے اور اگرچہ ذکر فی نفسہ مفید بھی ہے لیکن وصول کا مدار نہیں ہے، بیشک مدار (وصول) وہ صحبت ہے جو

صاحبِ محبت میں فنا ہونے (یعنی فنا فی الشیخ ہونے) کے ساتھ ہو جیسا کہ صدر الاول (ابتداءً اسلام) میں تھا جبکہ صحابہ اور تابعین (رضی اللہ عنہم اجمعین) محض محبت سے لانا تھا کمالات تک پہنچتے تھے، یہ بات تو یہاں ختم ہوئی۔ اور اس مکتوب کا مضمون لکھنے کے بعد دل میں خیال آیا کہ ماہِ جمادی کے نام والے مکتوب کے عربی میں ترجمہ کر دوں اور اس میں دوسرے فوائد کا اضافہ کروں اور اس (اضافہ) کو اس مکتوب کا تتمہ بنا دوں کیونکہ وہ مکتوب فارسی زبان میں ہے اور اہل عرب اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں عربی کے علاوہ کسی اور زبان سے کم ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اور جب میں نے اس مکتوب کو تلاش کیا تو میں نے اس کو عربی میں پایا جس کو کسی دست نے عربی میں ترجمہ کر دیا ہے پس اس نے ہم کو عربی ترجمہ کرنے کی محنت سے بے نیاز کر دیا پس ہم اس کو کسی دوسرے پرچے میں ارسال کر رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ آپ کے مطالعہ میں آجائے گا۔

مکتوب ۷۹

محمد بن محمد طیب مجاہد عامری تہامی کی جانب، اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے کے فضائل اور قلب کے ذکر کے ساتھ نور ہونا اور اس سے حدیثِ نفس کی نفی ہو جانے اور نفس کی فتاوے کا بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد، پس آپ کا مکتوب گرامی جو شوق و محبت کی خبروں والا ہے پیچا ہے اور اسی طرح ہم بھی دوستوں کی ملاقات کی طرف شوق و رغبت رکھتے ہیں۔

الاطال شوق الابرار الی لقاء وانا الیہم کاشد شوقاً [اگر وہ کہ ابرار کا شوق میری ملاقات کے لئے بہت بڑھ گیا ہے اور میں ان (کی ملاقات) کے لئے بہت زیادہ شوق رکھتا ہوں، حدیثِ قدسی]۔ آپ کا مکتوب اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کے فکر کے ساتھ حُب فی اللہ کو برا ٹھیکہ کرنے والا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے چہروں میں کامیابی ہے اور ان کے لئے قیامت کے روز نور کے منبر رکھے جائیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، کائنات کی کوئی چیز اس محبت کے برابر نہیں ہے پس محبت ہی کے ذریعہ قرب و معیت حاصل کی جاتی ہے اور محبت ہی کے ساتھ بارگاہِ صمدیت کے اسرار منکشف ہوتے ہیں

محبت ہی سے فنا حاصل کی جاتی ہے اور محبت ہی سے بقا کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور محبت ہی سے مودتِ حق اپنے شیخ (پیر) کے کمالات اور اس کے مخفی معانی کو اخذ کرتا ہے اور محبت ہی سے اس کے روشن انوار اور بلند اسرار کے ساتھ مستحق ہوتا ہے، (چاہے کہ) تو اس محبت کے سمندر میں ہمیشہ غوطہ زن اور شوق و وجد کے جذبات کے ساتھ رقص گاتا رہے۔ پس اے بھائی! تجھ پر لازم ہے کہ ذکر و مراقبہ پر ہمیشگی کرے

۱۲۷

یہاں تک کہ قلبِ ذکر سے منور ہو جائے اور حضور (اس کی) لازمی صفت ہو جائے جو اس سے ہرگز کبھی زائل نہ ہو جیسا کہ سنا قوتِ سامع کے لئے اور دیکھا قوتِ باصرہ کے لئے (لازمی صفت) ہے اور تجھ پر اذکار و مراقبات کی مدرسے باطن سے خطرات و حدیثِ نفس (دوساوس) کی نفی کرنا لازم ہے یہاں تک کہ باطن کی کتاب سے ماسوائے رحمن (غیر اللہ) محو ہو جائے اور اس (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا سب کچھ ایسا ہو جائے گویا کہ لبیان (بھول) کی مکرڑیوں نے اس پر جالے تن دیئے ہیں، اور تجھ پر کلمہ نفی و اثبات کے ذریعہ مقاصد اور ارادوں کی نفی کرنا لازم ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ کے سوا تیرا کوئی مقصد نہ رہے اور اس (تعالیٰ شانہ) کی مراد و رضا طلب کرنے کے سوا اور کوئی مراد نہ رہے اور وجود کمالاتِ نابع وجود میں سے جو کچھ تیری طرف منسوب ہے اس کی نفی کرنے میں اس کلمہ طیبہ کی مدرسے کوشش کر یہاں تک کہ ان کا تیری طرف منسوب ہونا جاتا رہے اور تو کمال و حسن و جمال سب کو ملکِ جبار صاحبِ حسن کمال (اللہ تعالیٰ) کی طرف راجع دیکھے اور تو اپنے نفس کو ان سب سے خالی اور ان کے لباس سے عاری دیکھے پس اس وقت ان کی حقیقت منکشف ہو جاتی اور ان کی ماہیت جلوہ گر ہوتی ہے کیونکہ ممکن کی حقیقت عدم ہے اور وجود و حیات اور تمام کمالات اس میں مرتبہ و جوب تعالیٰ سے مستفاد و مستعار ہیں پس عاریتی کمالات کا اپنی ذات کے لئے دعویٰ کرنا باطل ہے اور غیر سے عاریتاً لئے ہوئے کمال کما تہ اس نفس کے کامل ہونے کا خیال کرنا ایک فاسد تخیل ہے، کسی نے فارسی شعر میں کیا اچھا کہا ہے رباعی

وصافی خود بر غم حاسد تا کے ترویج چنین متلع کا سدا کے

تو معدومی خیالی ہستی از تو فاسد باشد خیالی فاسد تا کے

[تو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف بکتک کرتا رہے گا تو ایسی کھوٹی پونجی کو بکتک رواج دیتا رہے گا تو معدوم (نہیست) ہے تیرا اپنی ہستی کا خیال کرنا فاسد ہے تو یہ خیالی فاسد بکتک کرتا رہے گا]۔ اور نفس ہاں دعویٰ و تخیل و امانیت (خودی) کے ساتھ اپنے رب کے دشمنی اور اس کے کمالات میں شرک کرنے والا ہو جائے گا، حدیث شریف میں وارد ہوا ہے تو اپنے نفس کو دشمن سمجھ کیونکہ وہ میری دشمنی پر کمر بستہ ہے۔ پس جب (نفس) کمالات کو صاحبِ کمال کی طرف راجع اور اپنی ذات کو ان (کمالات) سے خالی (اور عدم) کے ساتھ بلا ہوا دیکھے تو اس وقت اُس کو فنا حاصل ہو جاتی ہے اور وہ شرکِ خفی اور مرضِ باطنی کے گرداب سے رہائی پالیتا ہے پھر جب وہ فنا کے بعد بقا کے ساتھ متحقق اور عدم کے بعد وجودِ موہوبِ حقانی کے ساتھ موجود ہو جاتا اور من قتلہ فانادیتہ (جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خونہا میں ہوں) کے مطابق ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ اسلامِ حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کا نفس مطمئن ہو جاتا ہے جس کے حق میں راضیۃ قرضیۃ [تو اس سے خوش ہے۔] وہ تجھ سے خوش ہے (وارد ہوا ہے)۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب

۱۲۸

شیخ بایزید کے نام اُن کے واقعات کی تعبیر میں اور اس بیان میں کہ بشری تعلق ظاہر سے دور نہیں ہوتے اور استغفار کے فضائل میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر باعث مسرت ہوا، چند واقعات جو آپ نے دیکھے اور تحریر فرمائے ہیں مطالعہ کے، پہلا واقعہ بہت واضح ہے اور خوشخبری والا ہے اس قسم کے بزرگوں کی امامت ایک بلند مرتبہ ہے **وَاجْعَلْنَا الْمُتَّقِينَ اِمَامًا** (اور ہم کو متقین کا امام بنا) اور اسی طرح (یہ جو) فقیر آپ کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ میں کچھ لوگوں کو طریقہ بتانا ہوں اس سب کا مقصد تو یہی ہے اور اس سے میں تجھ کو چاہتا ہوں (یہ واقعہ) ایک بہت بڑی بشارت ہے (پہلے) ساتھ کمال اتحاد اور استعداد کی جامعیت کی خبر دینے والا ہے، دوسرا واقعہ جو کہ (حضرت) غوث الاعظم کے طریقہ کی اجازت کو شامل ہے، سامنے موجود ہونے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو کچھ وقت و استعداد کے مناسب استخارہ کے بعد عمل میں لایا جائے، تیسرا واقعہ مجمل ہے آپ نے اس کو تفصیل سے نہیں لکھا ہے

مختصر ہے کہ تینوں واقعات واضح ہیں، **رَبَّنَا اٰثِمْنَا وَنُورْنَا وَاعْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ** (اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے نور کو کمال فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے)۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حکام وغیرہ کی جانب (جو) ظلم و تشدد پہنچتا ہے سب کو حق کی طرف سے جانتا ہے بلکہ اُس تعالیٰ شاء کافعل یقین کرتا ہے اس کے باوجود طبیعت اس سے رنجیدہ ہوتی ہے اور غم لاحق ہو جاتا ہے حیرت رونما ہوتی ہے شاید یہ دید وہی ہے کیونکہ اگر کچھ حقیقت دکھتی ہوتی تو غم و غصہ کا باعث کیوں ہوتی؟" میرے مخدوم یہ دید حقیقی ہے وہی نہیں ہے لیکن بشریت کے لازم بند سے منقطع نہیں ہو جاتے **وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَالْعَيْنُ تَدْمَعُ** وانا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون (دل غمگین ہوتا ہے اور آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور اے ابراہیم! بیشک ہم تیری جدائی میں غمگین ہیں) (یہ حدیث) آپ نے سنی ہوگی، آخرت کا اجر اور باطن کی نورانیت اسی غم و اندوہ کے ساتھ وابستہ ہے یہ دید اور حق باطن کے فعل سے فرحت و مسرت ہونا باطن کا کام ہے اور غم و اندوہ ظاہر سے وابستہ ہے جو باطن سے منزوں دور ہے۔ **لِكُلِّ وَجْهٍ مِّنْهُمْ مَوْجِبَاتٌ مِّمَّا فَاسَتْبِقُوا** الخیرات (ہر شخص کے لئے ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے پس بندہ ہر روز کہتوں ساتھ کہتا ہے)۔ دیگر یہ کہ مصائب و شدائد کے دور کرنے کیلئے استغفار

رخصاً) نفع بخش و محرب ہے (اس کو) لازم پکڑنا چاہئے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ہے جس شخص نے استغفار کو لازم پکڑا اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے استغفار کی کثرت کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا اور ہر غم سے کشادگی کا راستہ بنا دے گا اور وہ اس کو بے گمان جگہ سے رزق عطا فرمائے گا۔ یہ فقیر فرض نمازوں کے بعد ستر بار استغفار پڑھتا ہے اور حدیث شریف کے مطابق تین بار استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الکی القیوم واتوب الیہ باقی استغفر اللہ استغفر اللہ شیخ علی بن ابی بکر قدس سرہ نے معارج الہدایہ میں کہا ہے "اور ماثور و مشہور استغفار کی قسم میں سے وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الرحمن الرحیم الکی القیوم الذی لا یبوء واتوب الیہ رب اغفر لی پچیس مرتبہ کہا وہ اپنے گھر اپنے اہل و عیال اپنے محلے اپنے شہر اور جس خطہ زمین میں وہ رہتا ہے ان میں کوئی ناپسندیدہ امر نہیں دیکھے گا پس اس استغفار پر صبح و شام ادا کرنی چاہئے پس ہمارے مشائخ و علماء میں سے ایک جماعت آپس میں ایک دوسرے کو اس کی تلقین کرتے تھے اور اپنے شاگردوں، اولادوں، خادموں اور اصحاب کو اس کی وصیت کرتے تھے اور اس پر مداومت و ہمیشگی کی ترغیب دلاتے تھے کیونکہ انھوں نے اس میں بہت زیادہ نفع اور بڑی برکت اور مصائب کا بہت زیادہ دفعیہ دیکھا ہے۔

مکتوبات

مولانا محمد ضیف کے نام مراقبات کو خاص طرز میں بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
الحمد لله العلی الاعلیٰ والصلوة والسلام علی رسولہ المصطفیٰ وعلی آلہ وصحبہ
البررة التقی، مدت ہوئی کہ آپ نے اپنے ظاہری احوال اور باطنی کیفیات کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے
(مذاکرے) مولانا غیرت والے ہوں، میرے مخدوم اے
ازہر چرمی رو دسٹن دوست خوشتر است (دوست کی جویات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے)
بزرگوں نے کہا ہے کہ مراقبہ (سے مراد) بندہ کے بارے میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی دائمی اطلاع کا اور اس
(بندہ) کو اس تعالیٰ شانہ کے علم و حضور کا علم ہے، جانتا چاہئے کہ (مراقبہ کا) یہ مرتبہ چند پے درپے
مراقبات کا مقتضی ہے پہلا مراقبہ یہ ہے کہ جب سالک اس نسبت شریفہ کی مشق کے لئے تیار ہوتا ہے

اور اس مراقبہ کو اپنا نصب العین بنا لیتا ہے یہاں تک کہ سالک اس مراقبہ کے اثر میں آجاتا ہے اور یہ مراقبہ ملکہ (صفتِ راسخہ) کا رنگ اختیار کر لیتا ہے تو اس وقت اس تعلقِ علم کو اپنے شامل حال پاتا اور وجود کے ذرات میں سے ہرزوہ کے ساتھ محیط دیکھتا ہے اور اس کا ظاہر و باطن میں سرایت کرنا محسوس کرتا ہے اور قَاتِ حِزْبِ اللّٰهِ هُمْ الْغَالِبُونَ پس بیشک اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب ہے کے مصداق اس صفت کا زور اس کے وجود پر غالب آجاتا ہے اور اس کے بالمقابل سالک کا وجود ضعیف و ناپسند معلوم ہوتا ہے۔
 دوسرا مراقبہ یہ ہے کہ اس تعلق سے غلبہ محبت و کمالِ روح کی کشش کے باعث علم کی صفت میں آجائے اور خبرنی (ظلی) علم سے کلی (اصلی) علم کی طرف مائل ہو جائے اور نمونہ سے حقیقت کی طرف بڑھے اور اس صفت کو بھی اُس تعلق کی طرح وجود کے ذرات کو محیط اور ظاہر و باطن میں سرایت کیا ہوا دیکھے۔
 تیسرا مراقبہ یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ کی) بے حد غایت سے اس صفت سے ترقی کر کے حضورِ ذاتی ہیں کہ جس مقام میں ذاتِ عزیزِ باریہ خود بخود حاضر ہے عروج کرے اور صفت کی راہ سے موصوف تک جائے اور اُس حضور میں گذر پانے کے بعد محو و فانی ہو جائے اور اپنے پر نفرت حضور سے نکل کر اس حضور کے ساتھ جو سراسر نور ہے متحقق ہو جائے۔ دوستوں سے دعا کی امید ہے، والسلام

مکتوبات

راجی نظام کو لابی کے نام اختصار کے طور پر طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى خصوصاً على سيدنا الوری صاحب قباب
 قوسین اوداقی و علی الہ واصحابہ بالبررة التقی، برادرِ عزیزِ معراجی ابو تراب نے ان فقرات کے ساتھ اُس
 عزیزِ آپ کے محبت و اخلاص کا اظہار فرمایا اور باطنی تعلقات کو واضح کیا۔ میرے مخدوم! اس گروہ سے
 محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے اور ان کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہے المرء مع من احب
 (اسی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام والنجیہ کی حدیث ہے، جو
 طریقہ کہ آپ نے اخذ کیا ہے اس کی قدر کریں، اس پر اتنی مداومت کریں کہ یہ نسبت شریفہ دل کا ملکہ (صفتِ
 راسخہ) ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور اس کی صفتِ لازمہ بن جائے جو نفی کرنے سے نفی نہ ہو سکے
 جیسا کہ سنتِ قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے، اس کے بعد (اللہ تعالیٰ کی)
 بے انتہا غایت سے درگاہِ مطلوب حقیقی کے ماسوا سے اس قدر بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کو ہرگز

یاد نہیں آتا حتیٰ کہ اگر تکلف کے ساتھ ماسوا کو یاد کرنا چاہے تب بھی اس کو یاد نہیں آتا، اس نسیان کی وجہ سے جو کہ دل کو ماسوا سے حاصل ہو گیا ہے وہ نہ کسی خوشی کے ساتھ خوش ہوتا ہے اور نہ کسی غم کے ساتھ غمگین ہوتا ہے اس حالت کو فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جانتا چاہئے کہ اس فنا میں اگرچہ اشارہ عظمیٰ وسعتِ سینہ سے رخصت ہو چکا ہے اور اس کا علمی و جہتی تعلق ماسوا سے ختم ہو چکا ہے لیکن اس کا نفس حاضر اور علم حضوری (اپنی ذات کا علم) ابھی تک موجود ہے (اور) ہمسری کا دعویٰ اور امانیت درجین قائم ہے جب عنایت (الہی) کی سبقت سے عارف اپنی ذات کے عدم ہونے کو معلوم کر لیتا اور دیکھ لیتا اور جان لیتا ہے کہ وجود اور توجیع وجود خاص رب معبود کے کمال کے اوصاف میں سے ہے اگر ممکن ہیں تو اسی مقدس بارگاہ سے مستعار و مستفاد ہیں تو اس وقت بلاشبہ سعادت کی کھڑکی اُس پر کھلی جاوے اور مطلوب کی خوشبو اُس کے دماغ میں جا پہنچتی ہے۔

چوں بدانتی کہ ظل کیستی فارغی گرمردی و گرزستی

[جب تونے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مردہ ہو یا زندہ توبے فکر ہے]

یہ دید تجلی صفات سے ہے جب یہ دید غالب آجائے تو ہو سکتا ہے کہ آیت کریمہ **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا** [بیشک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو واپس دو] کے اشارے کے مطابق ان عاریتی کمالات یعنی تواجیع وجود اور تمام صفات کمال کو پوری طرح ان کے اہل کے سپرد کر دیتا ہے اور ظلال کو اصول کے ساتھ ملا ہوا پاتا ہے اور اپنے آپ کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ تھا خالی اور عدم محض کے ساتھ ملحق دیکھتا ہے، اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا اس وقت حاصل ہو جاتا ہے اور اسلام حقیقی کی طرف راہ پالیتا ہے، یہ کمال فنائے نفس کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہ ہے سیر و سلوک کا خلا اور اہل کمال کے حال کا ثمرہ، اس طریقہ کا سلوک سنتِ عالیہ کی پیروی اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب کے ساتھ وابستہ ہے اور شیخ مقتدا (پیر) کی محبت پر کمال استحکام کا ہونا ہے، مرید محبت کے رابطہ کے ذریعہ جو کہ وہ شیخ مقتدا کے ساتھ رکھتا ہے لمحہ بہ لمحہ اس کے رنگ میں رنگا جاتا اور اس کے کمالات کے ساتھ رنگین ہو جاتا ہے۔

مکتوبات

میرزا محمد صادق کے نام اس بارے میں کہ معاملہ دو چیزوں یعنی صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتلاء اور شیخ مقتدا کی محبت پر موقوف ہے اور قضاء و قدر کے مسئلہ کی تشریح میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب جو آپ نے قاصد کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا چونکہ دوستوں کی عافیت و سلامتی پر مشتمل تھا سرت و شادمانی کا باعث ہوا، اللہ تعالیٰ شریعت عالیہ اور سنت منورہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتمیہ کے راستہ پر استقامت و برداشت نصیب فرمائے پس بلاشبہ یہی کام کی اصل ہے اور اسی پر نجات کا مدار ہے اور اس کے علاوہ بے فائدہ رحمت اٹھانا ہے میرے مخدوم! اگر دو چیزوں یعنی صاحب شریعت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع اور شیخ مقتدا (پیر) کی محبت میں استقامت و استحکام ہے اور احوال و مواجید کیفیات میں سے کچھ بھی نہیں ہے تو غم نہیں ہے آخر کار اس کو سب کچھ دیدیں گے اور اکابر کے احوال و مواجید اس کو محسوس نہیں چھوڑیں گے، اور اگر ان دو چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل ہے اور اس کو احوال و مواجید حاصل ہیں تو خرابی کے سوا کچھ نہیں ہے اور وہ جو کچھ رکھتا ہے استدراج کی قسم سے ہے اس مقصد کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا چاہئے، ملاقات حاصل ہونے تک ذکر و فکر میں مشغول رہیں، اور غیر جنس اور طریقہ کے مخالف کی صحبت سے بچتے رہیں فرمنا اکثر فاتر من الاسباب (جتنا تو شیر سے بھاگتا ہے اس سے زیادہ ان سے بھاگ)

۱۳۲

یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ ”اُسی دن سے ان کی خدمت سے پرہیز کیا اور اس کلام کے سننے سے توبہ کی“ اس پر اللہ سبحانہ کا شکر ہے، حق سبحانہ اس پر استقامت عطا فرمائے، اگر آپ اکابر کے کلام کا شوق رکھتے ہیں تو ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوب و رسائل کا مطالعہ کریں میرے مخدوم آپ نے جو چار سوال وہاں کے شیوخ کے بارے میں کیے ہیں واضح ہوئے پہلا سوال قضا و قدر کے مسئلہ سے تعلق رکھتا ہے اگر آپ نے اس جماعت کے امتحان کی راہ سے لکھا ہے اور مقصود ان کو الزام دینا ہے تو بات کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر اس بارے میں کوئی شک و شبہ دل میں رہا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ قضا و قدر کا مسئلہ اللہ جل شانہ کے اسرار میں سے ایک ستر ہے اس مسئلہ میں باہم گفتگو کرنا اور چھان بین کرنا ممنوع ہے اس معاملہ میں ممانعت کی حدیں بہت ہیں جو کچھ ہم پر لازم ہے وہ اوامر کو بجالانا اور نواہی سے بچنا ہے اس مسئلہ میں غور کرنے کے لئے فرمایا نہیں گیا ہے بلکہ منع کیا گیا ہے اس معاملہ کی حقیقت کو حق جل و علا کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے، جس چیز کے ساتھ (ہمیں) مکلف کیا گیا ہے تندہی و احسانندی کے ساتھ اس کے بجالانے میں کوشش کرنی چاہئے، یہ ہے سب سے زیادہ سلاحت کا راستہ۔ میرے مخدوم! اس مسئلہ میں جو کچھ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے اس کے موافق اعتقاد درست رکھنا چاہئے اور شک میں ڈلنے والی باتوں اور چون و چرا میں نہیں جانا چاہئے کہ یہ منع ہے۔

آپ جان لیں کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ بندہ کے تمام افعال خیر میں یا شر میں حق سبحانہ کی تقدیر و ارادہ سے ہیں، والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ [اور اس کے خیر وشر کا مقدر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے] اور تقدیر خلق و ایجاد سے عبارت ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ خالق و موجد اس تعالیٰ شانہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ [اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر چیز کا خالق ہے پس اسی کی عبادت کرو] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاللَّهُ مَخْلَقُكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ [اور اللہ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا] معنوں میں تقدیر نے نہایت جہالت و حماقت کی وجہ سے قضا و قدرہ اتکار کر کے بندہ کے افعال کو بندہ کی قدرت و اختیار سے منسوب کیا ہے اور بندہ کو افعال کا خالق کہا ہے ضلوا و فاضلوا [وہ خود بھی گمراہ ہوئے پس انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا] علمائے کہا ہے کہ جو اس اُن سے بہتر حالت والے ہیں کہ وہ ایک شریک کہتے ہیں اور یہ لوگ لاتعداد و بیشتر شرکاء ثابت کرتے ہیں ہم اصل بات کی طرف جاتے اور کہتے ہیں کہ خیر و شر کی تقدیر اور نسبت خلق حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کے باوجود بندہ کے ارادہ و اختیار کو بھی اس کے وجود و فعل میں دخل دیا گیا ہے، اول صرف ارادہ بندہ کی جانب سے ہوتا ہے اس کے بعد اس کے موافق حق تعالیٰ خلق (پیدا) فرماتا ہے اور ارادہ کے اس استعمال ہی کو کسب کہتے ہیں پس خلق حق جل و علا کا فعل ہے اور اس کا کسب بندہ کی طرف سے ہے۔ اور یہ جو آپ نے لا تتحیروا ذرۃ الا باذننا [اس (اللہ تعالیٰ) کی اجازت کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کرنا] وغیرہ لکھا ہے تو یہ حق تعالیٰ کے پیدا کرنے کے اعتبار سے ہے اور مقتول کے عوض میں قاتل کو قتل کرنا اور گنہگار کو ملامت کرنا اور اس کو سزا کا عذاب دینا کسب کے اعتبار سے ہے اور (فرقہ) جبر یہ ارادہ و اختیار کو بندہ سے نہی کرتے ہیں اور اس کو افعال کے صادر ہونے میں مجبور جانتے ہیں جیسا کہ درخت کی شاخوں کو کوئی شخص ہلائے بلکہ فعل کی نسبت بندہ کی طرف نہیں کرتے اور ان افعال کا فاعل حق تعالیٰ کو جانتے ہیں اور یہ کفر ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے، وہ لوگ کہتے ہیں کہ نیک فعل پر ثواب (حاصل) ہوگا اور بُرے فعل پر عذاب نہیں ہوگا اور کافر و گنہگار لوگ معذور ہیں، ان سب کے لئے کوئی پریش اور کوئی سزا نہیں ہے کیونکہ تمام افعال حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور یہ لوگ مجبور ہیں اور یہ (عقیدہ) کفر ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے وَيَقُولُ كُفْرًا هُمْ مَسْئُورُونَ [ان کو ذرا ٹھہراؤ بیشک ان سے پوچھا جائے گا] فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ [پس آپ کے رب کی قسم ہم ان سے ان کے اعمال کے متعلق ضرور پوچھیں گے]۔ (فرقہ) مرجیہ یہی لوگ ہیں جو کہ ستر پیغمبروں کی زبان سے لعنت کئے گئے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، ان بد اطواروں کا مذہب

ظاہری عقل سے بھی باطل ہے کیونکہ رعشہ والے کی حرکت میں کہ جس کا ہاتھ اس کے اختیار کے بغیر ہوتا ہے اور اس شخص کی حرکت میں (جو اپنا) ہاتھ خود ہلاتا ہے واضح فرق ہے کہ پہلی حرکت اختیاری نہیں ہے اور دوسری حرکت اختیاری ہے اور نصوص قطعہ (آیات قرآنی و احادیث متواترہ) اس مذہب کی

نہی کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۵۱﴾ [بیان کے اعمال کا بدلہ ہے] اور اللہ سبحانہ فرماتا ہے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا اَحاطَ بِهَا سُرَادِقُهَا ﴿۱۵۲﴾ [پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر رہے، بیشک ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس کے سر پر دے اُن کو گھیرے ہوئے ہوں گے]۔ اگر بندوں سے اختیار بالکل چھین لیا گیا ہوتا تو حق تعالیٰ ظلم کی نسبت ان کی طرف کیوں فرماتا، وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلٰكِنْ كَانُوا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ [اور اللہ تعالیٰ نے ان پر

ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے] بہت سے ملحد بے دین لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے اختیار کے سلب کے بہانہ سے احکام شرعیہ کی پابندی سے چھوٹ جائیں اور آخرت کی پریشانی سے جو حرام امور کے ارتکاب پر موعودہ ہے اپنے آپ کو آزاد کر لیں اور اپنے آپ کو معذور و مجبور جانیں، (یہ بات ظاہر ہے کہ بندہ کو اس قدر اختیار و طاقت حاصل ہے کہ اوامر و نواہی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے اس لئے کہ کسی چیز کو) پکڑ کر ہلانے اور رعشہ کی حرکت میں فرق واضح ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، حق تعالیٰ کریم

۱۳۳
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

بناتا ہے]۔ اس جماعت کا عجیب معاملہ ہے کہ جو لوگ اس جماعت کی اطاعت نہیں کرتے اور ان کو ایذا پہنچاتے ہیں یا ان کو برا قرار دیتے ہیں اور انتقام کے درپے ہوتے ہیں اور اپنے بیٹوں اور اپنی لونڈیوں اور غلام کو ہارتے اور سزا دیتے ہیں اور اگر کسی غیر آدمی کو اپنی عورت کے ساتھ دیکھتے ہیں تو بگڑ جاتے ہیں اور اس کو) اذیت پہنچاتے ہیں اور معذور و مجبور کہہ کر اس سے) چشم پوشی نہیں کرتے اور ان باتوں کے باوجود وہ اس بہانہ (عذر مجبوری) سے آخرت کے عذاب سے جو نصوص (دلائل) قطعہ سے ثابت ہو چکا ہے چاہتے ہیں کہ رہائی حاصل کریں اور جو کچھ چاہیں کریں، حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ قَالَ مَنْ دَافِعٌ ۙ [بیشک آپ کے رب کا عذاب ضرور آ کر رہے گا کوئی اسے ٹال نہیں سکتا] اگر لوگ کسی دیوانہ کو گھر میں دیکھتے ہیں تو معذور قرار دیتے ہیں اور اسی طرح جو گناہ بھی دیوانہ کرتا ہے کوئی شخص اس سے باز پرس نہیں کرتا سب کہتے ہیں کہ دیوانہ ہے اور عقل و اختیار سے خارج ہے۔

عیب نمود گر گناہ ہے می کند دیوانہ [اگر کوئی دیوانہ کوئی گناہ کرے تو عیب نہیں ہے]

اور جو شخص دیوانہ نہیں ہے اس سے باز پرس کرتے ہیں اور سزا دیتے ہیں اور (اس کو) معذور قرار نہیں دیتے اور یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ (غیر دیوانہ) صاحب اختیار ہے اور وہ (دیوانہ) اختیار سے خارج ہے پس ثابت ہوا کہ قدر یہ جو کہ قضا و قدر کے منکر ہیں اور جبر یہ جو کہ بندہ سے اختیار کی نفی کرتے ہیں دونوں حق سے دور جا پڑے ہیں اور اہل بدعت اور خود گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں اور حق معتدل وہ ہے کہ جس کی طرف اہل سنت و جماعت نے ہدایت پائی ہے مروی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا اے ابن رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے (مربندوں کے حوالہ کر دیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس بات سے بہت ارفع ہے کہ وہ (اپنی) ربوبیت بندوں کے حوالہ کرے پھر انھوں نے کہا کیا (اللہ تعالیٰ) اس پر بندوں کو مجبور کرتا ہے؟ انھوں (حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ بندوں پر جبر کرے پھر ان کو عذاب دے۔ انھوں نے کہا تو پھر کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا، ان دونوں باتوں کے بین میں ہے نہ جبر ہے نہ تفویض اور نہ زبردستی ہے نہ (کامل) خود مختاری کافر اور مشرک لوگ دلیل لائے تھے کہ ہمارا کفر و شرک حق تعالیٰ کے مشیت و ارادہ سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِن شَيْءٍ ^{۱۳۸} [پیشتر لوگ عنقریب یوں کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے) اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے] حق تعالیٰ نے اس عذر کو ان سے قبول نہیں کیا اور ان کے قول کو ان کی جہالت پر محمول کیا اور ان کی تکذیب کی دلیل قرار دیا جیسا کہ فرمایا تِلْكَ كَذِبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا نَارًا ^{۱۳۹} قُلْ هَلْ عِندَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا آيَةٌ ^{۱۴۰} [اسی طرح ان (کافر) لوگوں نے بھی جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں رسولوں کو جھٹلایا تھا یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھا، آپ کہہ دیجئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی علم (دلیل) ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو] اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ خیر و شر سب حق جل و علا کی تقدیر سے اس سجانہ کے ارادہ و مشیت کے ساتھ ہے پس کافروں کا شرک بھی اس تعالیٰ شانہ کی مشیت و ارادہ سے ہے اور یہ لوگ اس قول میں حق پر ہیں تو ان کا قول مقبول کیوں نہیں ہوا۔ جواب، ہم کہتے ہیں کہ سرکشوں کا یہ قول معذرت کے طور پر نہیں ہے کہ ہم اُس برے عمل میں مشیت کے تابع ہیں کیونکہ وہ لوگ اپنے کردار کو بُرا نہیں جانتے بلکہ ان کا مقصد اس فعل کے بُرا ہونے کی نفی کرنا ہے اس لئے کہ جو کچھ حق جل شانہ کا چاہا ہوا اور اس تعالیٰ شانہ کی مشیت کے متعلق ہے وہ اس سجانہ کا پسندیدہ ہے کیونکہ اگر پسندیدہ نہ ہوتا تو وہ نہ چاہتا پس ہمارا یہ شرک پسندیدہ ہے اور اس فعل کا فاعل عذاب کا مستحق ہونے سے دور ہے، حق تعالیٰ نے اس قول و اعتقاد کو تکذیب کے ساتھ ذکر کیا ہے كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ^{۱۴۱} اسی طرح ان سے پہلے

لوگوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی] کیونکہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام (قرآن مجید) میں اور اپنے انبیاء علیہم السلام کی زبان پر کفر کو ناپسندیدہ اور بُرا فرمایا ہے اور کافروں کو ملعون اور اپنی رحمت سے مایوس قرار دیا ہے اور دائمی عذاب جو کہ ختم ہونے والا نہیں ہے ان کی جزا ٹھہرائی ہے اور نیز اس اعتقاد کو جہالت ٹھہرایا ہے، کسی چیز کے ارادہ سے رضامندی لازم نہیں آتی کیونکہ کفر و گناہ حق جل و علا کے ارادہ سے ہیں اس کے پسندیدہ نہیں ہیں جیسا کہ قرآن مجید سے واضح و روشن ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مشرکوں کا یہ قول (جو آیت مذکورہ میں ہے) جبریت کے مذہب کے موافق ہے اور ان کی غرض اس فعل میں اپنے آپ سے اختیار کی نفی کرنا ہے تو بعید نہیں ہے، حق تعالیٰ نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے کیونکہ یہ اعتقاد باطل ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور نیز ہو سکتا ہے کہ ان مردودوں کا یہ قول استہزاء منہی مذاق کے طور پر ہو نہ کہ اعتقاد کی رو سے جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے اور اس سے جو کہ ہم نے آیہ کریمہ کے بارے میں بیان کیا ہے معتزلہ کا استدلال جو کہ انہوں نے اس آیت سے اپنے مذہب پر کیا ہے ساقط ہو گیا کیونکہ ان کا استدلال یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے کافروں کی معذرت کو قبول نہیں کیا جو انہوں نے کی ہے کہ ہمارا شرک اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت سے ہے اور ان کو اس قول کے ساتھ عذاب کا مستحق ٹھہرایا اور ^{۱۳۶} فرمایا حتیٰ ذاقوا سناں بہا تک کہ وہ ہمارا عذاب چکھیں گے] پس معلوم ہوا کہ تقدیر خیر و شر حق سبحانہ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ بندہ اپنے فعل کی ایجاد میں مستقل (بااختیار) ہے، اور اس استدلال کے ساقط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کلام سے ان کی غرض اپنے فعل سے معذرت کرنا نہیں ہے کیونکہ وہ اس کو بُرا نہیں جانتے تھے بلکہ ان کا مطالب اپنے فعل کو ہر اس ہے کہ ہمارا فعل حق تعالیٰ کے ارادہ کے مطابق اور اس کا پسندیدہ ہے اور یہ اعتقاد باطل ہے کیونکہ ارادہ کے مطابق تو ہوگا لیکن پسندیدہ نہیں ہوگا جیسا کہ گذر چکا ہے۔ اگر کہا جائے کہ جب بندوں کے افعال حق تعالیٰ کے ارادہ سے ہیں اور خیر و شر کا مقدر ہونا ازل میں طے ہو چکا ہے تو بندہ کو اختیار نہیں رہا اور ان (بندوں) سے خیر و شر کے افعال کا صادر ہونا واجب ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ ازل میں چاہا اور مقدر کیا ہے کہ بندہ اپنے اختیار سے فعل کرے گا یا نہ کرے زیادہ یہ ہے کہ یہ تقدیر اختیار کا باعث ہے اور یہ معنی اختیار کو ثابت کرنے والے ہیں نہ کہ اختیار کی نفی کرنے والے اور نیز ہم کہتے ہیں کہ اگر قضائے ازل اختیار کے منافی ہو تو چاہے کہ حق تعالیٰ اپنے افعال میں روزانہ پیش آنے والے واقعات کی ایجاد میں مختار نہ ہو کیونکہ ان افعال کو ضرور تقدیر و ارادہ کے موافق واقع ہونا چاہئے جب ویسا نہیں ہے تو ایسا بھی نہیں ہے، والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعہ المصطفیٰ علیہ وعلى آله الصلوٰت والتسلیمات والتحیات والبرکات العلی۔

مکتوب ۸۲

مولانا عارف لاہوری کے نام فائق لطائف کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوات و ارسالِ تسلیات کے بعد عرض کرتا ہے کہ جو مکتوب مرغوب آپ نے ان دنوں میں بھیجا تھا پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا، اثر کے زائل ہونے اور عین کے زوال کے آغاز کے بارے میں آپ نے لکھا تھا کہ آپ نے میرے حق میں ایسی ہی بشارت دی تھی۔ میرے مخدوم! عین کا زائل ہونا اثر کے زائل ہونے کی نسبت زیادہ آسان ہے پس عین کا زائل ہونا مقدم ہوگا اسی لئے بعض کو عین کے زوال کے بعد اثر کا زوال بھی ہوتا ہے اور بعض کو نہیں ہوتا اس لئے اثر کے زائل ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ سالک کو فنا حاصل ہونے کے بعد بعض عین و اثر (دونوں) کے زائل ہونے کے قابل ہو گئے ہیں اور بعض نے اثر کے زائل ہونے کو جائز نہیں رکھا اور حق اس بارے میں یہ ہے کہ اگر سالک کا مبداء عین مرتبہ شیون سے ہے تو اس کے عین ثابتہ تک وصول اور اس میں فنا حاصل ہونے کے بعد اس کے حق میں عین و اثر کا زائل ہونا واقع ہے کیونکہ شیون کو عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے اس لئے کہ عالم سعفات کا ظل ہے نہ کہ شیون کا ظل، پس کسی شان میں فنا حاصل ہونے سے مطلق فنا لازم آئے گی اور عین و اثر کو زائل کرنے والی ہوگی، اور اگر سالک کا عین ثابتہ مقام صفات سے ہے تو صفت میں سالک کا وصول و فنا ہونا اس کے وجود کو بالکل محو (فنا) کرنے والا نہیں ہوتا اور اس کا اثر زائل نہیں ہوتا کیونکہ سالک کا وجود اسی صفت کا اثر و ظل ہے۔ آپ نے جو کچھ بشارت اس فقیر سے نقل کی ہے آپ کے دل سے بھول ہوئی ہے، فقیر نے اس طرح سے ہرگز نہیں کہا ہوگا۔ اور شیخ ابو سعید ابوالخیر (قدس سرہ) عین و اثر کے زوال کے قائل ہیں جیسا کہ انہوں نے اثر کے زوال کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا ہے وَلَا تَبْقَى وَلَا تَدْرَا اور یہ باقی رکھے گی اور چھوڑے گی [عین نہیں رہتا اثر کہاں سے رہے گا۔ ریاضی

جسم ہمہ اشک گشت چشم بگریست
در عشق تو بے جسم ہی باید زیست
از من اثرے نماذایں عشق از چسیت
چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

[میرا تمام جسم آنسو بن گیا اور میرا آنکھ نے گریہ کیا، میرے عشق میں جسم کے بغیر ہی زندہ رہنا چاہئے، مجھ سے کوئی اثر باقی نہیں رہا (تو میرے) یہ عشق کس چیز سے ہے، جب میں سراسر معشوق ہو گیا تو عاشق کون ہے]

لیکن اس ریاضی کے آخری مصرع میں کلام کی گنجائش ہے کیونکہ عاشق اس وقت میں صحرائے عدم کی طرف

کوچ کر چکا ہے اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہا اور وہ انانیت کو رو بہ زوال بلا چکا ہے انا الحق امین فر
ہوں [کون کہے اور من ہمہ معشوق شدم] میں سراسر معشوق ہو گیا [کی کیا گنجائش ہے، اس مقام سے عارف کا
نصیب فنا و نیستی ہے اور اہل امانات کو امانتیں واپس کرنا ہے اور کلمہ انا (میں) کے مورد کا نائل ہونا ہر سہ
تو دانشوی و لیک گر جہد کنی جائے ہر سی کز تو توئی بر خیزد

[تُو وہ تو نہیں ہو جائے گا لیکن اگر کوشش کرے تو ایسی جگہ پہنچ جائے گا کہ تجھ سے تیرا ہونا جانا رہے گا]

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے مکتوبات میں واقع ہے کہ "یہ تمام

راستہ پانچ قدم ہے تین عالمِ امر کے اور دو عالمِ خلق کے۔ تین قدم جو عالمِ امر کے ہیں کونسے ہیں اور عالمِ

خلق کے دو قدم) کیا چیز ہیں؟ میرے مخدوم تجارت کے نقل کرنے میں فرق ہو گیا ہے مکتوبات میں اس طرح

پر ہے کہ "یہ راہ کہ ہم جسے طے کرنے کے درپے ہیں کل سات قدم ہے دو عالمِ خلق سے اور پانچ عالمِ امر سے"

آپ جان لیں کہ عالمِ امر کے پانچ قدم (لطائف) قلب و روح و سر و خمی و اخفی ہیں اور عالمِ خلق کے

دو قدم (قالب و نفس) ہیں۔ آپ نے پوچھا تھا کہ فناء روح کس چیز سے عبارت ہے اور اس کی

علامت کیا ہے اور وہ فناء نفس پر مقدم ہے یا نہیں؟ آپ جان لیں کہ ہر لطیفہ کی فنا اس لطیفہ

کے اپنی اصل تک پہنچنے سے وابستہ ہے اور چونکہ روح کی اصل صفات بلکہ ظلال صفات کے مقام

سے ہے کیونکہ عالمِ امر کے پانچوں لطائف کے اصول اسماء و صفات کے ظلال کے دائرہ میں داخل

ہیں کہ ان میں سیر واقع ہونا ولایتِ صغریٰ ہے جو کہ اولیاءِ اللہ کی ولایت ہے، پس فناء روح صفات

کے ظلال تک وصول سے عبارت ہے جیسا کہ قلب کی اصل افعال و اجبی تعالیٰ کے مقام سے ہے

اور اس کی فنا اس کے اس مقام تک وصول سے وابستہ ہے اس دائرہ ظلال سے گزر جانے کے

بعد اسماء و صفات و شیون و تنزیہات کا دائرہ ہے کہ اس میں سیر واقع ہونا) ولایتِ کبریٰ ہے

جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے، عالمِ امر کے پانچوں جواہر (لطائف) کے

عروج کی انتہا اس دائرہ کی نہایت تک ہے اور اس دائرہ سے گزرنے کے بعد ان کے اصول کا دائرہ

ہے اور اس سے گزرنے کے بعد ان اصول کے اصول کا دائرہ ہے اور اس سے گزرنے کے بعد دائرہ کی

ایک قوس (نصف دائرہ) ہے جو کہ ان سب (تینوں) دائروں کی اصل ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدسنا

اللہ سبحانہ بسرہ نے تخریر فرمایا ہے کہ ان تینوں قسم کے کمالات کا حصول نفسِ مطمئنہ کے ساتھ مخصوص

ہے اور اس (نفس) کو اطمینان کا حصول اس مقام میں میسر ہوتا ہے اللہ اور اس بیان سے معلوم ہوتا ہے

کہ نفس کا کمال عالمِ امر کے کمالات سے اوپر ہے اور اس کا کمال طور سے فنا ہو جانا ان تینوں قسم کے

اصول تک وصول سے وابستہ ہے پس فنائے نفس فنائے روح کے بعد بلکہ عالم امر کے لطائف کی فنا کے بعد ہوگی اور جو ہم نے اس کا کامل طور سے فنا ہونا کہا ہے یہ اس لئے ہے کہ فنائے نفس اور اس کے اطمینان کی ابتداء اسما و صفات کے ظلال کے دائرہ سے ہے جو کہ ولایت صغریٰ ہے لیکن اس مقام میں فنا کی صورت ہے فنا کی حقیقت ان تینوں قسم کے اصول کے ساتھ وابستہ ہے ارباب ولایت صغریٰ بھی نفس کے فنا اور مطمئنہ ہوجانے کی خبر دیتے ہیں لیکن چونکہ اس مقام میں فنا کی حقیقت نہیں ہے اس لئے کہتے ہیں ۵

ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز صفات خود نہ گردد

[اگرچہ نفس مطمئنہ ہوجائے (پھر بھی) اپنی صفات (عادات) سے ہرگز باز نہیں آتا]

اور جو شخص کہ فنا کی حقیقت کو پہنچ چکا ہے وہ کہتا ہے کہ فنا و اطمینان کے بعد اس میں بال بھر مخالفت (بھی) نہیں رہتی اطاعت و تسلیم کے سوا اس کا کوئی کام نہیں ہے، والسلام۔

مکتوب ۸۵

شیخ یازید ہارنپوری کے نام اطمینان نفس کی تحقیق اور ان کے واقعات کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔
الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، آپ کا مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "عین واثر کا زائل ہونا ولایت کبریٰ کا کمال ہے اور جو فنائے نفس کہ ولایت صغریٰ میں پیش آتی ہے ان دونوں میں فرق واضح نہیں ہوتا امیدوار ہے کہ اس فرق کی بابت رہنمائی فرمائیں گے۔" میرے مخدوم اقلانے نفس عین واثر کے زائل ہونے سے وابستہ ہے لیکن ایک کو ولایت کبریٰ کے ساتھ اور دوسرے کو ولایت صغریٰ کے ساتھ قاص کرنا آپ نے کہاں دیکھا ہے اور کس سے سنا ہے فقیر نے خود نہیں کہا ہے اور حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات میں (بھی) نہیں ہے جس شخص سے آپ نے سنا ہے اسی سے اس کا حل طلب کریں، ہاں اگر اس معنی میں کہیں کہ فنائے نفس کی ابتداء ولایت صغریٰ میں ہے اور اس کا کمال ولایت کبریٰ تک پہنچنے سے بلکہ غاصراربع کے اعتدال کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ کمالات نبوت سے تعلق رکھتے ہیں تو درست ہے کیونکہ ولایت صغریٰ میں اگرچہ ایک گونہ فنا و اطمینان حاصل ہوجاتا ہے لیکن اس حد تک نہیں کہ نفس اپنے بُرے اوصاف سے بالکل مبرا ہوجائے اور اخلاق ذمیرہ سے پوری طرح خالی ہوجائے اسی لئے اس ولایت والے حضرات کہتے ہیں ۵

ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز صفات خود نگرود

[اگرچہ نفس مطمئنہ ہو جائے (پھر بھی) اپنی صفات (عادات) سے ہرگز باز نہیں آتا]

۱۳۹ حضرت عالی (قدس سرہ) جو کہ ولایت کبریٰ تک پہنچے ہیں بلکہ کمالات نبوت کے ساتھ مشرف ہوئے ہیں فرماتے ہیں کہ نفس کو فنا و اطمینان (حاصل ہونے) کے بعد مخالفت کی مجال نہیں رہتی اور اس سے بال بھر بھی (اللہ کی) مرضی کے خلاف تصور نہیں ہے اور وہ مستہلک و مستغرق ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کا اور اپنے ماسوا کا کوئی شعور نہیں رکھتا۔ جس واقعہ میں آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا ہے اور حضرت امیر (علی کریم اللہ تعالیٰ وجہہ کو بھی دیکھا، نیک و مبارک ہے بظاہر آپ کو حضرت امیر المؤمنین (کریم اللہ وجہہ) سے حصہ ہوا اور دوسری مرتبہ جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ الصلوٰت والسلام کو از ولج مطہرات کے ساتھ دیکھا ہے اور ان اہمات المؤمنین کی جانب سے عنایات مشاہدہ کی ہیں گویا آپ ان کے فیوض و برکات سے بھی بہرہ مند ہوئے ہیں اور کمالات ولایت کو اس کمال کے ساتھ جو کہ کمالات نبوت کے مناسب ہے جمع کیا ہے اور دوسرے واقعات میں کہ فقیر نے آپ کو ایک خاص گھوڑا دیا اور سوار کیا اور آپے ساتھ لے گیا اور حضرت میکائیل سے مہربانی و عنایت کا مشاہدہ کرنا اور ان کا یہ کہنا کہ میرا بھائی جبرئیل تیرے ساتھ بہت ملاقات کرتا ہے اور یہ محبوبیت کے سبب سے ہے یا آپ میں محبوبیت کی شان ہے اور ذہنتوں کو حسین صورتوں اور شاندار لباس میں دیکھنا اور آسمان سے چاند کی چاندنی کی مانند کسی چیز کلیجے آکر آپ کے سامنے گر پڑنا اور روئے زمین کا اس کی چمک سے روشن ہو جانا بہت واضح و بلند واقعات ہیں اور ان میں سے بعض بظاہر اس سے زیادہ بلند ہیں جو کچھ کہ آپ کو اس وقت حاصل ہے۔ مختصر یہ ہے کہ (یہ) واقعات بشارات ہیں امیدوار ہیں،

چشم دارم کہ دہی ہاشک مرا حسن قبول لے کہ در ساختہ قطرہ بارانی را

[لے وہ (اشک) کہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا، میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے آنسوؤں کو حسن قبول عطا فرمائے گا]

والسلام والاولاد آخراً

مکتوب ۸۶

سیادت پناہ میر مظفر حسین کے نا ا عشق و شوق اور عدم حصول کے درد کے بیان میں اور محبت

جو کہ معیت کا ثمرہ دینے والی ہے اس کی تکمیل پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفی، لے سیادت پناہ! آپ نے عشق کے شوق اور شوق کے

ولولہ کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا تھا اور عدم حصول کے درد کا اظہار فرمایا تھا واضح ہوا اور لذت بخش مسرت افزا ہوا، سے

خوش آنکہ براہِ عشق جان داد عشق است کہ جان با تو اوں داد

(وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے کہ عشق کے راستے میں جان دی، عشق (ایسی ہی چیز ہے جس کیلئے جان ی جاکتی ہے) اللہ تعالیٰ شوق کے شعلہ کو بلند کرے اور عشق کی آگ کو بھڑکائے تاکہ آفاق و انفس کی قید سے پوری طرح رہا کر دے اور مطلوب کے ساتھ خاص محبت پیدا کر دے محبت کوئی لمحہ ایسا نہیں چھوڑتی جو کہ محب صادق کے نصیب نہ ہو، المرء مع من احب [اُدی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] محبت جس قدر زیادہ قوی ہوگی محبت اسی قدر زیادہ کامل ہوگی، محبت کا زیادہ ہونا حسن و جمال کے علم کی فراوانی کے مطابق ہے، حسن کے دقائق اور جمال و کمال کی باریکیوں کا علم جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر شوق کی آگ زیادہ اور محبت کا شعلہ تیز ہوگا۔

آنرا کہ بحسن دیدہ تیز است این عشق بلائے خیر است

[جس شخص کی آنکھ حُسن کے ساتھ تیز ہے، یہ عشق (اس کیلئے) گھرے اٹھنے والی بلا ہے]

عشق کو حُسن کے ساتھ موافقت ہے اور اول (اتزل) ہی سے ہم صحبت ہونے کا عہد موجود ہے، حدیث کنت کتراً مخفياً [میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا] اس پر دلالت کرتی ہے۔

ہر کجا حُسن می نماید رُوسے می نہد سر بسجده عشق آن سو

[جہاں بھی حُسن اپنا جلوہ دکھاتا ہے عشق اسی طرف سر بسجود ہو جاتا ہے]

اُس کے حُسن کی شہرت سے دنیا مال لال ہے اس لئے اس کے عشق کا دوطرہ ہمیشہ کھلا ہوا ہے۔

افسانہ عشق او بہر سوے دیوانہ حُسن او بہر کوے

[اس کے عشق کا چرچا ہر طرف ہے، اس کے حُسن کا دیوانہ ہر کوچے میں ہے]

عدم حصول کے درد سے غمگین نہ ہوں، ع

بتاریکی دروں آبِ حیات است [آبِ حیات تاریکی میں ہے]

اُس مقام کا حصول عین عدم حصول ہے اور جبلِ عینِ معرفت ہے اعرف قہم یا اللہ اشد تحیراً فیہ

[اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پہچاننے والا اس کے بارے میں سب سے شدید حیرت زدہ ہے] بیشک معروف کی کُنہ کو

پانے اور احاطہ کرنے کی حقیقت بشر کی طاقت سے باہر ہے اور سب ہی لوگ اس عدم حصول کے درد میں مبتلا

ہیں، بشریت سے نکل جانا اور ذاتِ مطلق کے ساتھ متحقق ہونا ممکن نہیں ہے کہ وہ ذاتِ مطلق کے

سپرہ مند ہو جاتا۔ شیخ عطار (قدس سرہ) فرماتے ہیں سے

می بینی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت او فقر کل تورنج کم بر

[یا تو نہیں دیکھتا کہ پیغمبر جیسی عظیم الشان ہستی کمال فقر (بشریت کی قطعاً) حاصل نہیں ہوا (اسلئے) تو بے عملی کا نتیجہ ممکن واجب (کی حقیقت) سے اور مقید مطلق (کی حقیقت) سے کیا پائے اور کیا حاصل کرے، اس سے جو کچھ حاصل کرے اور پائے گا وہ ذات مطلق کی بلند بارگاہ سے نیچے اور قید کی پستی میں داخل ہے، اس کے طالب کو اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ اپنے آپ کو یا یوسی میں رکھے، اس بیچارہ کی نہایت یہ ہے کہ اپنے آپ کو گم و محو کر دے اور اپنا کوئی نام و نشان باقی نہ رکھے۔ یہ کہ عنقا کو شکار کرے اور سمیرغ کو جال میں پھنسائے سے عنقا شکار کس نہ شود دام یاز چیں کایجا ہمیشہ باد بدست است دام را

[عنقا کو کوئی شکار نہیں رہ سکتا تو اپنا جال اٹھالے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال لگا لایا ہے جیسا کہ ہوا کو ہاتھ میں لینا (یعنی ہر کچھ حاصل نہیں) اس جدائی کی شام کے لئے وصال کی صبح کی کوئی امید نہیں کی گئی ہے، افسوس در افسوس کہ اس غم کی کوئی حد نہیں ہے اور اس درد کا کوئی علاج نہیں ہے سے

ہم صبح وصل جو یاں من و شاہا نا امیدی کہ سیاہ بخت ہجرم شب من سحر ندارد
[سب لوگ وصل کی صبح تلاش کر رہے ہیں (لیکن) میں ہوں اور شاہ ناامیدی کیونکہ میں ہجرت کا مارا ہوا سیاہ بخت ہوں (اسلئے) میری را آپ نے عاشق کی آرزو مندی اور معشوق کی بے نیازی کی بابت لکھا تھا: بیشک سید و توں صفیں عاشقی و معشوقی کے لازم میں سے ہیں یہ جدا نہیں ہوتیں درد مند عاشق جب تک جان رکھتا ہے آرزو کے بغیر نہیں رہتا کہ (یہ) اس کی جان کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کے ساز و سامان کے ساتھ چوستہ ہے اور معشوق ہر وقت بے نیازی کی صفت کے ساتھ ہے (جو کہ) نائل ہونے والی نہیں ہے سے

بنازم این چه استغنا و ناز است گذارم این چه امید و ناز است
[میں ناز کرتا ہوں (کہ) یہ کیلے نیازی و ناز ہے، میں گھٹل رہا ہوں، یہ کیسی طویل امید ہے]
معشوق کی جانب سے جس قدر بے نیازی و لاپرواہی زیادہ ہوگی عاشق کی جانب سے عشق کا جوش و آرزو مندی میں گھٹنا اسی قدر زیادہ ہوگا۔ کسی نے خوب کہا ہے سے
نہنہا آفتم زیبائی اوست بلائے من ز ناپرواہی اوست

[محض اس کی خوبصورتی ہی میرے لئے آفت نہیں ہے (بلکہ) میرے لئے اس کی لاپرواہی کی وجہ سے میری مصیبت ہے] آپ نے اس بے پرواہی سے کمال کی درخواست کی تھی یہ ناکارہ خود کس قابل ہے جو کچھ ہے بزرگوں کے باطن سے ہے مختص یہ ہے کہ جن بعض کمالات کی آپ کو بشارت دی گئی ہے ان کا شکر کرایا

اور دوسرے مراتب جن کی امید کی گئی ہے ان کے امیدوار میں فان المرء مع من احب [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] محبت کو زیادہ کرنے میں کوشش کریں تاکہ کمال درجہ کی محبت حاصل کر لیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعت المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۸

فقیر حقیر خیر الدین حسین کے نام مطلوب کی حقیقت سے ناامیدی اور غیب و شہود کی تفصیل اور کمال اللہ نماز کے متعلق بعض امور اور اس کی حقیقت کے متعلق اشارات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ الحمد للہ و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ، میرے مخدوم! آپ نے احوال کی شرح اور کیفیات کے اظہار میں جو کچھ تحریر فرمایا تھا واضح ہوا اور باطنی لذات کا سبب ہوا، اللہ تعالیٰ ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، ہمت کو بلند رکھیں جو کچھ میسر ہو اس پر قانع نہ ہوں۔ ع

آں لقمہ کہ درد ہاں نہ گنج طلبید [وہ لقمہ طلب کرنا ہی جو منہ میں نہیں سماتا] ممکن واجب تعالیٰ سے کیا پائے اور مقید مطلق سے کیا حال کرے، مقید جو کچھ مطلق سے حاصل کرتا ہے یا مشاہدہ و ادراک کرتا ہے درجہ اطلاق سے نیچے ہے اور اس کی استعداد و ادراک کے ساتھ مقید ہے، مطلق ان فیور سے پاک اور اس ادراک و شہود سے میرا ہے پس اس مرتبہ مفرد سے ناامیدی کے سوا کچھ نصیب نہیں ہے۔ عاشقان را نصیب از معشوق جز خرابی و جاں گدازی نیست [عاشقوں کو معشوق سے برابری و جاں گدازی کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہوتا]

شہود و مشاہدہ ظلال کے ساتھ وابستہ ہے اور درک و وصل اس جگہ تک ہے کہ (جس پر) وصل کا اطلاق ہو اور جب معاملہ ظلال سے بڑھ جاتا ہے اور وصل بھی ظل کی مانند راہ میں رہ جاتی ہے تو معاملہ غیب الغیب سے جا پڑتا ہے اور سابقہ معاملات پر اکتدہ ہو جاتے ہیں اور ایمان شہودی ایمان بالغیب کے ساتھ بدل جاتا ہے اور لذت و صلاوت، ذوق و شوق کی بجائے بے کیفی اور درد و غم آجاتا ہے، کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائم الحزن متواصل الفکر [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ مغموم اور متواتر فکر مند رہتے تھے] ان بندگوں کی لذت محبوب کی اطاعت میں ہے اور بس اور ان کا انس اس کی بندگی پر موقوف ہے ارحنی یا بلال [اے بلال مجھے راحت پہنچا] اسی کی طرف اشارہ ہے اور قرعہ عینی فی الصلوٰۃ

[میری آنکھ کی ٹھنڈک نمازیں ہے] اسی کا ایک رمز ہے، دوسرے حضرات شہود کی لذت کے ساتھ لطف اندوز ہوتے ہیں اور وصال کے خیال پر فریفتہ ہیں اور ان حضرات نے اس شہود سے آنکھ بند کی ہوئی ہے اور اس وصال کو خیال تصور کر کے غیب کے ساتھ جو کہ شہود پر پہنچاؤں درجے فضیلت رکھتا ہے مطمئن ہیں اور کہ بہت اس کی بندگی پر حسرت باندھے ہوئے ہیں۔ تخریمہ اولیٰ (تکبیر اولیٰ) کو جسے وہ امام کے ساتھ پلتے ہیں تجلیات ظہورات سے بہتر جانتے ہیں اور خشوع (عاجزی) اور سجدہ کی جگہ پر نگاہ جمانے کو کہ حدیث شریف منعم بصرہ بموضع سجودك [نواہی نگاہ کو اپنے سجدوں کی جگہ پر رکھ] جس پر دل ہے اور آیت کریمہ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ [وہ مومنین کامیاب ہوئے جو اپنی نمازیں خشوع کرنے والے ہیں جس کی ترجمہ شہود و شاہدہ سے زیادہ تصور فرماتے ہیں، نماز اسی (ظاہری) صورت پر موقوف نہیں ہے بلکہ عالم غیب الغیب میں ایک حقیقت رکھتی ہے جو کہ تمام حقیقتوں سے ادیر اور مشاہدات و تجلیات سے بالاتر ہے شاید کہ حدیث شریف (قدسی) قف یا محمد فان الله يصلي [اے محمد! تمہارے پاس بیشک اللہ تعالیٰ نمازیں ہی] میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے، جس قدر اس (نماز) کی (ظاہری) صورت کی تکمیل میں کوشش کی جائے اور خشوع و آداب کو کامل طور پر ادا کرنے میں جدوجہد کی جائے اس حقیقت کے ساتھ اسی قدر مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اس کی برکات سے بہت زیادہ بہرہ ور ہو جاتا ہے اور جو شخص کہ شہود کی بندش اور ظہورات کی قید میں ہے اس حقیقت سے محروم و مستور ہے اسی بنا پر اس کی صورت کی تکمیل کو جو کہ حقیقت کی طرف ایک راستہ رکھتی ہے مشاہدات و تجلیات سے بہتر سمجھا جاوے اور بلند ہمتی کے باعث ان پر قناعت نہیں کرتا۔

۱۲۱

۱۲۲

بات دوسری طرف چلی گئی، ہم (اصل) مطلب پر آتے ہیں جو احوال کہ آپ نے لکھے ہیں سب مقبول و اعلیٰ ہیں اور لذات کا نہ ہونا، سابقہ احوال و مواجید کو پر اگتدہ پانا اور عالم (دنیایا) اور صانع عالم (دنیا کو بنانے والے) کے درمیان خالق و مخلوق اور صانع و مصنوع ہونے کی نسبت کے علاوہ کسی اور نسبت کا ثابت نہ ہونا یہ سب کمالات مرتبہ نبوت سے ظاہر ہوئے ہیں اور اس مقام سے کامل مناسبت رکھتے ہیں، حق سبحانہ ہم جیسے محروموں کو ان کمالات سے کامل حصہ عطا فرمائے انہ قریب بھیب [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الهدی والتزم متابعت المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الصلوٰات والتسلیمات و التھیات والبرکات العلیٰ،

مکتوب ۸۸

سیادت پناہ سید علی ہارمہ کے نام اوقات کو معمور رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، جناب سیادت و نقابت پناہ! (اس) دور افتادہ سے
سلام عاقبت انجام پڑھیں، اس صدور کے فقرا کے احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ سے آپ کی عاقبت
در حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والتجیہ کی شریعت عالیہ اور سنت متورہ کے لائق پر استغفار
کی دعا کی گئی ہے، اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں اور مولائے حقیقی جل شانہ کی خوشنودیوں کے
حاصل کرنے میں جان (دول) سے کوشش کریں، اندھیری لاتوں کو گریہ و استغفار کرتے سے متناہ کھیں اور
س قلیل مدت میں آخرت کا زاد راہ تیار کریں اور دور افتادہ دوستوں کو خاتمہ کی سلامتی کی دشا کے ساتھ
باد رکھیں، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی۔

مکتوب ۸۹

میرک معین الدین کے نام اس بیان میں کطالب کو (اپنے) شیخ سے طلب کو ظاہر کرنا ناگزیر ہے اور اس
طریق وصول کا تعین کرنا ایک فضول بات ہے اور اہل بدعت کی محبت بچنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
الحمد لله ذی الجلال والاکرام والصلوة والسلام علی رسولہ سید الانام وعلیٰ الہ الکرام
وصحبا العظام، (آپ کا) گرامی نامہ سنیچر مسرت بخش ہوا چونکہ شوق کا منجر اور درود طلب پر مشتمل
تھا (اس لئے) مزید خوشی حاصل ہوئی، حق سبحانہ اس شوق کی آگ کو شعلہ زن بنائے اور طلب کے شعلہ کو
سربلند کرے تاکہ ماسوا سے بالکل رہا کر دے اور مطلوب کی خوشبودار غ میں پہنچائے، یہ
عشق آن شعلہ است کہ چوں بر فروخت ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
[عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ بھڑک اٹھا ہے تو معشوق کے علاوہ باقی سب کو جلا دیتا ہے]
اس تمام مشغولیت کے باوجود جس قدر طلب و شوق بھی میسر ہو غنیمت اور امید بخش ہے، ایک بزرگ نے
کہا ہے "گاگر (اللہ تعالیٰ) دینا چاہتا تو طلب نہ دیتا۔" آپ نے گم شدہ نسبت کے حاصل ہونے کی خواہش
سے ان سے مراد خواجہ عبدالشکور رضا قدس سرہ ہیں۔

ظاہر کی تھی۔ میرے مخدوم! جو کچھ طالب کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ طلب اور لوازم طلب کا اظہار شیخ سے کیے اور وصول کے طریقہ کا متعین کرنا شیخ کے سپرد کرے، مریض کو حکیم حازق سے مرض کا بیان کرنا ناگزیر ہے اس سے ازالہ مرض کے طریقہ کا تعین طلب کرنا فضول بات ہے جو فیض کہ شیخ مرحوم سے پہنچا تھا وہ شیخ کے سیر و سلوک و مبادئ تعین کے موافق تھا اگر دوسری جگہ سے (فیض) پہنچے گا تو وہ اس (دوسرے شیخ) کے سیر و سلوک کے مطابق ہوگا اور اس کی ولایت کی حقیقت کے سرچشمہ سے جوش مارے گا ہر چشمہ کا مزہ دوسرا ہے اور ہر حقیقت کے اثرات جدا ہیں۔

ہر خوش پسری را حرکتے درگراست [ہر اچھے بیٹے کی حرکات دوسری ہیں] سے
 اگرچہ اصل سرچشمہ ایک ہی ہو لیکن جگہوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے اثرات مختلف ہو جاتے ہیں، ہر لحاظ اتحاد مجال ہے، میرے مکرم! ہمارے طریقہ میں افادہ و استفادہ کا مدار صحت پر ہے، صاحب استعداد طالب صحت کی برکت سے اپنی استعداد و محبت کے موافق شیخ مقدر کے باطن سے فیضیاب ہوتا ہے، ہر وقت صفاتِ زلیلہ سے خالی ہو کر شیخ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے، فنا فی اللہ ہونا فنا فی اللہ کا مقدمہ ہے،

زاں روے کہ چشم تست حول معبود تو سیرت اول

[چونکہ نیری آنکھ بھینگی (ایک کو رو دکھانے والی) ہے اس لئے اول تیرا معبود تیرا پیر ہے] تیرا پیر کی صحت یسر نہ ہو تو محض محبت سے بھی شیخ کی توجہ کے مطابق فیضیاب ہو جاتا ہے لیکن دین دنیا میں بہت فرق ہے شتان فابینہما۔ اوس قرنی اگرچہ آنسرو علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے باطن سے فیضیاب ہوئے ہیں اور ولایت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوئے ہیں لیکن صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے مرتبہ کو نہیں پہنچے اور خیر التبعین [تابعین میں بہتر] ہو گئے ہیں، جو محبت کہ آپ تقرار سے رکھتے ہیں اس کو بہت بڑی نعمت تصور فرمائیں اور اس نعمت میں اضافہ طلب کریں، المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] آپ نے سنا ہوگا امید ہے کہ ان کے باطن سے کامل حصہ حاصل کریں گے اور فیضیاب ہوں گے، یہ خیل پنے اندر اس بات کی قابلیت نہیں پاتا کہ اس سے بہت بڑے کام کی درخواست کریں لیکن چونکہ آپ نے حسن ظن کی وجہ سے لکھا ہے امید ہے کہ اس ظن کے مطابق آپ کے ساتھ معاملہ فرمائیں اور دیرانہ سے کوئی خزانہ نکالیں، حدیثِ قدسی ہے انا عند ظری عبدی بی [میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں] بہر حال انشاء اللہ تعالیٰ قابلاً توجہ سے متعلق اپنی جانب سے دریغ نہیں کرے گا، اوقات کو طاعات کے معمولات کے ساتھ استوار رکھیں اور لہو و لعب سے بچتے رہیں اور رب کی نافرمانی اور قیامت کے احوال کو بد نظر رکھیں اور نجات کو سنت کی پیروی

اور بدعت سے بچنے میں یقین کریں اور بدعتیوں اور ملحدوں کے ساتھ صحبت نہ رکھیں کہ وہ دین کے چور ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام والتجہ کی حدیث ہے اہل البدع کلاب اہل النار [اہل بدعت اہل دوزخ کے گتے ہیں] جو فقیر کہ شرعی طریقوں پر نہیں ہے اور سنت کے زیور سے آراستہ نہیں ہے اس کو اپنی مجلس میں نہ لے کر مختصر یہ ہے کہ **وَمَا أَمَّاكُمْ الرَّسُولُ فِخْدْوَةٍ وَمَا نُهَكُمُ عَنْهُ فَإِنَّهُمْ لَكَاِبَةٌ لَئِنْ تَوَلَّوْا لَأَرْسِلَنَّ اللَّهُ مَوْجَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ تَكْفُرُ بِكُمْ وَتَكْفُرُ أَجْمَعِينَ** اور رسول جو کچھ تم کو دے تم اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کرے تم اس سے باز رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو [والسلام علیکم علی سائرین اتبع البدیۃ]

مکتوب ۹۰

صلاح آثار حافظ پیر محمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ وحدت کتب کو وصلانی ہونا چاہئے۔
الحمد لله العلی الاعلی والصلوٰۃ والسلام علی رسول المصطفیٰ علی آلہ وصحبا البررة النقی،
کتوب شریف پہنچا چونکہ اشواق و کیفیات پر مشتمل تھا اس لئے ہمسرت و شادمانی کا باعث ہوا، حق سبحانہ
س شوق کے شعلہ کو بھڑکائے اور محبت کی آگ کو سر بلند کرے تاکہ کثیر در کثیر تعلقات سے کامل رہائی میسر آئے
و وحدت حقیقی کا جمال پر وہ کھول دے وحدت اور کثرت ایک دوسرے کی ضد ہیں، سالک اگر چہ جہات
کثرت اپنے ساتھ رکھتا ہے اور کثرت کے احکام میں اُلجھا ہوا ہے، وحدت سے دور و محروم ہے، وصلانی
یا چاہئے طلب و محبت کی راہ سے بھی اور دید و دانش کی رُو سے بھی تاکہ وحدت ذاتی سے زیادہ قریب ہو جائے
حقیقی توحید تک پہنچ جائے التوحید لمقاط الاضاقات [توحید اضافات کو ساقط کرنا ہی] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۱

سیادت مآب سید محمد اسرار کے نام اس بیان میں کہ نفس کی شرارت عدم کی شرارت اور ایس کی شرارت
کو زیادہ ہے اور فنا و طینانِ نفس کی تحقیق اور عین و اثر کے زائل ہونے کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔
الحمد لله ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید الانام علی آلہ الکرام و صحبہ
نظام، اما بعد گرامی نام نے مشرف کیا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عاقبت کے ساتھ ہیں اور فقر کی
ت روز افزوں ہے اور ہمت کے پیش نظر اعلیٰ مطلب ہے، آپ نے شوق کی بات لکھی تھی، فقر کو بھی
ناق جانیں بلکہ حدیث **وَاِنَّا لِيَهْمُ كَلَا شِدْ شَوْقًا** [اور میں ان کی طرف بہت زیادہ شوق رکھتا ہوں] میں

کیونکہ جو کچھ اصل کی طرف منسوب ہے وہ زیادہ شدید اور زیادہ قوی ہے، فرع (شاخ) جو کچھ کھتی ہے وہ اصل (جڑ) سے حاصل کئے ہوئے کمال کی قسم سے ہے، خود کسی چیز میں مستقل نہیں ہے اور اصل کے ساتھ کسی طرح کی برابری نہیں کر سکتی ہاں عدم ہے جو کہ اصل کے واسطے کے بغیر فرع کو نصیب ہے اور وہ شر و نقص ہے اور بذات خود خیریت (بھلائی) کی ذرا بھی بونہیں رکھتا اور اگر خیریت ہے تو وہ انعکاسی و عاریتی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اس عاریتی کمال کے باوجود خیر و کامل تصور کیا ہے اور امانت میں خیانت کی ہے اور شرارت پر شرارت بڑھائی ہے پس نفس کی شرارت (زبانی) عدم کی شرارت سے بھی زیادہ ہے کیونکہ عدم ذاتی شرارت رکھتا اور اپنی نیستی و نامرادی کے ساتھ موافقت کئے ہوئے ہے اور نفس نے اس ذاتی شرارت کے باوجود جو کہ عدم کے واسطے سے اس کی ذات کی مانند ہو گئی ہے خیانت مذکورہ کے باعث انا نیت (خودی) اور سرداری کا جنون اور اصل کے ساتھ شرکت کا دعویٰ پیدا کیا ہے اور اس راستے سے مولائے حقیقی تعالیٰ کی دشمنی برپا قائم ہوا ہے، نفس امارہ کی حقیقت بھی اگرچہ عدم ہے اور شرارت کو اس سے کسب کر کے اس کا جانشین بیابن گیا ہے لیکن جبل مرکب اور سرداری کے جنون کے ذریعے سے جو کہ عدم مطلق سے اس کے امتیاز کا سبب ہے شرارت میں اپنے باپ اور مبداء سے سبقت لے گیا ہے اور شریک ہونے کا حق ادا کر دیا ہے، عدم بیچارہ اگر برسوں اس کی شاگردی کرے اس حد تک نہیں پہنچ سکتا اور نیز اس شرارت و سرکشی میں اس کا استاد ابلیس لعین ہے لیکن وہ شرارت میں آگے نکل گیا اور سرکشی و انا نیت (خودی) میں ابلیس سے کئی منزل آگے چلا گیا، ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور انا خیر منہ [میں اس سے بہتر ہوں] کی صدا اس کے باطن سے نکلی اور بنی آدم کو بہکانے کے بعد ان سے (اپنی) بریت ظاہر کی اور کہا اِنِّیْ بَرِّیْ وَاِنِّیْ اَخْلَفْتُ الْعَالَمِیْنَ [بیشک میں تجھ سے بری ہوں بلاشبہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو کہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے] اور اس (نفس) نے فدائی کا دعویٰ کیا اَنَا رَبُّ الْعَالَمِیْنَ [میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں] کہا، شتان ما بینہما [ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے]۔ ابلیس اس کا استاد ہونے کے باوجود اس کی شاگردی کے لائق ہے اور اس کا پیشوا ہونے کے باوجود اس کی پیروی کے قابل ہے، سبحان اللہ یہی (نفس) امارہ اس شرارت اور برائیوں کے باوجود اطمینان و شرح صدر حاصل ہونے کے بعد عالم امر کے لطائف کا جو کہ پاکی اور بلندی کے ساتھ موصوف ہیں سردار ہو جاتا ہے اور قرب و معرفت کے مدارج میں ان پر فوقیت پیدا کر لیتا ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ اللہ سبحانہ بصرہ الاقدس نے لکھا ہے کہ ”(نفس) مطمئن شرح صدر حاصل ہونے کے بعد جو کہ ولایت کبریٰ (یعنی ولایت انبیاء کرام) کے لوازم سے

تک دفتر اول مکتوب منہ ۲۶ حصہ چہارم فارسی منہ ۹۔

اپنے مقام سے عروج کر کے تختِ صدر (سینہ) پر ترقی حاصل کر لیتا ہے اور وہاں تسلط قائم کر لیتا ہے اور قریب کے ممالک (مقامات) پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے، یہ تختِ صدر حقیقت میں مرتبہ ولایتِ کبریٰ کے عروج کے تمام مقامات سے بڑھتا ہے اس تخت پر متمکن ہونے والے کی نظرِ باطن بطون (اصل بالاصل) تک نفوذ کر جاتی ہے۔ اس (نفس) مطمئنہ کے لئے (اب) مخالفت کی گنجائش اور سرکشی کی مجال نہیں رہی ہے (کیونکہ اب) وہ کلی طور پر مطلوب کی طرف متوجہ اور پوری طرح متسود میں مشغول ہے اس کا ارادہ پروردگارِ جل سلطانہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے سوا نہیں ہے اور اس کا مطلب اس تعالیٰ شائے کی طاعت و عبادت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ یہ ہے حضرت (قدس سرہ) کا کلام شریف۔

آپ نے لکھا تھا کہ "بعض وقت اپنے آپ کو اس طرح گم پاتا ہے کہ گویا بکھرا ہوا موہوم غبار ہے باطن جو کظاہر کے لباس میں بلبوس ہے محض وہم و خیال کے سوا ادراک میں نہیں آتا، بعض اوقات (یہ فقیر) اگرچہ آنکھ کو ملتا ہے کہ شاید خیرگی کا اثر ہو اور نیز اسی طرح پر تکلم و استماع الخ" میرے مخدوم ایہ عدمیت کی دید جو اصلِ ظل ہونے کے تعلق سے ہے مبارک و مسعود ہے اور وصول (پہنچنے) کی تمہید ہے بلکہ نفس و سون ہے کیونکہ جب تک نہیں پائے گا اس وقت تک رہائی (فنائیت) حاصل نہیں کرے گا، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ بس ایسا عدم چاہتا ہوں کہ پھر کبھی واپس نہ آؤں۔ ذکر و فکر کا نتیجہ اور سیر و سلوک کا ثمرہ یہ ہے کہ سالک اپنی ذات کے عدم ہونے سے واقف ہو جائے اور (اپنی) ہستی اور اس کے تابع کمالات کو بالکل اصل سے جانے اور اصل کے سپرد کر دے مولوی (معنوی) قدس سرہ نے کہا ہے کہ

چوں بدانتی کہ ظل کیستی فارغی گر مردی و گرزستی

(جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مرہ ہو یا زندہ ہو توبے فکر ہے)

آپ نے عین و اثر کے زائل ہونے کے بارے میں جو یہ لکھا تھا کہ "یہ زوال وقت کا معاملہ صفاتِ نفس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے نہ کہ اس کی ذات کے ساتھ کیونکہ اس کی ذات باقی ہے اور زائل و تبدیل ہونا صفات میں رہتا ہے اور بس، اور صفات کی اس تبدیلی سے اس کی ذات کا ترکیب و طہارت ہو جاتی ہے اور وہ اطمینان تک پہنچ جاتی ہے" بیشک تحقیق یہ ہے کہ فنا و بقا بری صفات

تبدیل ہو جاتا ہے لیکن اس تحقیق کی صورت میں کہ افرادِ عالم سب کے سب اسماء و صفات کا ظہور میں کوئی ذات ان کے درمیان موجود نہیں ہے پس ذات کے بغیر ان سب کا وجود کلی طور پر وجوہ و اعتبارات ہوگا

۱۔ ترکیب سے قبل نفس کی مرکزیت دماغ میں ہوتی ہے اور مطمئن ہونے کے بعد تختِ سینہ پر متمکن ہو جاتا ہے اور رضائے الہی کے مقام سے مشرف ہو جاتا ہے اور تمام مقدراتِ خداوندی کو برضا و رغبت قبول کر لیتا ہے (شرح مکتوبات قدسی آیات مولانا نصر اللہ خان صاحب مدظلہ) لکھ مکتوب مذکورہ (مطبوعہ) میں یہ عبارت چند سطور کے بعد ہے۔

۱۲۸ صفات کی فنا کی صورت میں عین و اثر کا زائل ہونا حقیقت کے طور پر ہونا چاہئے نہ کہ مجاز کے طور پر، جیسا کہ آپ نے لکھا ہے، شیخ محی الدین بن عربی (قدس سرہ) نے بھی عالم کو اعراض مجتمہہ (ایسے وجودوں کا مجموعہ جو جوہر کے بغیر قائم ہیں) کہا ہے پس ان کے مذہب پر بھی افرادِ عالم کے لئے ذات نہیں ہوگی مادہ اگر ہوگی تو اطلاق و تعقید کے طور پر اسی ذاتِ جہل و علا کا وجود ہوگا پس افرادِ ممکنات یا محض اعراض ہیں یا ان اعراض سے اخذ کی ہوئی ذات ہیں، اگر (یہ) کہیں کہ نفس جیسا کہ صفاتِ ردیہ رکھتا ہے ایسے ہی علم و قدرتِ ارادت وغیرہ صفاتِ حمیدہ بھی رکھتا ہے پس صفاتِ ردیہ کے زائل ہوجانے کی صورت میں صفاتِ حمیدہ باقی ہیں جو کہ عین و اثر کے زائل ہونے کے منافی ہیں۔ ہم (جواب میں) کہتے ہیں کہ جو چیز نفس کی ذاتی ہے وہ شرارت و نقص ہے اس میں صفاتِ کمال کا ہونا اس کا اپنا نہیں ہے بلکہ مرتبہ و وجوب سے مستعار ہے کما س نے ان کمالات کو جہالت کی وجہ سے اپنے ذاتی تصور کر لیا ہے اور اپنے آپ کو اس واسطے سے خیر و کمال اور خیرات (بھلائیوں) کا مبداء جان لیا ہے اور اپنے مالک کے ساتھ شرکت کا دعویٰ پیدا کیا ہے اور امانت میں خیانت کی ہے پس اس کی حقیقت وہی جہلِ مرکب و علمِ کاذب ہے جو کہ اس کی شرارت و امانیت کا سبب بنا ہے۔ مولوی لاروی قدس سرہ نے کہا ہے، ع

اے برادر تو ہمیں اندیشہ نہ [اے بھائی! تو یہی وہم و خیال ہے]

بھلائی کی کچھ بھی ہو اس کی ذات میں نہیں ہے پس جہلِ مرکب و غلبہ و پید عاریت کے فنا اور زائل ہونے کے بعد اس کا کوئی اثر نہیں رہتا اور حقیقت گویا بدل جاتی ہے اور اتارگی (سرکشی) سے اطمینان تک پہنچ جاتا ہے اور اکابر کے اس کلام سے جو کہ عین و اثر کے فنا اور زوال کے بارے میں آیا ہے یہی معنی قریب الفہم ہیں اور نصوص (آیات و احادیث) بھی اس کی نشاندہی سے خالی نہیں ہیں، من قلتہ فانا دیتہ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خون میں خود ہوں] اذ من کان میتاً فاحیثہ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا ہم نے اس کو زندہ کر دیا] اسلام

مکتوب ۹۲

شیخ حسین منصور کے نام ان کے بلند احوال و اذواق کی شرح میں مع ولایتِ علیا کی بشارت کے تحریر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مدارجِ قرب میں بے اندازہ ترقیات عطا فرمائے، مکتوبِ مرغوب جو آپ نے اس مسکن کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا، آپ نے توجیحات کی تاثیر کے بارے میں جو کھٹا لبین کی بابت واقع ہوتی ہے اور اس امرِ عظیم پر قدرتِ قوت کے بارے میں لکھا تھا، واضح ہوا اللہ تعالیٰ اجل شائے کا شکر

بجالاتیں اس کو نادر نعمت جانیں اور آیت کریمہ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ [جو اللہ سے
 اللہ کے سوا کوئی قوت نہیں ہے] پڑھیں، لکھا ہوا تھا کہ پہلے جب میں اپنے احوال کی چھان بین کرتا تھا اپنے
 آپ کو ولایت کبریٰ میں پاتا تھا اور اگرچہ فوق کی طرف متوجہ ہوتا تھا (لیکن) ہوتے نہیں سکتا تھا، مدت
 و دراز تک اسی حال میں رہا اب جو متوجہ ہوتا ہوں تو اپنے آپ کو ولایت علیا میں پاتا ہوں بار بار غور کیا
 اور بار بار سوچا (لیکن) اس امر میں کوئی شک و شبہ پیش نہیں آتا۔ میرے مخدوم! یہ حال اور یہ دید اعلیٰ ہے
 بزرگوں نے کہا ہے کہ حال کے صحیح ہونے کی علامت کامل درجہ کا یقین حاصل ہونا ہے فقیر بھی جب متوجہ
 ہوا تو آپ ہی کی دیبے کے مطابق پایا اور آپ کو اس ولایت میں ملاحظہ کیا اس پر اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی تمام
 نعمتوں پر اس کی حمد ہے، اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ پہلے عالم امر کے لطائف کا عروج واقع ہوتا تھا
 اب عالم خلق کے لطائف میں بھی جو کہ نفس و عناصر اربعہ میں عروج معلوم ہوتا ہے۔ میرے مخدوم! یہ عروج
 جو کہ عالم خلق کے لطائف کے لئے ہے سابقہ (یعنی ولایت علیا) کی تائید کرنے والا ہے کیونکہ عالم
 خلق کے لطائف کا عروج ولایت علیا کے مناسب سوائے لطیفہ خاک کے کہ اس کا کمال کمالات
 نبوت سے وابستہ ہے اور لطیفہ نفس عالم امر کے لطائف کی طرح ولایت کبریٰ میں فنا و بقا کے ساتھ
 مشرف ہو جاتا ہے اور اطمینان کے کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ولایت علیا میں ترقی بلا واسطہ
 طور پر عالم خلق کے لطائف میں سے تین عنصر یعنی عنصر آبی، عنصر ہوائی، عنصر ناری کا حصہ ہے، دو ستون
 دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۳

بدر بگ سمرقندی کے نام ذکر پر ہمیشگی کی ترغیب اور جو کچھ اس پر مرتب ہوتا ہے اس بارے میں تحریر فرمایا۔
 حامد اللہ العظیم و مصلیا علی رسولہ الکریم: اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک
 لحظہ بھی اپنے بغیر نہ چھوڑے، جو مکتوب آپ نے محبت کی راہ سے ارسال کیا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا،
 آئندہ بھی اسی طریق پر احوال نیک انجام لکھتے رہنا چاہئے کہ یہ غائبانہ توجہ کا سبب ہے، - یوگان کے
 بارے میں آپ جو کچھ سعی جمیل کرتے ہیں وہ ثواب کا مقام ہے، حق سبحانہ جزائے خیر عطا فرمائے، جو واقعات
 آپ نے دیکھے اور لکھے تھے سب واضح اور اچھے ہیں، بشرط ہیں، اپنے کام میں مشغول رہیں، آپ نے
 باطن کے احوال اور ذکر و فکر اور جو کچھ اس پر مرتب ہوتا ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، پہلے اس کو

لکھتا اور دوسری چیزوں کو تابع بنانا چاہئے۔ ع

۱۵

طفیل دوست باشد ہرچہ باشد [جو کچھ ہوتا ہے دوست کے طفیل میں ہوتا ہے]

مختصر یہ ہے کہ ذکر پر اس قدر ہمیشگی کریں کہ ذکر و حضور دل کا ملکہ ہو جائے اور اس کی صفت لازمہ (طبیعتِ ثانیہ) بن جائے کہ نغمی کرنے سے بھی اس کی نفی نہ ہو، اور اسوائے مذکور (ماسوی اللہ) سببہ کی وسعت و رخصت ہو جائے اور حق سبحانہ کے سوا اور کوئی بہار و مقصد نہ رہے۔ ع

ایں کارِ دولت است کنوں تا گلرہند [پنصیب کی بات یہ دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۲

خواجہ امان اللہ خواجہ محمد مومن برہان پوری کے نام فنائے قلب فنائے نفس کی تحقیق اولاً لایذ کر اللہ

الانہ کی حقیقت اور حالت نماز کے غیر حالت نماز پر فوقیت رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، سادت آثار خواجہ امان اللہ نے، اللہ سبحانہ اس کے

اپنی رضامندیوں کی توفیق بخشے، جس کا غذر (مکتوب) میں اپنا حوالہ و مذاق و واقعات و مقامات تحریر

کے اس مسکین کو بھیجا تھا اُس نے پہنچ کر خوشوقت کیا اور اسی طرح جو کا غذر (مکتوب) کہ محبت اطوار

خواجہ محمد مومن، اللہ تعالیٰ اس کی امیدوں کو پورا فرمائے، کے احوال و واقعات پر مشتمل تھا وہ بھی مسرت افزا

ہوا۔ دونوں عزیزوں کے احوال عمدہ اور کیفیات پسندیدہ اور واقعات و خواب واضح و مبارک ہیں، آپ

حضرات نے فنائے قلب فنائے نفس اور قلب و دماغ و دہم و خیال سے خطرہ (دوسرے) کے دور ہونے اور

بیستی و عدمیت کی دید اور کلمہ آنا کے مقام و ورود کے زائل ہونے اور ذکر اور اس کے اثر کے نغمی ہوجانے اور

مذکور کے تہ پانے اور لایذ کر اللہ الا اللہ [اللہ کو اللہ ہی یاد کرتا ہے] کا مقام حاصل ہونے کے بارے

میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، آپ جان لیں کہ لایذ کر اللہ الا اللہ کو وحدت و جود والے بھی

کہتے ہیں اور فنائے اکمل کے بعد بھی یہ حالت پیش آتی ہے لیکن ان دونوں مقاموں میں زمین و

آسمان کا فرق ہے، اوصرت و جود والے تعین امکانی کو حق کہتے ہیں اور اللہ ان کے نزدیک اسی تعین پر

اطلاق پاتا ہے اُس تعین کو اس حالت کے تحقق (پائے جانے) سے پہلے کسی دوسرے عنوان سے جانتے

تھے اور اس حالت کے تحقق کے بعد اسی کو حقانیت کے عنوان کے ساتھ مشاہدہ کرتے ہیں کسی خوب کہا ہے

ع خواب: رگرموشے شترشد [شاید کوئی چوہا خواب میں اونٹ ہو گیا] ^{۱۵}
 اور ہم جس میں کی گفتگو کر رہے ہیں اس میں فنائے اکمل کے بعد اس تعین (امکانی) کا کوئی
 اثر باقی نہیں رہا ہے اور نہ کرو توجہ و حضور سب اس بارگاہِ قدس کی طرف منسوب ہو گئے ہیں اور ذکر کرنے
 والا بھی صحرائے عدم کی طرف کوچ کر گیا ہے، ان دونوں میں بہت فرق ہے لا یدکر اللہ الا اللہ
 [اللہ کو نہ ہی یاد کرتا ہے] کی حقیقت اس مقام میں صورت پذیر ہوتی ہے نہ کہ اس مقام میں کہ وہاں
 ذکر کا وجود دربان میں ہے اور لا اللہ کا اطلاق دوسرے پر اور نفی عنوان کی طرف راجع ہے اور
 آپ نے جو دماغ و دہم و خیال سے خطرہ دور ہو جانے کی بابت لکھا ہے غور طلب ہے، یہ تمام واقعات
 و احوال جو کہ آپ نے لکھے ہیں و ساوس ہیں جو کہ دہم و خیال کی راہ سے (پیدا) ہو کر کاغذ کی سطح پر
 آئے ہیں یا کوئی اور چیز ہیں؟ جیتنگ یہ دنیا قائم ہے دہم و خیال کے چنگل سے رہائی پانا مشکل ہے البتہ
 جب اس عالم میں خلل آجاتا ہے و موت کی ابتدائی حالت پیش آجاتی ہے تو احتمال ہے کہ دہم و خیال
 کے چنگل سے نجات میسر آجائے جیسا کہ مولوی روم قدس سرہ فرماتے ہیں

من شدم عریا ز تن او از خیال می خرامم در نہایات اوصال

(میں بدن سے عاری ہو گیا اور وہ خیال دور ہو گیا اب) میں وصال کی انتہاؤں میں مجھ کو خرام ہوں

ہاں کابلیں میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو کہ اس عالم فانی میں خیال کی قید سے رہتی اور
 دہم کے جال سے نجات پالیتے ہیں اور مطلوب کو خیال سے تراشے بغیر آغوش میں لے لیتے ہیں جو کچھ
 دوسروں کے لئے کل (قیامت) پر وعدہ کیا گیا ہے ان بزرگوں کو آج (اس دنیا میں) حاصل ہے اور ایسے
 لوگ کم ہی ہیں

اگر این لحظہ ممکن کا ریشہ نیست ز سخت مقلباں این ہم عجب نیست

(اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہے (لیکن) اقبال مندوں کے نصیب سے یہی عجب نہیں ہے)

ہاں خطرہ کا قلب سے رفع ہونا ممکن بلکہ واقع ہے اس مقام میں خطرہ قلب سے ایک طرح پر منتقل ہو جانا
 ہے کہ اگر ایسے قلب والے کو ہزار سال کی عمر دیں تو اس نسیان کی وجہ سے جو کہ (اس کے) دل کو ماسوا
 سے حاصل ہو گیا ہے ہرگز کوئی خطرہ (اس کے) دل پر نہ آئے اور دنیا کی خوشی و رنج اس میں نہ سمائے،
 جانا چاہئے کہ قلئے قلب تجلی افعال کا نتیجہ ہے اور قلئے نفس تجلی صفات پر موقوف ہے اور اس فنا
 کا کمال تجلی ذات سے وابستہ ہے کیونکہ ہر مقام کا کمال اس مقام سے گذر جانے اور اوپر کے مقام تک
 پہنچ جانے سے مربوط ہے ان تجلیاتِ ثلاثہ (صفاتِ اعلیٰ و صفاتِ ثبوتیہ و شیون ذاتیہ) میں سے ہر ایک کے

جس قدر عمل میں اخلاص کے ساتھ کوشش کی جائے اسی قدر آخرت کے ثمرات و نتائج زیادہ ہونے کی توقع اور قرب کے درجات بیشتر ہونے کی امید کی جاتی ہے عمل کتب شرعیہ کے مطابق ہونا چاہئے اور اخلاص عمل کی حقیقت جو کہ حقیقی اسلام و اطمینانِ نفس پر موقوف ہے صوفیائے کرام کی صحبت کے ساتھ وابستہ ہے، اخلاص کے بغیر عمل بے روح کے جسم کی مانند ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائرین اتبع الہدی۔

مکتوب ۹۶

سید نور بکر کے نام معرفت پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۱۵۳

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ۔ جاب سیادت پناہ اس مسکین (کی جانب) سے سلام عاقبت انجام پڑھیں، جو مکتوب کتاب نے ازراہ محبت ارسال کیا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا چاہئے کہ اسی طریق پر اپنے ظاہر و باطن کے احوال لکھتے رہیں کہ یہ غائبانہ توجہ کا باعث ہے۔ میرے مخدوم بزرگ کا بہترین حصہ جو کہ جوانی کا زمانہ ہے گننا جا رہا ہے اور عمر کا سب سے زیادہ ناقص تر حصہ قریب آ رہا ہے افسوس ہے کہ اشرف چیز کو جو کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے عمر کے سب سے ناقص حصہ کے حوالہ کیلئے اور عمر کا اشرف حصہ سب سے ناقص چیز میں کہ ہوا وہ ہوس اور زینت دنیا ہے صرف ہو جائے کہ اوقات کو ذکر فکر کے ساتھ آباد رکھیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائرین اتبع الہدی۔

مکتوب ۹۷

مولانا جان محمد ورسکی کے نام ولایات سگاندہ کی تحقیق اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اور شرح مدہ اور عالمِ امر و عالمِ خلق کے لطائف کے کمالات اور بشر شخص کے نصیب کے تعین اور کمالاتِ نبوت کی تحقیق اور (کمالات) ولایت پر اس کی فضیلت کے بارے میں اور ازکار و تلاوتِ قرآن و نماز کے نتیجہ کے بیان اور اس مقام کے بیان میں کہ جس میں کمالات کا افاضہ محض فضل کے ساتھ ہے نہ کہ عمل کے ساتھ، اور اس مقام کے بیان میں جو کہ اس کے اوپر ہے تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، فضائل مآب برادر م مولانا محمد جان ورسکی جان ہیں کہ فناءِ نفس اور اس کا اطمینان کا سلام حقیقی جس کے ساتھ وابستہ ہے اگرچہ اس کی ابتداء ولایتِ صغریٰ

اور موت اور عدم ہونے کے ساتھ موافقت کر لی تو حق تعالیٰ نے اُس کو اس عزت کے ساتھ نوازا اور
 خلعتِ سلطنت کے ساتھ مشرف کر دیا **فَانظُرْ اِلَى اٰثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا**
 [پس تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد کس طرح زنده کرتا ہے]
 اس وقت اوصافِ ذمیرہ اخلاقِ سیتہ (برے اخلاق) کی بجائے اوصافِ حمیدہ و اخلاقِ حسنا اس کو عطا
 ہو جاتے ہیں کس سے نیکی کے سوا اور کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی اور وہ حق کی طرف بلا تلبہ ہے **فَاُولٰٓئِكَ
 يَبْدُلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا** [وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں
 بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے]۔

میرے مخدوم! یہ جو کچھ بیان ہوا انبیاء علیہم الصلوٰت والبرکات کی ولایت کے کمالات سے ہے
 اور جو معاملہ کمان بزرگوں کی نبوت سے تعلق رکھتا ہے وہ اس سے ماوراء ہے اور ان دونوں کمالات کے
 درمیان ایسی نسبت ہے جیسی کہ قطرہ کو دریائے محیط (سمندر) کے ساتھ ہے کیونکہ کمالاتِ ولایت اگرچہ
 وہ انبیاء علیہم الصلوٰت ہی کی ولایت ہو کمالاتِ نبوت کے مقابل کسی شمار میں نہیں ہیں، سب سے پہلے
 انبیاء کو دعوت دی گئی اور مقصود و خلاصہ تخلیق بھی ہی بزرگ ہیں، جو نعمت بھی آئی ہے انہی حضرات
 علیہم التسلیمات کے لئے آئی ہے، اولیاء اللہ ان کے طفلی اور ان کا پس خوردہ کھانے والے ہیں، اولیاء کے
 حق میں کمال یہ ہے کہ اپنے ایمان کو انبیاء (علیہم السلام) کے ساتھ دست کریں تاکہ کل کو قیامت کے روز
 نجات پا جائیں اور ان کے جنت کے سایہ میں جگہ حاصل کریں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَاتُنَا
 لِعِبَادِنَا الّٰلِہِ الرَّسُوْلِیْنَ اِنَّہُمْ لَہُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدًا لَّہُمْ مِّنَ الْغَالِبِیْنَ** (اور اللہ نے تحقیق ہمارے
 ان بندوں کے لئے جو کہ پیغمبروں میں پہلا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک وہی مدد کئے گئے ہیں اور بیشک
 ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے) پس ان کی افضلیتِ نبوت کے تعلق سے ہونی چاہئے اور نبوت کو ولایت سے
 افضل ہونا چاہئے اگرچہ ان بزرگوں ہی کی ولایت ہو، نبوت کے لئے ایک عروج ہے جو کہ حق تعالیٰ کی
 طرف رخ رکھتا ہے اور ایک نزول ہے کس کا رخ مخلوق کی جانب ہے، جیسا کہ ولایت کیلئے (بھی)
 ایک عروج اور ایک نزول ہے نہ یہ کہ ولایت روکتی ہے اور نبوت رو بخلق، جیسا کہ اکثر گمان کیا جاتا
 ہے بھائی! کمالاتِ نبوت سے بہت زیادہ حصہ عالمِ خلق کے لئے ہے، عالمِ امر نے کمالاتِ ولایت سے
 اپنا پورا حصہ حاصل کر لیا ہے اور فنا و بقاء کو پہنچ گیا ہے اب عالمِ خلق کی باری آئی ہے اور اس کی پستی
 اس کی بلندی کا سبب بن گئی ہے۔

خاک شو خاک تا بروید گل کہ بجز خاک نیست مظہر گل
 [باکل مٹی ہو جانا کہ پھول اگیں کیونکہ مٹی کے بغیر پھول پیدا نہیں ہوتا]

جاننا چاہئے کہ عالم خلق کی کامل طہارت اور اس کا اعتدال اس کمال کے ساتھ وابستہ ہے اگر چنانچہ لطائف میں سے بعض کو ولایت کبریٰ و ولایت علیا میں بھی طہارت حاصل ہو جاتی ہے لیکن مجموعی طور پر تمام لطائف کو اس عجیب مقام میں اعتدال حاصل ہوتا ہے اور اس کی عنقریب اس کی طینت سے آنا خیرِ مینہ (میں اس سے بہتروں) کی صدا نکلتی ہے اور خاکی عنصر جو کہ ذنات و خست کے ساتھ متصف ہے (دونوں) ان رذائل سے پاک ہو جاتے اور اعتدال پر آجاتے ہیں۔ میرے مخدوم! قرآن مجید کی تلاوت اور نمازوں (نوافل) کا ادا کرنا اس مقام میں ترقی بخشنے والا اور فائدہ مند ہے جیسا کہ دوسرے ازکار یعنی کلمہ طیبہ کا تکرار اور ذکر قلبی و مراقبہ سابقہ مقامات میں جو ولایت ثلاثہ (ولایات اولیا و انبیا و ملائکہ) سے تعلق رکھتے ہیں نفع دینے اور نتیجہ بخشنے والے ہیں، جب اس اعلیٰ مقام سے ترقی واقع ہوتی ہے تو اس مقام میں کمالات کا حاصل ہونا محض (اللہ تعالیٰ کے) فضل و احسان سے ہوتا ہے اس مقام میں نہ عمل کا کوئی اثر ہے نہ اعتقاد کا، عارف اس مقام میں اپنے آپ کو شریعت منورہ کے دائرہ سے باہر دیکھتا ہے لیکن چونکہ شریعت اصل و بنیاد ہے (اس لئے) اس سے بے نیازی تصور نہیں ہے کیونکہ اگر بنیاد میں خلل واقع ہو جائے تو اس کے درخت اور اس کی عمارت میں خلل اثر کرے گا اور جب معاملہ اس مقام سے بھی اوپر چلا جائے تو معاملہ فضل سے محبت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور کمالات کا حاصل ہونا محبت (کی راہ) سے ہوتا ہے، تفضل و احسان اور بات ہے اور عشق و محبت اور بات ہے،

قلم این جا رسید و سر بشکت [قلم اس جگہ پہنچا اور (اس کی) نوک ٹوٹ گئی]
 کوشش کریں کہ ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان (یقین) حاصل کریں اور ہمت اس بات پر صرف کریں کہ مخدوموں کے پس خمیدہ (اپنی) استعداد کے مطابق حصہ پائیں، والسلام علیکم وعلیٰ سائرین اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۹۸

حافظ محمد شریف لاہوری کے نام و عطا و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 اللہ تعالیٰ درجاتِ قرب میں بے اندازہ ترقیات نصیب فرمائے، گرامی نامہ نے پہنچ کر خوشوقت کیا اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور ضعف سے آرام ہے امید ہے کہ گلی طور پر آرام ہو جائیگا دل اکثر اوقات منتظر ہے۔ میرے مخدوم! مطیع و متقاد ہونا اور گردن جھکا دینا اور اپنے ارادہ سے پوری طرح رہائی حاصل کر لینا اور اس تعالیٰ شانہ کی مراد کے ساتھ قائم ہونا بندگی ہے، محبوب کے جو کچھ پیچھے

(وہ) محبوب و مرغوب ہے خواہ انعام ہو یا رنج و الم ہو، محب (اپنے) محبوب پر فدا ہے (محبوب کے) تمام افعال و کردار محب کی نظر میں حسین و عمدہ ہیں اور اس کی وفا و جفا لذت بخشے والی ہے جو تلخی کہ اس (محبوب) کی طرف سے پہنچتی ہے (محب) اس کو قند کی طرح چباتا ہے اور شیریں کام ہو جاتا ہے۔

مے تلخ ست جو رہ گلعدا راں کہ ہر چندش خوری باشد گواراں

[حسینوں کا ظلم تلخ شراب (کی مانند) ہے کہ تو اس کو جس قدر پئے پسندیدہ ہے]

حدیث شریف میں ہے کہ میں مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی قضا سے تعجب میں ہوں کہ اگر اس کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کا حمد و شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا اور اس پر صبر کرتا ہے، مومن کو ہر چیز پر اجر (اچھا بدلہ) دیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس لقمہ پر بھی (اجر دیا جاتا ہے) جس کو وہ اپنی عورت کے منہ کی طرف اٹھاتا ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۹

سید نور مجر کے نام نصاب اور یادداشت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ: سیارت پناہ کا مکتوب مرغوب پہنچ کر مست اقرار ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ اوقات ذکر سے معمور ہیں اور ذکر نفی و اثبات پچیس (بار) تک پہنچ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر جلالاً میں اور زیادہ کے طالب رہیں اور ذکر و مراقبہ پر اس قدر مداومت کریں کہ ذکر دل کا ملکہ ہو جائے اور حضور اس کی صفت لازمہ ہو جائے اس حد تک نفی کرنے سے نفی نہ ہو سکے اور یاد کر دینے کا کلف سے رہائی پا کر یادداشت کی صورت پیدا ہو جائے، اور یہ جو کہ ہے کہ یادداشت کی صورت پیدا ہو جائے یہ اس لئے ہے کہ یادداشت کی حقیقت مقامات ملوک کی تکمیل سے تعلق رکھتی ہے اور کام کے نہایت تک پہنچنے سے مربوط ہے اور اس صورت کو جو کہ اندراج النہایت فی البدایت کا مقام بھی ہے یادداشت کہا گیا ہے جو کہ یاد کر دینے بالمقابل ہے۔

دام ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال در دل ز تو آرزو در دیدہ خیال

[میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں دل کے اندر تیری آرزو اور آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں]

منت کی پیروی میں کوشش کرتے رہیں اور برعت اہل بدعت سے دور رہیں اور صالحین درویشوں اور پابند شرعوں کی صحبت کی طرف راغب رہیں اور جس جگہ خلاف شرع (امر) دیکھیں اس سے گریز کریں اور الگ ہو جائیں۔

قیامت کے روز کس منہ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں حاضر ہوگا اور کس جیلہ کے ساتھ عذر کی زبان کھولے گا، دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے، اس

ترسم کہ یاربامانا آشنا ماند تا دامن قیامت این غم بجا ماند
 [میں ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے حال سے نا آشنا ہی رہے (اور) یہ غم قیامت کے دامن تک ہمارے ساتھ رہے]
 نبی کریم اور آپ کی بزرگ آل علیہ وعلی آله الصلوٰت والتسلیمات والتحیات والبرکات کے طفیل ظاہری وباطنی نعمت ترقی پذیر ہے۔

مکتوبات

سیادت و نقابت پناہ میرزاخان کے نام ارسال کرد رسالہ کے مطالعہ پر غیب دینے کے بارے میں جو کہ اذکار و ادعیہ کے فضائل پر مشتمل ہے اور طریقہ آیت (سلوک) و طریقہ اجتناب (جذبہ) کے درمیان فرق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حد و صلوة و ارسال تحیات کے بعد سیادت و نقابت پناہ نجابت و معالی دستگاہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس نوح کے فقر کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی اور شریعت عالیہ و سنت منورہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰة والسلام کے طریقہ پر آپ کی استقامت اور آپ کے ظاہری و باطنی درہات کی ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے، نامہ نامی و مکتوب گرامی کے ورود سے مشرف ہوا، آپ سلامت رہیں۔ میرے کلم! جن دعاؤں اور اذکار کی فقیر نے رہنمائی کی تھی اس عنوان کے ساتھ نہیں تھے کہ اس طریقہ کی شرائط میں سے ہیں اور طریقہ کا سلوک ان کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ اس لئے ^{۱۵۹} تھے کہ آپ عالی نہ رہیں اور صحبت حاصل ہونے تک اوقات آباد رہیں غفلت میں نہ گزریں۔ اس فقیر نے اذکار و ادعیہ ماثورہ موقتہ و غیر موقتہ اور ان میں سے بعض کے فضائل کے بارے میں ایک رسالہ احادیث کی معتبر کتابوں سے لکھا ہے اس کی نقل بجوائی ہے آپ مطالعہ فرمائیں گے اور اس میں سے جس قدر کر سکیں عمل میں لائیں گے، رسالہ کافی بڑا ہے فارسی زبان میں بہت سے فوائد پر مشتمل ہے اگر تمام رسالہ کو مطالعہ فرمائیں تو بہت بہتر ہوگا قرب کے سراپدوں کے اسرار کا ایک خزانہ ہے بارگاہ قدس کی کی منازل تک پہنچانے والا ایک سمندر ہے، کوئی غوطہ خور چاہے جو کہ اس کی گہرائی سے جو اہرِ نفیہ نکالے اور کوئی تیراک چاہے جو کہ اس میں تیر کر مطلوب کے شہر تک پہنچ جائے۔

اور آپ نے تشریح فرمایا تھا کہ اگرچہ اس کام کا مدار صحبت پر ہے لیکن اس سلسلہ عالیہ میں غائبانہ بھی افادہ و استفادہ کا سلسلہ جاری رہا ہے جیسا کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) اور حضرت خواجہ جیو قدسنا اللہ سبحانہ باسرار ہما کے درمیان ارادت درست کرنے کے بعد افادہ و استفادہ کا طریقہ مراسلت (خط و کتابت) کے ذریعہ رہا اور وہی تحریریں ان کے سلوک کا باعث ہوتی تھیں۔ میرے مشفق! ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے لئے مقاماتِ ولایت کے سلوک اور منازلِ قرب کے وصول کے بارے میں جو کچھ درکار تھا وہ سب خواجہ جیو کی خدمت میں رہتے ہوئے حاصل ہو گیا تھا اور کمال و تکمیل کے مراتب کا حصول ان کی صحبت پر نور میں میسر ہو گیا تھا جیسا کہ یہ بات ان حضرت عالی (قدس سرہ) کے طریقِ قدیم کے بیان والے مکتوب سے واضح و روشن ہے، القصہ حاصل مطلب یہ ہے کہ سلوک پورا ہونے کے بعد جب گھر جانے کی اجازت فرمائی تو آپس میں خط و کتابت کا سلسلہ قائم ہوا تھا اور سوال و جواب ہوتے تھے کہ اس ضمن میں افادہ و استفادہ بھی پیش آتا ہوگا (جو بحث سے خارج ہے کیونکہ یہ سلسلہ) کمال اور مراتبِ سلوک حاصل ہونے کے بعد ہے لیکن کمال حاصل ہونے اور سلوک کی منزلیں طے کرنے کے لئے صحبت لازمی ہے ان دونوں بزرگوں کے درمیان طرفین سے یہ افادہ و استفادہ مراتبِ کمال کے حصول کے بعد رہا ہے جیسا کہ ان حضرات کے مکتوبات سے واضح ہے، اس کے باوجود ہمارے حضرت عالی محبوبیت کی نسبت رکھتے تھے اگر وہ صحبت کے بغیر غائبانہ طور پر بکئی فیوض و برکات اخذ کریں تو گنجائش ہے، محبوبوں کا معاملہ جدا ہے ان کو اجتناب (جذبہ) کی راہ سے لیجاتے ہیں اور کشاں کشاں منزل پر پہنچاتے ہیں، ع

گر نہ آید خوشی موی کشاں آرزو (اگر وہ خوشی سے نہیں آتا تو اس کو بال کھینچ کر لاتے ہیں)

اگر ظاہر میں پیر کا واسطہ نہ بھی ہوتا تب بھی ان کو لیجاتے ہیں اور راستہ میں نہیں چھوڑتے، مریدین انابت (توبہ و سلوک) کے راستہ سے جاتے ہیں اور وہ ظاہر میں پیر کی صحبت کے محتاج ہیں، خود جانے اور لیجانے میں بہت فرق ہے اور حضرت عالی (قدس سرہ) کی نسبت محبوبیت حضرت خواجہ جیو (باقی باشد قدس سرہ) کے حضور میں تسلیم پا چکی تھی، حضرت خواجہ حضرت عالی کے بارے میں یہ اشعار پڑھتے تھے

عشق معشوقاں نہاں ست و ستیر عشق عاشق باد و صد طبل و نغیر

لیک عشق عاشقاں تن زہ کند عشق معشوقاں خوش و فرہ کند

(معشوقوں کا عشق کرنا خفیہ و پوشیدہ ہے اور عاشق کا عشق کرنا دوسو ڈھول اور نغیروں کے ساتھ ہے)

سے حضرت خواجہ جیو (باقی باشد قدس سرہ)

لیکن عاشقوں کا عشق بدن لوگمان (کی لڑکھو ڈیرھا) کر دیتا ہے (اور معشوقوں کا عشق خوش اور موٹا کرتا ہے)۔ اور یہ جو کچھ اس فقیر نے صحبت کی ترغیب پر لکھا ہے (یہ) اثابت (سلوک) کے راستہ میں ہے کہ مرید کا راستہ یہی ہے اسی لئے لکھا ہے کہ ترقی غالب طور پر اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ اے میرے بلجا و متفق و سلوات آثار! برادرم ملا عبدالخالق کو مستقبل قریب میں وطن روانہ کر دیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ، آپ طرفین کے استخارہ کی موافقت کے بعد مشارالہ کے ساتھ مجلس رکھیں اور وہ جس چیز کی طرف رہنمائی کریں آپ اس پر عمل کریں، زبانی اوراد و اذکار ان کے مشورہ سے کریں، ہمارے طریقہ میں اوقات ذکر اور باطنی شغل میں جو کہ طریقہ کے استاد (پیر) سے اخذ کیا ہے مشغول رکھتے ہیں اور فرض و سنت کے علاوہ اجازت نہیں دیتے کہ اس شغل کے ماسوا کسی دوسری چیز میں مشغول ہو، اُس ہریان (آپ) کی غیابت کریمانہ سے یہ امید کی جاتی ہے کہ اس ناکارہ کو سلامتی خاتمہ کی دعا سے یاد کرتے رہیں گے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الهدی والتزم متابعتہ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الذالصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ،

مکتوبات

مخدوم زادہ عالی منقبت شیخ ابوالقاسم کے نام بعض اُن احوال و اذواق کے جواب میں جو کہ حقیقت کعبہ ربانی سے تعلق رکھتے تھے اور اُن دو شہادت کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہے تھے۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، فرزند ابوالقاسم نے لکھا تھا کہ میں ان دنوں میں اپنے آپ کو محض تورپانا ہوں اور وہ تو اس قسم کی چمک و روشنی رکھتا ہے کہ باطن کی آنکھ اس کے مشاہدہ سے خیرہ ہو جاتی ہے دیکھ نہیں سکتی جیسا کہ ظاہری آنکھ آفتاب کے دیکھنے سے خیرہ ہو جاتی ہے اور اسی نور کو مخلوقات کا سجد سمجھتا ہے۔ اُس فرزند (آپ) کو معلوم ہو کہ یہ دیدن کا آثار میں ہے جو کہ کامل فناء پر مرتب ہوتی ہے، آیت کریمہ **أَوْ مَن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ خَيْرًا مِّنْ نُّورٍ أَتَمَّ نَبِيٍّ** (التائین) [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا تو ہم نے اس کو زندگی دی اور اس کے لئے ہم نے تورپانا جس کے ساتھ ^{۱۳} وہ لوگوں میں چلتا ہے] میں اس کی طرف ایک اشارہ ہے اور یہ بات کہ آپ اس نور کو سجد الیہ جلتے ہیں اتم کے معنی کے ساتھ مشتبہ ہو جانے کی قسم سے ہے کیونکہ بقا اتم کے ساتھ ہوتی ہے اور (یہ) اصالت و ظہرت کے

تعلق سے اصول کے ساتھ متحقق ہونا ہے اور مجرد الیہ مسمیٰ ہے اور ایک مرتبہ ہے کہ وہاں سے اصل (بھی) ^{۱۶} ظل کی طرح راستہ میں ہے لیکن چونکہ اسم مسمیٰ کا آئینہ ہے اور شہود کے وقت میں آئینہ پوشیدہ ہے اور ظاہر وہی (مسمیٰ) ہے جو کہ آئینہ میں ہے (اس لئے سالک) اسم کے ساتھ متحقق ہونے کو ذات و مسمیٰ کے ساتھ متحقق ہونا سمجھتا ہے اور اسی اشتباہ اور آئینہ کے پوشیدہ ہو جانے کی وجہ سے صوفیہ کی ایک بہت بڑی جماعت نے صفت کو عین ذات کہا ہے اور زیادتی کو علم کی طرف لوٹایا ہے اور حق یہ ہے کہ صفات خارج ہیں جو دنیا کے ساتھ موجود ہیں جیسا کہ اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیم [اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے] کا مذہب ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے علیحدہ کاغذ پر جو یہ لکھا ہے کہ "میں حیرت میں تھا کہ اس دید کا منشا (باعث) کیلئے، آواز دی گئی کہ اس دید کا سبب یہ ہے کہ چونکہ تجھ کو حقیقت کعبہ کے ساتھ جو کہ نور صفا اور مخلوقات کا مجرد الیہ ہے فنا و بقا حاصل ہو گئی ہے یہی وجہ ہے کہ تو اپنے آپ کو اس کا عین پاتا ہے اور اس کی صفت کے ساتھ متصف سمجھتا ہے" واضح ہوا۔ جاننا چاہئے کہ یہ معاملہ اور یہ دید شہود سے تعلق رکھتی ہے لیکن اس شہود پر بہت سے آثار مرتب ہوتے ہیں اور اس حقیقت کے ساتھ متحقق ہونا بہت اعلیٰ بات ہے، اس تعالیٰ شائے کے کرم سے بعید نہیں ہے کہ کسی نامراد کو اس مراد تک پہنچا دے اور اس دید کے ساتھ مشرف فرما دے،

می توانی کہ در ہی اشک مرا حسن قبول لے کہ در ساختہ قطرہ بارانی را

(اے وہ ذات کہ تو نے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا تو میرے آنسوؤں کو شرف قبولیت بخش سکتا ہے) آپ نے لکھا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) نے مکتوبات جلد ثالث کے ایک مکتوب میں تحقیق فرمائی ہے کہ جب عارف کا معاملہ ذات بحت سے پڑتا ہے (تو) رویت کا تخیل سر کی آنکھ یا قلب کی آنکھ سے نہیں ہوتا ہے انتہی، پس اس صورت میں چاہے کنذات تک وصول کا علم بھی نہ ہو کیونکہ علم کا طریقہ ان دو امر سے باہر نہیں ہوگا۔ جواب: علم کے طریقہ کا آنکھ کی رویت یا دل کی رویت میں منحصر ہونا غیر مسلم ہے (بلکہ) جائز ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کسی شخص کو اس کیفیت وصول پر مشرف کر دے اور اس وصول کا ضروری علم اس میں پیدا کر دے اور کوئی رویت درمیان میں نہ آئے، بہت سے علوم بدیہی طور پر ہمارے اندر پیدا ہوتے ہیں مثلاً بھوک، پیاس، حرارت، برودت (ٹھنڈک) اور صحت و بیماری کا علم اور ان کی رویت قطعاً نہیں پائی جاتی جو نابینا شخص کہ مکہ کے سفر پر جائے اور مکہ میں پہنچ جائے اس کو مکہ کا وصول حاصل ہے اور رویت حاصل نہیں ہے، بیشک رویت علم کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے لیکن (ای پر)

نہ فارسی نسخوں میں یہ عبارت درج ہے شاید یہ لفظ بہ بدایت ہو۔ (مترجم)

اخصار نہیں ہے علم کے اسباب رویت کے علاوہ (بھی) ہیں جیسا کہ علم کلام کی کتابوں میں واضح کیا گیا ہے۔
 آپ نے لکھا تھا کہ "حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ بسرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حقیقت صلوة سے
 اور مرتبہ ذات بحت ہے قدم کی وہاں گنجائش نہیں ہے لیکن اللہ سبحانہ کی حمد و ثنا ہے کہ نظر کو اس جگہ سے
 منع نہیں کیا گیا ہے اور استعداد کے مطابق گنجائش دی گئی ہے" اس تحریر اور سابقہ تحقیق کے درمیان مطابقت
 کی کیا صورت ہے۔ جان لیں کہ اس مقام میں نظر کا اطلاق تمثیل و تشبیہ و تمطیر کے طور پر ہے حقیقت کے
 طور پر نہیں ہے جیسا کہ اسی جلد کے ایک مکتوب میں انھوں (حضرت عالی قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ "یہ جو اوپر
 مذکور ہوا کہ نظری وصول اصالت کے طور پر حضرت خلیل (علیہ السلام) کا حصہ ہے اور قدمی وصول اسالت
 کے طور پر حضرت حبیب علیہا الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اس معنی میں نہیں ہے کہ وہاں شہود و مشاہدہ ہے
 اور یا قدم کی گنجائش ہے وہاں بال کی بھی گنجائش نہیں ہے قدم تو کیا ہوگا بلکہ ایسا وصول ہے جس کی
 کیفیت معلوم نہیں ہے اگر صورت مثالیہ میں نظر کے اندر منقش ہو گیا تو اس کو وصول نظری کہتے ہیں اور
 اگر قدم کے ساتھ ظاہر ہوا تو وصول قدمی ہے ورنہ نظر و قدم اس بارگاہ سے دونوں بخود و حیران ہیں، والسلام
 علی من اتبع الهدی"

مکتوب ۱۰۳

سیادت پناہ میرمفاخر حسین کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ انفس آفاق کی طرح مطلوب کو
 پانے سے محروم ہے انفس سے بھی گذر جانا چاہئے تاکہ وصل کے گلستاؤں سے کوئی پھول چن سکے۔
 حمد و صلوة و ارسال تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ جو مکتوب سیادت پناہ میرمفاخر حسین نے
 اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، جدائی کی روداد اور اشتیاق کی بات جس کی آپ نے
 اطلاع دی تھی واضح ہوئی، اللہ تعالیٰ اس شوق کے شعلہ کو مشتعل کرے تاکہ آفاق و انفس کی قید سے
 کلی طور پر رہا کر دے اور تنہائے مقصد تک پہنچا دے، مطلوب چونکہ آفاق و انفس سے ماورا ہر دو اسلئے
 اس کے طالب کو بھی چاہئے کہ آفاق و انفس سے گذر جائے اور اپنے حصولی و حضوری علم سے باہر ہو جائے
 اس معنی میں نہیں کہ اپنے آپ کو حق تعالیٰ پائے کیونکہ یہ معاملہ (کیفیت) انفس کے ساتھ وابستہ ہے
 اور علم حضوری ابھی اپنی جگہ ہے لیکن اُس نے اس کو حقانیت کے عنوان کے ساتھ جانا ہے انفس کو راستہ
 میں چھوڑ دینا اور علم حضوری (اپنی ذات کا علم) سے باہر ہو جانا عقل و خیال و فکر کی سوچ میں دست
 نہیں آنا اور مدبرک (ادراک کرنے والے) پر مدبرک (جس کا ادراک کیا جائے یعنی ادراک کرنے والے کی اپنی ذات)

کا عدم حضور مجال معلوم ہوتا ہے اسی لئے صوفیائے کرام نے مطلوب کے حصول کو نفس میں منحصر جانا اور
اولیٰ اس کی سیر کو قرب در قرب فرمایا ہے اور نفس سے ماورایات نہیں کی ہے، انہوں نے کہا ہے
چوں جلوہ آں جمال پیروں ز تو نیست پاد و بان و سرنجیب اندر کش

[چونکہ اس جمال کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے (اس لئے) تو پاؤں دامن میں اور سر گریبان کے اندر کھینچ لے]

اور شہود آفاق کا اعتبار نہیں کیا اور اس کی سیر کو متعدد بعد کہا ہے اور نفس سے باہر کو آفاق میں شمار کیا ہے
بیشک نفس سے باہر بعد کی جانب میں آفاق کے دائرے میں ہے لیکن دوسرا (یعنی اقرابت کا) معاملہ نفس
سے باہر قرب کی جانب میں ہے اور آیت کریمہ **فَحَسْبُ اقْرَبُ اليٰ** [ہم اس کے زیادہ قریب ہیں] میں اس کی طرف
اشارہ ہے کہ نفس اس معاملہ (اقرابت) کی بہ نسبت بعد میں آفاق کا حکم رکھتا ہے، یافت (پانے) کی حقیقت

اس مقام میں ہے نفس میں یافت کی صورت اور اس کا نمونہ ہے لیکن اس کا تصور کرنے میں عقل حیران ہے
اور وہم و خیال اس کے تصور میں پریشان ہے اپنے سے زیادہ نزدیک کو نہیں پاسکتے اور قریب ہے کہ اس کے

مجال ہونے کا حکم لگائیں، آفاق و نفس و ہم کی جولانگاہ میں مشکل ہے کہ اس مقام کا مشہود وہم کی تلاش
تلاش سے نجات پلے اور اس معاملہ میں وہم کے پروبال شکستہ ہیں اور خیال راستہ میں رہ جاتا ہے، بیشک
جنگ عقل کی سواری سے نیچے نہ اترے اور وہم و خیال کا ساتھ نہ چھوڑے اور مجال بخونے کے دامن بومضو

سے نہ پلے مطلوب کی خوشبو نہیں پلے گا اور وصل کے گلستانوں سے کوئی پھول نہیں چٹے گا۔

آپ نے توجہی درخواست کی تھی، چونکہ باطنی رابطہ اور محبت کا رشتہ مضبوط ہے مشیت ایزدی کے
حصول فیض کا ناتہ کھلا ہوا ہے خاص طور پر جبکہ تو جس اس کے علاوہ ہوتو نور علی نور ہوگی، وار نام
اولا و آخراً، دوستوں سے دعا کی امید ہے۔

مکتوبہ

سیادت پناہ میرزا خان کے نام اذکار و اوردوا و اخذ طریقہ پر رغبت دلانے اور صحت کی
شرائط کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفى، میرے ملجا و مشفق! برادرِ مولانا عبدالحق کے
پہنچے اور باسم صحت بسر آنے تک آپ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ذکر میں بہت زیادہ مشغول رہیں اور
کوشش کریں کہ حضور کے ساتھ کہا جائے کم از کم اس قدر حضور ہو جائے کہ بتے والا (دیہ) جانے کہ میری

زبان سے کیا نکل رہا ہے ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جس قدر ہو سکے کہیں۔ اور جو رسالہ بھیجا گیا ہے اگر ہو سکے تو اس کو اول سے آخر تک مطالعہ فرمائیں اور اس کے مواعظ و نصائح کو اچھی طرح غور کریں اور جس قدر بھی ہو سکے اور ہمت ساتھ دے عمل میں لائیں **علاحدہ کل لا یتروک کلہ** [جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اس کا بالکل ترک نہیں کر دینا چاہئے] اوقات معینہ کے اذکار پر سُرُخ نقطے لگا دیئے گئے ہیں اگر ہو سکے تو ان کو عمل میں لائیں اور اگر اس سے بھی زیادہ اختیار کریں تو آپ مختار ہیں، اوقات معینہ کے ان اذکار کے فضائل اختصار کے پیش نظر اس رسالہ میں ذکر نہیں کئے گئے ہیں، دوسرا رسالہ کہ جس میں اذکار اوقات معینہ وغیر معینہ کے فضائل مذکور ہیں اگر مل گیا تو اس کی نقل بھی بھیج دیں گے، اوقات غیر معینہ کے اذکار کے فضائل اس رسالہ میں مذکور ہیں، مطالعہ کے بعد ان میں سے جس قدر ہو سکے عمل میں لائیں آپ کو اختیار ہے، جب برادرم مشارالہ (مولانا عبدالخالق) پہنچ جائیں تو ان کے ساتھ مجلس رکھیں اور وہ جو مشغل باطن بتائیں فقیر کی زبان ہی سے تصور فرمائیں اور ان کی پرتاثر صحبت و توجہ کو موثر و غنیمت جانیں اور صحبت کی شرائط کو اچھی طرح ملحوظ رکھیں اور طریقہ حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصہ زبانی و طائف بند کر دیں اس کے بعد برادرم (مذکور) کے مشورہ سے تھوڑا تھوڑا پھر عمل میں لائیں چند روزہ زندگی بہت قیمتی ہے چاہئے کہ اہم کاموں میں صرف ہو اور طالب ہونے کے لوازم کو بجالائیں تاکہ مطلب کی طرف کوئی راستہ کھل جائے۔

مصلحت دیدن آست کہ یا راں بہ کار بگذارند و سر طرہ یارے گیرند
[میں مصلحت اس بات میں دیکھتا ہوں کہ یار دوست سب کام چھوڑ دیں اور ایک دوست کی زلف کے خیال میں لگ جائیں]
والسلام

مکتوب ۱۰۵

صوفی محمد زاہد جدید و امین قدیم کے نام اُس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے واجباً تعالیٰ کی صفات کی عینیت وغیرت پر کیا تھا اور یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے کس کو اختیار لیا کہ حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد یہ فقیر عرض کرتا ہے کہ آپ نے جو مکتوب مرغوب ان دنوں میں بھیجا تھا اس نے پہنچ کر مسرور کیا، آپ نے باطنی حلاوت و جمعیت و درستی احوال اور روشن واقعات کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا، حق جل و علا کا شکر بجالائیں، **لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ** (اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا) ہمت کو بلند رکھیں اور جو کچھ حاصل ہو جائے اس پر قناعت کریں۔
آپ نے لکھا تھا کہ جو کچھ عزات کے ماسوا ہے وہ نفی کے سخت میں متقی ہو جاتا ہے اور ذات میں

تصور ممنوع ہے اس تعالیٰ شانہ کی صفات یعنی علم و قدرت وغیرہا کو عین ذات واجب جانے یا ذات سے خارج جانے، اگر عین ذات ہوں تو مرکب ہونا لازم آتا ہے اور اگر خارج ذات ہوں تو ذات کا محتاج ہونا لازم آتا ہے اور وہ عزیر ہائے ان دونوں سے مبرا ہے "میرے مخدوم! صوفیائے کرام یعنی شیخ محی الدین ابن عربیؒ اور ان کے تبعین صفات کو عین ذات کہتے ہیں اس معنی میں نہیں کہ دو چیزیں ہیں جو کہ آپس میں مرکب ہیں کہ اس میں مرکب ہونا لازم آئے بلکہ اس معنی میں ہیں کہ خارج میں موجود ذات تعالیٰ ہے اور صفات کا وجود ذات سبحانہ کے وجود پر تیار نہیں ہے اور جو کچھ صفات پر مرتب ہے وہ ذات پر مرتب ہے اور ذات عزیر ہائے جانے دیکھنے اور سننے وغیرہ میں کافی ہے یعنی وہ اپنی ذات کے ساتھ جاننے والا اور اپنی ذات کے ساتھ دیکھنے والا، ارادہ کرنے والا، قدرت رکھنے والا، زندہ کرنے والا اور کلام کرنے والا ہے، نہ کہ صفات کے ساتھ اور اس تحقیق پر مرکب ہونا ہرگز لازم نہیں آتا اور اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ صفات عین ذات نہیں ہیں بلکہ ذات تعالیٰ کے وجود پر وجود پانہ کے ساتھ موجود ہیں اور اس مذہب پر احتیاج کا شبہ وارد ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی دوسرے کا محتاج ہونا (اللہ تعالیٰ کے حق میں) ناقابل تسلیم ہے اور صفات غیر ذات نہیں ہیں جیسا کہ عین ذات تعالیٰ (بھی) نہیں ہیں کیونکہ ان کا ذات سے جدا ہونا محال ہے، اور حضرت عالی (قدس سرہ) نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ حق جل و علا کی صفات اس سبحانہ کی ذات پر تیار ہیں اس کے باوجود صفات کے لئے ایک مرتبہ ہے کہ اس مرتبہ میں جو کچھ صفات پر مرتب ہے ذات پر بھی مرتب ہے، اس مرتبہ میں صفات ذات تعالیٰ میں محض اعتبارات ہیں اور وہ (حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ) ان اعتبارات ذاتیہ کو شیون ذاتیہ فرماتے ہیں اور یہ شیون صفات کے اصول ہیں اس بات کو مان لینے کی صورت میں صفات کا اثبات بھی ہو جاتا ہے اور احتیاج کا شبہ بھی بالکل مٹ جاتا ہے، اور صوفیہ کے مذہب پر صفات کی نفی لازم آتی ہے اور علماء کے مذہب پر احتیاج کا شبہ پوری طرح زائل نہیں ہوتا کیونکہ صفات سے غیرت کی نفی اصطلاحی معنی میں ہو جاتی ہے جو کہ جھڑ ہونے کا جواز ہوگی نہ مطلق غیرت، اگر کہیں کہ جب صفات پر جو کچھ مرتب ہے ذات پر بھی مرتب ہے اور صفات کے آثار مرتب ہونے میں ذات کافی ہے تو پھر ہم صفات تیارہ کا اثبات کیوں کریں اور بلا ضرورت ذات قدیم کے تعدد کے قائل کیوں ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں عمدہ چیز کشف والہام ہے جو کہ وحی خفی ہے اور اہل اشراق کے ساتھ ممتاز ہیں، (یہ کشف والہام) وحی واجتہاد سے ماوراء ہے اور حدیث انقواء فراسٹا لمؤمن فانه یبصر بنور اللہ [تم مومن کی فراست سے ڈرو پس بیشک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے] میں اس کی طرف اشارہ ہے، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ صفات کے اثبات سے چارہ نہیں ہے تاکہ اہل سنت و جماعت کی مخالفت نہ ہو، انھوں (اہل سنت و جماعت) نے

کہا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے آپ کو قادر و علیم فرمایا ہے اور شوق کو شے مقتضی پر معمول کرنا اس شے کے اشتقاق کے ماخذ کا ثبوت ہے پس علم و قدرت کے ثبوت سے چارہ نہیں ہوگا اگرچہ یہ دلیل اعتراض و خالی نہیں لیکن ان کا مرتب اس دلیل پر مبنی نہیں ہے (بلکہ) مشکوٰۃ نبوت علیٰ اربابہا الصلوات والنسیبات و البرکات کے انوار سے لیا گیا ہے اور کمالات ذاتیہ کا اثبات بھی جو کہ شیون ذاتیہ میں ناگزیر ہے تاکہ مرتبہ ذات اقدس کا ان کمالات سے خالی ہو بالآخر نہ آئے اور اصیلاج کی بوسے پاک ہو۔ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ علم جو کہ زائد صفت ہے اس کا متعلق ما سوائے ذات تعالیٰ ہے پس وہ ذات سبحانہ کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ جس چیز نے زیادتی کا نام پیدا کیا ہے وہ اس مقدس مرتبہ کے لائق نہیں ہے اور اس بارگاہ عالی سے متعلق نہیں ہو سکتی اور جو علم کہ ذات مقدس و مبارک کا کمال ہے وہ اس علم سے بہت برتر ہے جو کہ ما سوائے متعلق ہے اور کوئی مناسبت عالم کے ساتھ نہیں رکھتا افسوس دراقیب جبکہ ذات واجب کا علم جو کہ قدم کے ساتھ موصوف ہے مرتبہ ذات کے لائق نہیں ہوتا اور اس بارگاہ قدس سے متعلق نہیں ہو سکتا تو ممکن کا علم جو کہ حدوث کے داغ سے داغدار ہے کس طرح اس مرتبہ مقدس سے متعلق ہوگا اور کونسی مناسبت رکھتا ہوگا اور چل و پائس کے سوا کیا نصیب ہوگا کسی نے خوب انداز سے کوغباری ناقہ لیلیٰ کہ مجتوں سا لہا چشم برہ داشت گردے از بیاباں بر نہ خاست

[لیلیٰ کی اونٹنی کا غبار کہاں ہے کیونکہ مجنوں کسی سال تک چشم براہ رہا (لیکن) صحرا سے کوئی گرد نہیں اٹھی] مگر یہ کہ بندہ پروردی کے طریق پر فائز کامل کے بعد علم کے ساتھ متحقق ہونے کے باعث انشاء ذاتی کے ساتھ بقا حاصل ہو جائے اور (سالک کو) طلال اور اصل کے مراتب طے کرادیے جائیں اور وہ اس وقت اس انکشاف کی طرح اس مرتبہ عالیہ کے ساتھ بے کیف تعلق پیدا کر لے اور اس جگہ پہنچ جائے۔ اس وہاں سے پیچھے رہ جائے۔

مکتوبات

مولانا بخوردار کاہلی کے نام واقعہ کی تعریف اور غائبانہ طریقہ طلب کرنے کی درخواست اور ضروری نصیحتوں کے بارے میں اور اس بات کے حل میں کہ بیش قیمت لباس پہننا سالک کے شغل کا مانع ہے یا نہیں اور باوجودیکہ خصیصہ (ایک عمدہ قسم کا لباس) کو انبجانیہ (ایک قسم کا معمولی لباس) سے بدلنے کی حدیث اور چپل کا تسمہ بدلنے کی حدیث سے اس (عمدہ لباس) کا منع ہوا مفہوم

ہوتا ہے اور اس بیان میں کنگالوں اور بدعتوں کے گھر سے کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں اور اس بیان میں کہ اس طریقہ میں پیری و مریدی کرنا بدعت ہے یا نہیں۔

الحمد لله العلی الاعلیٰ وسلام علی عباده الذین اصطفے خصوصاً علی سید الوسی صاحب قلب قوسین اودنی ذلی الہ وصحب البررة التقی نجوم الهدی افا بعد، آپ نے جو کتب مرغوب اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے موصول ہونے سے مشرف و شادماں ہوا، آپ نے مطلب اعلیٰ کی طلب اور مقصد اقصیٰ کے شوق کا جو اظہار کیا تھا وہ نیک و مبارک ہے اللہ تعالیٰ طلب کی آگ کو بھڑکائے اور شوق کے شعلہ کو بلند کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی دلا دے اور قرب و معرفت کے سراپدے تک پہنچائے اندر قریب مجیب [میشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے] آپ نے جو واقعہ دیکھا اور لکھا تھا واضح ہوا، روشن ہے اور باطنی مناسبت کا پتہ اور فیض کے پہنچنے کی خبر دینے والا ہے آپ نے ذکر کی استدعا کی تھی تاکہ ملاقات حاصل ہوتے تک اس میں مشغول رہیں۔ میرے مخدوم ہمارے طریقہ کا مدار صحبت پر ہے بہر حال ملاقات حاصل ہونے تک کلمہ طیبہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کے تکرار میں مشغول رہیں اور اس ذکر کو جقدر بھی کہہ سکیں دل کی موافقت کے ساتھ کہیں اگر خلوت میں کہا جائے تو بہتر ہے، یہ کلمہ مبارک باطن کو پاک کرنے میں بہت بڑی تاثیر رکھتا ہے اس کا ایک جزو حق جل و علا کے ماسوی کی نفی کرتا ہے اور دوسرا جزو معبود حقیقی کا اثبات کرتا ہے جو کہ سیر و سلوک کا عامل ہے، حدیث شریف میں آیا ہے **افضل الذکر الا لا اللہ** [سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے]، گوشہ نشینی کی طرف رغبت رکھیں اور عبادت پر حریص رہیں اور نبی کریم علی آل الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو مضبوطی سے پکڑیں اور بدعت سے بچتے رہیں اور خلاف شرع امور سے دور رہیں، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ اعمال خیر تو اچھا اور بُرا (بہر شخص) کرتا ہے اور گناہوں سے صرف صدیق (بہت سچا آدمی) بچتا ہے اور اس مسکین کو خاتمہ کی سلامتی کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "باس میں تکلف کرنا اگرچہ حلال طریقہ سے ہو سالک کے شغل کا مانع ہوتا ہے یا نہیں اور خمیصہ (ایک قسم کا قیمتی کپڑا) کو انجاناب (ایک قسم کا معمولی کپڑا) کے ساتھ بدلنے کی حدیث اور چیل کا تسمہ بدلنے کی حدیث اس کے مانع ہونے پر صراحتاً دلالت کرتی ہے کیونکہ جب (ماسوی اللہ) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلی عدم تعلق کے باوجود آپ کی توجہ کا مانع ہو تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیر کے حق میں کیسے (جائز) ہوگا؟ آپ جان لیں کہ جو سالک اکمل فائے ساتھ مشرف ہو چکا ہے اور ماسوا کو کلی طور پر ٹھلا چکا ہے، ظاہر میں مشغول ہونا اور قیمتی لباس پہننا اس کے حق میں باطن کے شغل کا

مانع نہیں ہے کیونکہ باطن اس وقت میں ظاہر سے منقطع ہو چکا ہے اور اس (ظاہر) کا غافل و مشغول ہونا اس (باطن) میں اثر نہیں کرتا اور نیند و بیداری باطن کے حضور و آگاہی میں یکساں ہو جاتی ہے اس وقت دل کو ماسوا سے اس قسم کا نسیان ہو جاتا ہے کہ اگر کسی سال تک ماسوا کو یاد کرے تو اس استغراق و فنایت کے واسطے سے جو کہ اس نے مطلوب میں پیدا کر لی ہے اس کو یاد نہ آئے اور دل میں اس (ماسوا) کا خیال نہ گزرے ہاں جس سالک نے کہ اس کے حضور و درام کاملہ حاصل نہیں کیا ہے اگر اس کے حق میں شغل (حضور قلب) کا مانع ہو تو گنجائش رکھتا ہے کیونکہ اس کا ظاہر باطن کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ایک کی غفلت دوسرے میں ہر ایت کرتی ہے، قیمتی لباس کو مطلق طور پر شغل کا مانع کس طرح کہا جاسکتا ہے اور حالانکہ اکابر دین اور سلف صالحین مثل ائمہ اہل بیت و امام ابوحنیفہ و شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہم (رضی اللہ عنہم) نے قیمتی لباس پہتا ہے اور سر وید کائنات فخر موجودات علیہ علی آداب الصلوات و التسلیات سے بھی منقول ہے، خزائن الروایۃ و مطالب المؤمنین میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ کسی بزرگ سے دنیا کی زریت و نخل کے بارے میں پوچھا گیا انہوں نے کہا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ کے اوپر ایک چادر تھی جس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی اور اکثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے (اللہ) آپ کے اوپر چار ہزار درہم قیمت کی چادر ہوتی تھی اور ایک روز آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے اوپر ایک قیمتی چادر تھی پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو کوئی نعمت دیتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس بندہ پر اس کی نعمت کے آثار دیکھے جائیں اور (امام) ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ) ایسی چادر اوڑھے تھے جس کی قیمت چار سو دینار ہوتی تھی اور (امام) ابوحنیفہ اپنے شاگردوں سے فرماتے تھے کہ جب تم اپنے وطنوں کو واپس جاؤ تو تم پر لازم ہے کہ نفیس لباس پہنا کرو اور تم پر حقیر لباس سے پرہیز کرنا ضروری ہے ورنہ لوگ تمہاری طرف (غریب سمجھ کر) ترس کی نظر سے دیکھیں گے پس وہ (امام ابوحنیفہ) اپنے زید نقوی کے باوجود ان (شاگردوں) کو اس بات کی وصیت کرتے تھے۔ ابن حجر علی نے رسالہ مناقب امام ابوحنیفہ میں لباس کی فصل میں بیان کیا ہے کہ نصر نے کہا (امام) ابوحنیفہ نے جب ایک دفعہ سوار ہونے (سفر) کا ارادہ کیا تو مجھ سے فرمایا کہ تو اپنی چادر مجھے دیدے اور میری چادر لے لے پس میں نے ایسا کیا پھر جب وہ واپس آئے تو مجھ سے فرمایا کہ تو نے اپنی موٹی چادر کے ساتھ مجھ کو شہ متدہ کیا اور اذلالہ (وہ چادر) پانچ دینار کی تھی پھر میں نے ان کے اوپر ایک چادر دیکھی جس کی قیمت تیس دینار تھی اور ان کی

لے مفاہیر حق جلد ۳ ص ۵۴۵ پر اسی معنی کی حدیث ہے۔

چادر و قمیص کی قیمت کا اندازہ چار سو درہم کیا گیا ہے۔ مطالب المؤمنین میں شرعاً (الاسلام) منقول ہے کہ لباس فاخرہ کے پہننے میں مضافتہ نہیں ہے جبکہ وہ اس کی وجہ سے تکبر و فخر نہ کرے کیونکہ تکبر حرام ہے اور اس (تکبر نہ کرنے) کی تفسیر یہ ہے کہ اس (لباس) کے ساتھ بھی وہ ایسا ہی ہو جیسا کہ اس (کے پہننے) سے پہلے تھا، تزانة الروایة میں ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میرے پاس راہبوں (تارک الدنیا لوگوں) کے کپڑوں میں آتے ہو اور (حالانکہ) تمہارے دل بھڑوں کے دلوں جیسے (سخت) ہیں، بادشاہوں کے لباس پہنو اور اللہ تعالیٰ کے خوف کے ساتھ اپنے دلوں کو نرم کر دو۔ ابن سلمہ نے ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ لوگوں نے لباس و پینے اور سواری اور کھانے کی چیزوں کے بارے میں جو کچھ اختیار کیا ہوا ہے اس میں آپ کی کیا رائے ہے تو انھوں نے مجھ سے فرمایا، لے میرے بھائی! اللہ کے لئے کھا اور اللہ تعالیٰ کے لئے پی، اور اللہ کے لئے پہن اور ان میں سے جس چیز میں فخر یا دلہانے یا سنانے کے لئے کرنا پایا جائے تو یہ گناہ ہے، اور محمد بن حسن (رضی اللہ عنہما) انھیں کپڑے پہنتے تھے پس ان کو اس کے بارے میں کہا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میری بیویاں تو عمر میں پس میں اپنے آپ کو زیب و زینت میں رکھتا ہوں تاکہ وہ میرے سوا کسی غیر کی طرف نظر نہ کریں۔ اور وہی (حدیث شریف "بیشک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے، اور چاہتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندہ پر دیکھا جائے" قادر ہونے کی صورت میں مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہے

۱۶۹

اور حدیث خمیسہ کی انجانیہ سے تبدیلی والی حدیث نماز کے بارے میں وارد ہوئی ہے اور نماز میں ظاہر کا خشوع بھی جو کہ مثلاً نظر کو سجدہ کی جگہ پر ٹھہرانے سے عبارت ہے مطلوب ہے اس بنا پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے

۱۶۹ و نعم باقیل، درویش صفت باش و کلاہ تری دار۔ ۱۶۹ مظاہر حق جلد ۲ ص ۱۷۷۔

۱۷۰ مظاہر حق جلد ۲ ص ۵۳۷ و ۵۳۵ پر اسی معنی کی حدیث ہے۔

۱۷۱ پوری حدیث کا اردو ترجمہ یہ ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمیسہ (ایک منقش چادر) لاؤ رکھ کر نماز پڑھی اس خمیسہ میں نقش و نگار تھے بس نماز کی حالت میں آپ کی نظر ان نقش و نگار پر پڑی جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میری اس خمیسہ کو اوجھم کے پاس لیجلاؤ اس کی انجانی (ایک قسم کی سیاہ کالی) پیرے پاس لے آؤ بس تحقیق اس (خمیسہ) نے مجھ کو اس وقت میری نماز میں حضور قلب سے باز رکھا اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم و امام احمد نے روایت کیا ہے اور امام بخاری کی روایت میں ہے کہ میں اس کے نقش و نگار کو دیکھتا تھا اور میں نماز میں تھا پس میں نے خوف کیا کہ یہ مجھ کو (یعنی میرے حضور قلب کی) غفل میں نہ ڈالے، خمیسہ اون یار شہم کی سیاہ رنگ کی چادر کو کہتے ہیں جس میں خطوط یا نقش و نگار ہوتے ہیں یہ چادر ایک صحابی نے جن کا نام ابو جہم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہدیہ پیش کی تھی اس کو لاؤ رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز پڑھی اور انجانیا ایک ملوی کالی تھی جس میں بل پوٹے وغیرہ تھے یہ انجان شہر میں بنی تھی جو شام میں ہے اور اس شہر کی طرف منسوب ہے، ابو جہم رضی اللہ عنہ سے انجانیہ کو اس لئے طلب فرمایا تاکہ ان کا ہدیہ واپس ہونے سے ان کی دل شکنی نہ ہو (واللہ اعلم بالصواب) مترجم

خمیصہ کو (انجانیہ کے ساتھ) تبدیل فرمایا کہ مبادا اس خشوع کا مانع ہو۔

جاننا چاہئے کہ اس حدیث کے راویوں نے (اس کو) دو طرح پر روایت کیا ہے، پہلے طریق میں فانھا الھتنی انفا عن صلوتی [پس بیشک اس نے مجھ کو اس وقت میری نماز (میں حضور قلب) سے باز رکھا] آیا ہے اور دوسرے طریق میں اخاف ان یفتننی [میں ڈرتا ہوں کہ یہ مجھ کو (یعنی میرے قلب کو) خلل میں نہ ڈالے] وارد ہوا ہے۔ شارحین حدیث نے کہا ہے کہ یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کوئی چیز واقع نہیں ہوتی بلکہ واقع ہونے کا خوف تھا، پس پہلی روایت کو اس روایت کی طرف لوٹانا چاہئے اور (عدم توجہ) کو خوف ابوہریرہ محمول کرنا چاہئے تاکہ دونوں روایتوں میں مطابقت حاصل ہوگا۔ ابن حجر شارح بخاری فرماتے ہیں: "اور اس کو خمیصہ دیکر ابوہریرہ کے پاس بھیجنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کو نماز میں استعمال کرے اور احتمال ہے کہ یہ آپ کے اس قول کی طرح ہو کہ "نوکھا پس بیشک میں اُس ذات (اللہ یا فرشتہ) سے سرگوشی کرتا ہوں جس کے ساتھ تو سرگوشی نہیں کرتا" یہ توجیہ اس بات پر مبنی ہے کہ یہ آنسرو علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ پہلی توجیہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا پہننا اگر مکروہ تھا تو نماز میں تھا نہ کہ نماز کے علاوہ، اسی لئے (فقہانے) کہا ہے کہ اس حدیث سے رنگ و نقش و نگار وغیرہ ہر چیز کے مکروہ ہونے کا استنباط کیا جاتا ہے جو نہ نماز (میں حضور قلب) سے باز رکھے۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ ابن حجر نے ہمارے بعض ائمہ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اس (نقش و نگار کی جگہ) میں یا اس کی طرف یا اس پر نماز پڑھے تو اس کے لئے مسنون یہ ہے نہ وہ اپنی آنکھوں کو بند رکھے تاکہ وہ اس کے خشوع و حضور میں خلل انداز نہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اُن (ابن حجر) کا بیان پہلے گزر چکا ہے کہ اس (نقش و نگار کی جگہ) میں یا اس کی طرف یا اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور نماز میں آنکھوں کو بند رکھنا (بھی) مکروہات میں سے ہے تو مکروہ کو دور کرنے کے لئے مکروہ (کا ارتکاب) کیسے مسنون ہوگا جبکہ مکروہ اس کے ساتھ (بھی) دور نہیں ہوگا۔

سوال :- حدیث کے لفظ سے جو کہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ "میں اُس کے نقش و نگار کی طرف دیکھتا تھا اور میں نماز میں تھا پس ڈرتا ہوں کہ مجھ کو خلل میں ڈالیں" معلوم ہوتا ہے کہ خلل میں ڈرنا ڈالنا باطن کے میلان اور قلب کی محبت کی وجہ سے ہے کہ اس کے واقع ہونے کے خوف کی خبر دی ہے اور جبکہ باطن فنا کو پہنچ گیا ہو اور دل باسوا کو دیکھنے اور جاننے سے رہائی حاصل کر چکا ہو تو اس کے حق میں خلل میں ڈالنا کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔ جواب :- میلان و محبت دو قسم کا ہے ایک وہ محبت جو ظاہر باطن دونوں کو شامل ہے اور وہ عوام کا حصہ ہے، صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنا اس آفت سے

رہائی پانے کے لئے ہے تاکہ شرابِ حقی سے رہائی حاصل کر لیں اور اسلامِ حقیقی کے ساتھ لہ آیتِ کریمہ یا آجھنا
 اَلَّذِينَ آمَنُوا آمَنُوا (لے ایمان والو!) (حقیقی) ایمان لے آؤ! میں جس کی طرف اشارہ ہے متحقق ہو جائے
 اور آیتِ کریمہ وَخَرُّوا ظَاهِرًا لِنُورٍ بَاطِنٍ (اور تم ظاہری اور باطنی گناہ کو چھوڑ دو) اس تعالیٰ شانہ کے
 ماسوا کی طرف متوجہ ہونے سے باطن کو خالی کرنے کا پتہ دیتی ہے، جو دل کہ غیر اللہ کا گرفتار ہے اس سے خیر
 کی کیا امید ہے جو روح کہ ماسوا کی طرف مائل ہے وہ بارگاہِ صمدیت (الہی) میں خوار اور بے سرو سامان ہے
 اور جو محبتِ کظاہر تک محدود ہے اور اُس نے باطن میں جو کہ فنا و محویت کے ساتھ متصف ہے، سرایت
 نہیں کیا ہے اور اس میلان (محبت) کو طبعی میلان کہتے ہیں اور یہ محبت بیرونی محبت ہے نہ اندرونی،
 اس کا سبب غاصر کی خاصیتیں ہیں، اس قسم کی محبت و میلان جائز ہے کہ اہل فنا اور افرادِ انسانی
 میں سے کاملین کو ماسوا کے ساتھ پیدا ہو جائے بلکہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم ٹھنڈی اور میٹھی چیز کو پسند فرماتے تھے اور حدیث شریف: تمہاری دنیا سے میں چیزوں کی
 محبت مجھ کو دی گئی ہے، مشہور ہے، اور شمال میں روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
 کے نزدیک اُن لباسوں میں جن کو آپ پہنتے تھے سب سے پسندیدہ لباس جبرہ چادر تھی، شارح نے ہروی
 سے نقل کیا ہے کہ جبرہ منقش و مخطوط ہوتی ہے، اور ابن بطلال سے روایت کی گئی ہے کہ جبرہ یعنی چادر ہے
 جو روئی یا کتان (السی کا درخت) سے بنائی جاتی ہے اور وہ اہل عرب کے نزدیک بہترین لباس تھی اور
 بعض علماء سے منقول ہے کہ جبرہ یعنی کپڑا ہے جو کہ مزین و منقش ہوتا ہے کہا جاتا ہے ثوبِ محبہ یعنی
 مزین و عمدہ کپڑا، اور نیز اس نے کہا ہے کہ حدیث میں مزین و منقش لباس کا پسندنا مستحب ہونے اور مخطوط کے
 جائز ہونے پر دلیل (موجوب) ہے اور اس بات پر اجماع ہو چکا ہے ہزار یہ بات تو ختم ہوئی۔ اور اس جگہ باطن
 سے مراد عالمِ امر کے پانچوں لطائف ہیں جو کہ انسان کے اجزاء ہیں اور نفس جب فنا سے مشرف ہو جاتا ہے
 اور مقامِ اطمینان میں آجاتا ہے تو وہ بھی عالمِ امر کا حکم اختیار کر لیتا ہے اور مطلوب میں فنا ہونے کی
 وجہ سے ماسوا کی دید و دانش سے رہائی پالیتا ہے اس وقت جہاد کا معاملہ غاصر کے ساتھ جا پڑتا ہے
 اور حکمتوں اور مصلحتوں کے باعث بشری صفات اور مخالفت کی صورت ان (غاصر) میں باقی رکھی جاتی
 ہیں اور جس شخص کو اُس فرق پر جس کی طرف مجھے رہنمائی ہوئی ہے اور جس کو میں نے واضح کیا ہے اطلاع
 نہیں ہوئی اس نے کہا کہ حدیث شریف میں اس بات سے آگاہ کیا گیا ہے کہ ظاہری صورتوں اور چیزوں
 کے لئے پاکیزہ قلوب اور تزکیہ یافتہ نفوس میں (کبھی) تاثیر ہے ان کے علاوہ دوسروں کا تو کیا ذکر ہے

اور کسی دوسرے (شارح) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھا اثر نہیں لیا اور آپ نے امت کی تعلیم کے لئے اور ان پر نقش و نگار کی طرف متوجہ ہونے کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے ایسا کیا، لیکن امت میں سے جس شخص نے یہ گمان کیا کہ اس کا قلب اس سے متاثر نہیں ہوتا تو وہ سلوک کے طریقہ سے ناواقف ہے اس لئے کہ لوہاروں کو بادشاہوں پر قیاس نہیں کیا جاتا اور البتہ ابن حجر (رضی اللہ عنہ) کا یہ وثوق نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک اس سے متاثر ہوا تو یہ صحیح نہیں ہے "یہاں تک اس (کسی دوسرے شارح) کا قول ہے اور سابقہ تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ اس بات کا قائل سلوک کے طریقہ سے ناواقف ہے اور تحقیق کے کمال تک نہیں پہنچا ہے اور تعجب ہے کہ اس نے سیر و سلوک کے عارفوں کی طرف جو کہ بادشاہوں کی مجلسوں میں پہنچنے کے باعث لوہار ہونے کی صفت سے باہر ہو چکے ہیں کس طرح جہالت کی نسبت کی ہے کیونکہ کمال تابعداروں کے لئے بتدریج کے کمالات میں سے حصہ ہے۔

وللارض من کا سوا لکرام نصیب [بزرگوں کے پیالہ سے زمین کیلئے بھی حصہ ہوتا ہے]

حدیث کے بعض شارحین کہتے ہیں کہ یہ نماز میں خمیصہ پر نظر کرنا بقرضِ عبرت تھا اور معلوم ہے کہ عبرت تفکر ہے اور ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور اپنی طرف مشغول کرنے سے مشغول رہنے کا خدشہ مراد لیا ہے تاکہ دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جائے اور عبرت کے لئے مناسب ہو اور یہ بیان امت کی تعلیم کیلئے تھا اور خود آپ نے اثر نہیں لیا تھا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ لباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ کا مانع نہیں تھا بلکہ عبرت کا سبب تھا اور اس نے تفکر کے عبادت ہونے کی طرف دلالت کی۔ اور چیل کا تسمہ تبدیل کرنے کی حدیث صحیح ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ یہ تبدیل کرنا تواضع کی وجہ سے ہو یا کسی اور غرض سے ہو کیونکہ یہاں التہاء (توجہ ہٹانا) یا خوفِ فتنہ کا لفظ نہیں آیا ہے اور جو مسئلہ ہمارے زیر بحث ہے اس کے ساتھ (یہ حدیث) بہت کم تعلق رکھتی ہے، امام حجتہ الاسلام نے اس حدیث کو کیمیائے سعادت میں بخل کے علاج میں ذکر کیا ہے اور تسلیم کر لینے کی صورت میں (اس) مقام کی تحقیق وہی ہے جو کہ پہلی حدیث میں بیان ہوئی مختصر یہ ہے کہ اس قسم کے امور اگر ثابت ہو جائیں تو نماز کے ساتھ مخصوص ہیں جو کہ کمالِ قرب کا مقام ہے اور اگر محض بخل ہو تو یہ حدیث اس حدیث سے معارض (مکراتی) ہے جس کو ابن عساکر نے ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا ہے۔ اور یگانہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمال کو پسند کرتا ہوں حتیٰ کہ اپنی چیل اور اپنے

سے پوری حدیث کا اردو ترجمہ ہے: رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار تعلیمِ شریفیں میں نیا تسمہ ڈالا نماز میں اس پر نظر نہ آیا، آپ نے فرمایا کہ وہی پرانا لاؤ نیا تسمہ نکال کر وہی پرانا تسمہ ڈال دیا۔ ایک روایت اردو ترجمہ کیمیائے سعادت ص ۳۶۲

کپڑے لٹکانے کی کھوٹی میں بھی (خوبصورتی کو پسند کرتا ہوں) تو کیا یہ تکبر سے ہے؟ پس آنحضرت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بیشک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے اور اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندہ پر دیکھا جائے (اور یہ تکبر حق کی ناقدری کرنا اور لوگوں کے اعمال میں عیب نکالنا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تکبر حق ناواقف ہونا اور لوگوں کو اپنی آنکھوں سے حقیر دیکھنا ہے۔

جاننا چاہئے کہ بعض حدیثیں اور روایتیں زہد و زینت کی کرامت پر دلالت کرتی ہیں اور سابقہ احادیث اور آیت کریمہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (آپ کہہ دیجئے کہ جس زینت اور پاکیزہ رزق کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا ہے اس کو کس نے حرام کر دیا ہے) اور اکابر کا عمل اس کے مکروہ نہ ہونے بلکہ مستحب ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور حدیث مرفوعہ اور ابن عباس کے قول کے ساتھ جو کہ اس بارے میں وارد ہوا ہے (اُن میں) تطبیق دے سکتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا جو چیز کہ تو چاہے کھا اور جو چیز کہ تو چاہے پہن جہنگ کہ تجھ کو دو چیزیں فضول خرچی اور تکبر نہ پہنچیں اس کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے ترجمہ باب میں روایت کیا ہے۔ اور عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے لہوہ اس (عمرو) کے دادا (یعنی اپنے باپ) سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مباحات میں سے جو کچھ چاہو) کھاؤ، پیو، صدقہ کرو اور پہن جہنگ اس میں فضول خرچی اور تکبر داخل نہ ہو جائے۔ اس کو امام احمد و نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ بدعتی اور رشوت لینے والے اور مختلف قسم کے فسق و گناہ کا کام علی الاعلان کرنے والے شخص کے گھر جانا اور اس کا کھانا کھانا اور عشر وصول کرنے والے کا کھانا مباح ہو گا یا نہیں؟ میرے مخدوم! اس میں شک نہیں ہے کہ اس قسم کے کھانے اور ایسے شخص کے گھر جانے سے بچنا اولیٰ و انسب ہے بلکہ طریقت کے طالبوں کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ لازم ہے اِلَّا اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ نَفْسًا (مگر یہ کہ تم اُن سے پوری طرح بچتے رہو) ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں یا کسی ضرورت مند کے کام کے لئے ہو، یہی لقمہ کے بارے میں شرعی اباحت (تو) اگر معلوم ہو جائے کہ یہ لقمہ حرام ذریعے سے ہے تو اس کا کھانا حرام ہے اور اگر معلوم ہو کہ حلال ذریعے سے ہے تو حلال ہے اور اگر کچھ معلوم نہ ہو تو وہ لقمہ مشتبہ ہے اور اس کا کھانا جائز اور ترک کرنا اولیٰ ہے۔

آپ نے لکھا تھا "بعض منکرین کہتے ہیں کہ اس مخصوص طریقے کے ساتھ مرید کرنا بدعت ہے اٹنے
میرے مخدوم اجتناب و عدا کی طلب کرنا اور راستہ جاننے اور تباہ والا پیر مکرنا اور اس سے عقیدت رکھنا
شرعی احکام میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَابْتَغُوا الْبِرَّ أَلَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تَقُولُوا سُبْحَانَ اللَّهِ عِندَ ذِكْرِ اللَّهِ وَنَحْنُ نَسْتَعِينُ** (اور اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف
وسیلہ تلاش کرو) اور باطنی افادہ و استفادہ کا طریقہ جس کا ترجمہ پیری و مریدی ہے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک جاری ہے کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جس کو شارع نے اختراع
کیا ہو ان کا سلسلہ آنسور علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ (حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پہنچتا ہے اور (باقی) تمام سلسلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے
سے پہنچتے ہیں تو یہ بدعت کس طرح ہوں گے، بیشک پیری و مریدی کا لفظ تباہ ہے اور الفاظ کا کوئی اعتبار
نہیں ہے اگر یہ لفظ درمیان میں نہ ہوتا بھی معنوی رابطہ اور باطنی فیض کا جاری ہونا اپنی جگہ پر ہے۔
اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ اس طریقے سے مرید بنا بدعت ہے معلوم نہیں کہ آپ نے کونسا طریقہ ماریا ہے
ہمارے طریقے میں ذکر کا سکھانا اور سکھانا ہے اور ذکر شرعی احکام میں سے ہے اور ذکر خفی ذکر چہرے افضل ہے
حدیث شریف میں ہے کہ جس ذکر کو حفظ (حفاظت کرنے والے فرشتے) نہیں سنتے اس ذکر سے ستر درجہ افضل ہے
جس کو حفظ سنتے ہیں اور معلوم ہے کہ وہ ذکر باطن یعنی قلب اور تمام لطائف کا ذکر ہے۔ وہی ہے کہ
پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم بعثت سے پہلے قلبی ذکر میں مشغول رہتے تھے، یہ بدعت تباہی ہے
جیسا کہ کوئی ہے کہ جمع بخاری پر صفا اور ہدایا کا درس دینا بدعت ہے والسلام علیہ وعلیٰ آئینہ اللہ
والترجم متابعت المصطفیٰ علیہ و آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات والبرکات العلی۔

مکتوبات

میر محمد زماں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى خصوصاً على سيد الوری صاحب قاب
توسبن اوادنی وعلی الموصحیہ تجوم الهدی، آپ نے جو مکتوب کمال شوق و محبت کے باعث ارسال
کیا تھا سچ کر مسرت بخش ہوا چونکہ بلند احوال و کیفیت پر مشتمل تھا اس کو خوشی میں اضافہ ہوا، اور آپ نے
جدائی کے رنج و غم کا اظہار کیا تھا و نیا جدائی کا مقام ہر حق سجانہ دوستوں کو دار السلام (جنت) میں جمع کرے
اور وہ ملاقات کہ جس کے بعد جدائی نہ ہو عطا فرمائے ان قریب عجیب (بیشک قریب دار قبول کرنا ہے)۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”میں ایک روز مراقبہ میں لطیفہ قلبیہ کی طرف متوجہ تھا، ایسا ظاہر ہوا کہ منور پر دل کے اندر ایک اور دل ہے اور اس دل کے اندر دوسرا دل ہے اسی طرح پانچ چھ دل آئینہ کے عکس کی مانند جو کہ دوسرے آئینہ میں نظر آتا ہے نمودار ہوتے اور چھٹے قلب میں یہ ایسی وسعت پائی کہ اگر زمین و آسمان وزن کے درمیان کی سب چیزوں کو اس میں ڈال دے تو ہرگز اس میں کوئی تنگی نہ ہوگی اور خاص الخاص تجلی شہور ہوئی اور اسی طرح ایک ایسی فنا بھی لاحق ہوئی کہ جس سے اوپر (اور فنا) متصور نہیں ہے۔“

جان لیں کہ یہ درجہ بہت اعلیٰ ہے اور آپ یہاں موجود ہوتے تو واضح طور پر اس (مقام) کی بعض خصوصیات بیان کی جاتیں، اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہوا، اللہ عزوجل (لے اللہ اور زیادہ کر) اور تجلی خاص خاص میں کیا کلام ہے کہ یہ قلب ولكن بیسعی قلب عبدی المؤمن [اور لیکن میں اپنے مومن بزرگ کے دل میں سمٹا ہوں] کے شرف کے ساتھ مشرف ہے اور فنا تجلی کے موافق ہے جس قدر تجلی خاص ہوگی فنا میں بھی نصیب ہوگی، اور آپ نے اپنی والدہ کے حالات میں سے خطرہ دل کے دور ہو جانے اور اس کے دماغ میں ظاہر ہونے کی بابت جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا عورتوں کے گروہ میں اس قسم کے احوال غنیمت ہیں وہ اپنے کام میں مشغول رہیں اور ترقی کی طالب رہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوبہ

سودت و نقابت پناہ میر عمار کے نام اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انہوں نے واجب تعالیٰ کے موجود ہونے کی حقیقت اور حکمت کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لله العلی العلام والصلوة والسلام علی رسولہ وجیبہ سید الانام وعلیٰ الماکرام و صحبہ العظام، اما بعد، سیادت و نقابت پناہ میر عمار نے اس دلفگار درویش سے واجب الوجود جل شانہ کے موجود ہونے کی حقیقت اور حکمت کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں دریافت کیا تھا، اس بارے میں جو کچھ معلوم تھا قید تحریر میں لایا گیا ہے اچھی طرح غور فرمائیں۔

موجود حقیقی تعالیٰ و تقدس ایک سے زیادہ نہیں ہے اور یا سوا جو کہ عالم سے موسوم ہے موجود تمام وجود ہے یعنی افراد عالم کے خالق و مدبر ہیں جو کہ کمالات و جہوں کے انعکاس کے ذریعہ ان کے آئینوں میں ایسے دکھائے جاتے ہیں (گویا) کہ موجود ہیں و تحسبہم انما ظن و ہمد قدوس [اور تو ان کو جانتا ہوا گمان کرتا ہے علائکہ وہ سورہ ہے] یہ اہم ہے کہ وجود ہر خیر و کمال کا مبداء ہے اور عدم ہر شر و نقص کا منبع ہے پس خیر و کمال

سب اس تعالیٰ شانہ کی بارگاہِ قدس کی طرف لوٹتا ہے (اور) شر و نقص سب کا سب ممکن کی طرف راجع ہے آیت کریمہ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ [جو بھلائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے] اس معنی کی تائید کرتی ہے، آپ سُن لیں کہ جب ممکنات کے حقائق کی حقیقت وہ عدوات ہیں جو کہ وجود کے کمالات کے انعکاس سے موجود نہ بن گئے ہیں تو عالم کا وجود ایک ایسے مرتبہ میں ہوگا جو کہ مرتبہ و ہم کے مشابہ ہوگا اور اس کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے بالمقابل مہوہیات و متخيلات میں داخل ہوگا آیت کریمہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ [ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس (اللہ تعالیٰ) کی ذات کے] اس پر دلیل ہے، اور یہ جو میں نے کہا کہ مرتبہ و ہم کے مشابہ ہے یہ اس لئے ہے کہ وہم کے دور ہو جانے سے یہ چیزیں نہیں ہونا اور ابدی معاملہ اور دائمی ثواب اس کے ساتھ وابستہ ہے پس واجب جن و عل کے ساتھ عام (کائنات) کی نسبت موجود کے ساتھ مہوم کی نسبت کی مانند ہے اور (یہ) معلوم ہے کہ مہوم کے سے موجود کے ساتھ کوئی تضاد نہیں ہے اور مہوم سے موجود کے لئے کوئی حد و نہایت ثابت نہیں ہے کیونکہ موجود ایسے مرتبہ میں ہے کہ مہوم کا اس مرتبہ میں کوئی نام و نشان نہیں ہے۔

خوشتر آں باشد کہ ستر دلبراں گفتم آید در حدیث دیگران

[بہتر ہے کہ مجھوں کا راز دوسروں کے الفاظ میں کہا جائے]

جو مہوم دائرہ کہ نقطہ جوالہ (گھومنے والے نقطہ) سے پیدا ہوا ہے اس دائرے کے حدوث (پیدا ہونے) سے اس نقطہ کے لئے کوئی حد و نہایت ظاہر نہیں ہوتی ہے، نہیں کہہ سکتے کہ نقطہ دائرے کے دائیں جانب ہے یا اس کے بائیں جانب یا اس کے اوپر یا اس کے نیچے یا آگے یا پیچھے ہے اور نہیں کہہ سکتے کہ نقطہ عین دائرہ ہے یا اس میں داخل ہے یا اس سے خارج ہے متصل ہے یا منفصل ہے کیونکہ نقطہ کیلئے یہ نسبت مذکورہ ان اشیاء کے ساتھ ہے جو کہ نقطہ کے مرتبہ میں موجود ہیں اور دائرہ کا اس مرتبہ میں ہرگز کوئی وجود نہیں ہے اگر وجود ہے تو وہم میں ہے اور بس اور نقطہ موجود ہے پس دائرہ کا حدوث (پیدا ہونا) نقطہ کی تجدید کا سبب نہیں ہوگا اور ان دونوں کے درمیان تضاد دور ہو جائے گا اور جب تو اچھی طرح غور کرے (تو معلوم ہو جائے گا کہ) دائرہ روشنی و تابانی اور تمام صفات سے جو کچھ رکھتا ہے اگرچہ وہم (کے درجے) میں جو نقطہ سے رکھتا ہے،

تیا وردم از خانه چیرے سخت تو دادی ہمہ چیزوں چیز تست

[میں ابتدا میں گھر (عالمِ عدم) سے کوئی چیز نہیں لایا تو نے ہی ہر چیز دی ہے اور میں (بھی) تیری ہی چیز ہوں]

ان کے درمیان بُعد و مسافت مفقود ہے اور قرب کے بارے میں تو جو کچھ کہے دائرہ کا لفظ اس سے بھی زیادہ قریب سے لے کمان و تیر ہا بر ساختہ سید نزدیک و نو دور انداختہ

[لے وہ شخص کہ جس نے کمان اور تیروں کا اٹھایا ہوا ہر شکار نزدیک ہے اور تو نے تیر (بندھی کے) پس قرب و معیت و احاطہ ثابت ہوگا لیکن یہ) موجود کو مہوم کے ساتھ معیت و احاطہ کی قسم سے ہوگا اور اس احاطہ و معیت میں کوئی محذور (ایسی بات جس سے بچا جائے) نہیں ہے البتہ محذور موجود کے لئے اور موجود کے ساتھ اس نسبت کے اثبات میں ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ بعض حضرات اس بات پر ہیں کہ ان اللہ بکل شیء محیط [مشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطہ کے ہوئے ہے] کے اعتبار سے ہر جگہ وہی ہے میرے مخدوم! اگر انہوں نے اس احاطہ سے جسم کا احاطہ جسم کے ساتھ سمجھا ہے جیسا کہ لفظ ہر جگہ وہی ہے سے اس کا پتہ چلتا ہے تو بہت غلط ہے کیونکہ اس سے مکان کا اثبات ہوتا ہے، اور اگر احاطہ ان کی مراد وہ ہے جو اد پر بیان ہو چکی ہے اور ہر جگہ وہی ہے سے ہر جگہ اس کا ظہور ہے مراد لیتے ہیں تو قابل تسلیم ہے اور یہ جو انہوں نے بعض سے نقل کیا ہے کہ وہ تعالیٰ و تقدس عالم سے ماسوا ہے اور عالم اس سے خالی ہے یہ بھی خدشہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ عالم سے خارج ہو اور حالانکہ یہ بات مسلم ہے کہ وہ عز و جبراً نہ تعالیٰ میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے متصل ہے نہ منفصل ہے۔ اور انہوں نے احاطہ علمی پر جو یہ اعتراض کیا ہے کہ آیت کریمہ **فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْكُلُومَ الْآلَاءِ** [پس جس وقت جان حلق تک پہنچتی ہے] میں علم کا نام نہیں ہے تو یہ محل کلام ہے کیونکہ آیت کریمہ میں اگرچہ علم کی تصریح نہیں ہے لیکن علم پر محمول کر کے **وَمَنْ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ**، علم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں] باعتبار علم مراد لے سکتے ہیں۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "علم الہی کو مخلوق کی بصارت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے تو بصر **وَلَكِنْ لَا تَبْصُرُونَ** [اور لیکن تم نہیں دیکھتے ہو] کس طرح درست ہوگا" (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ احاطہ علمی مان لینے کی صورت میں و لکن لا تبصرون درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق کے دیکھنے میں نہیں آتا اس لئے کہ شئی کا شئی سے سلب ثبوت کے ممکن ہونے کا تقاضا نہیں کرتا۔ آپ نے لکھا تھا "آلہ" ایک جماعت یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ اس تعالیٰ و تقدس کی ذات ایک دریا ہے اور عالم اس دریا کا جاب (بلبل) ہے الخ" اس عبارت سے ذہن بلا تکلف اس طرف جانا ہے کہ واجب تعالیٰ کی حقیقت ممکن کی حقیقت کے ساتھ متحد ہے کیونکہ جاب (بلبل) کی حقیقت پانی ہے اور دریا کی حقیقت بھی پانی ہے اور دونوں ایک ہی مرتبہ میں موجود ہیں، جاب کے وجود کی وجہ دریا کے وجود کے مرتبہ میں ہے اور اسی طرح یہ جو اوپر مذکور ہے

کے بعض حضرات اس بات پر ہیں کہ ہر جگہ وہی ہے تو یہ حضرات وحدت (وجود) کے قائل اور اتحاد کی خبر دینے والے ہیں۔ میرے مخدوم! جو لوگ کہ وحدت وجود کے قائل ہیں وہ حق حمل و علا کو مطلق کہتے ہیں اور مخلوق کو اس مطلق کی تقیدات کہتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ مفید و مطلق کے درمیان حمل (وجود) کو صحیح ماننے کی صورت میں ان دونوں کے درمیان اتحاد کی نسبت موجود ہے لیکن یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر مطلق کو مفیدات کے مراتب میں منحصر جانتے ہیں اور اس کے لئے جدا وجود ثابت نہیں کرنے جیسا کہ اکثر محد لوگ اس کے قائل ہیں تو لازم آتا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ وجود اور تمام صفات کمال میں ممکن کا محتاج ہو جیسا کہ کلی طبعی جو کہ اپنے افراد میں منحصر ہے وہ اپنے وجود میں افراد کی طرف محتاج ہے بلکہ حقیقت میں یہ واجب تعالیٰ کی نفی ہے اور اگر یہ حضرات مرتبہ اطلاق کو مراتب تقیدات کے ماوراء ثابت کرتے ہیں اور مطلق کو وجودِ اصلی کہتے ہیں تو ان کے درمیان دوئی کی نسبت ثابت ہو جاتی ہے اور وحدہ وجود باطل ہو جاتی ہے لان الاثنین متغایان (اس لئے کہ دو چیزیں مختلف ہوتی ہیں) اشکال کی دوسری صورت کو اختیار کئے بغیر اس اشکال کی تہ کو نہیں پہنچ سکتے اور اس صورت میں وحدت وجود کا حکم لگانا وجود کے ظہورات کے مختلف ہونے کے اعتبار سے ہے جیسا کہ کوئی شخص آئینہ میں زبرد کی منعکس ہونے والی صورت دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے زبرد کو آئینہ میں دیکھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کے مظہر کو مختلف ہونے کے باوجود آئینہ راہی (عکس و صورت) کے تعلق سے عین شئی کہہ سکتے ہیں پس ہمہ اوست (سب کچھ وہی ہے) کے معنی ہمہ ظہور اوست (سب کچھ اسی کا ظہور ہے) ہوں گے، اور چونکہ شئی کے مظاہر ایک وجہ سے عین شئی ہیں اور ایک وجہ سے غیر شئی ہیں (اس لئے) محب کی نظر میں غلبہ محبت کے باعث عینیت کی وجہ نظر آتی ہے اور غیرت کی وجہ چھپ جاتی ہے اس لئے وہ عینیت کا حکم لگا دیتا ہے اور نیز وحدت وجود کے مسئلہ پر لازم آتا ہے کہ جب ممکن کی حقیقت حق تعالیٰ اور وجود صرف ہو تو کبھی شر و نقص جو کہ امکان ہ لازم ہے اس کا منبع کیا ہوگا اور بغاوت و سرکشی جو کہ نفس امارہ کی فطرت میں موجود ہے کہاں سے آئی کیونکہ وجود (تو) خیر محض اور کمالِ صرف ہے وہ شر و نقص کا مبدأ کس طرح ہوگا۔ اگر (یہ) کہیں کہ کسی چیز میں شرارت و نقص ذاتی نہیں ہے اگر ہے تو نسبتی و اعتباری ہے کفر و معاصی ایمان و طاعات کے اعتبار سے بُرے ہیں جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے۔

بہ کفر و باسلام یکساں نگر کہ ہر یک زدیوانِ اود فریست

[تو کفر اور اسلام دونوں کو یکساں دیکھ کیونکہ ہر ایک اس کے دیوان کا ایک ذوق ہے]

اور یہی نفس کمال کی صفات سے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

پس بدی مطلق نباشد در جہاں بدی نسبت باشد آن را ہم بدی

[پس دنیا میں برائی مطلقاً نہیں ہے، برائیت سے جتنا ہے تو اس کو بھی جان لے]

میں کہتا ہوں کہ یہ قول بظاہر نصوص کے مخالف ہے حق تعالیٰ نے کفر و معصیت کو سیدہ (برائی) فرمایا ہے اور اس پر سار و بس (بُراد خراب) کے لفظ کا اطلاق کیا ہے اور برائی سے عام مراد ذاتی برائی ہے نہ کہ نسبتی و اعتباری اور نیز اگر کفر میں ذاتی حُسن ہوتا تو اس کا مرتکب اشد عذاب کا مستحق کیوں ہوتا اور مغفرت کا نہ ہونا اور رحمت سے مایوسی جو کہ نصوص میں آئی ہے اس کے حق میں کس طرح ہوگی اور کفر و اہل کفر کے ساتھ حق تعالیٰ کی ذاتی عداوت کس وجہ سے ہوگی، اس کفر و معصیت کا ذاتی حُسن آخر کار فائدہ کیوں نہیں پہنچاتا اور رحمت و مغفرت کی طرف کیوں نہیں لانا اور ذاتی دشمنی کے مانع کیوں نہیں آتا جس شخص نے قرآن مجید کا تصور اسامیٰ مزہ چکھا ہے اور اس کے اسلوب سے ذرا بھی مناسبت حاصل کی ہے کفر کے اچھا ہونے کا حکم اگرچہ ایک وجہ سے ہی ہو مگر نہیں کرے گا اور (اس کی) ذاتی برائی و شر کا حکم لگایا گیا کیونکہ نفرت و لعنت و ناراضگی و غصہ اور رحمت سے مایوسی (کفر کے) بُرا ہونے کی دلیل ہے اور (یہ چیزیں) حُسن کے ساتھ جمع نہیں ہوتیں، اگر اربابِ سُکر اس قسم کی خلافِ شرع باتیں کریں تو بظاہر معذور ہونگے لیکن مقلد کے لئے گرفت کا مقام ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

وہ نہ سنا

مکتوب ۱۰۹

۱۰۸

شیخ حسین منصور کے نام فناءِ نفس و تجلیِ صفاتِ ذات اور فانی کے رجوع و عدم رجوع کی تحقیق

میں اور اس بارے میں کہ فناءِ قلب نفسِ مابہ کی اصلاح کو شامل ہے اگرچہ وہ اطمینان تک

نہیں پہنچے اور نماز کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوبِ مرغوب پہنچ کر مسرت کا سبب ہوا

چونکہ دوستوں کی سلامتی اور صحیح و سخیہ احوال و کیفیات پر شمل تھا اس لئے مزید خوشی بخشی۔

لے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی [اسو شخص کہ جس ہاں وقت خوش کیا تیلوقت ہی خوشی میں گذرے]

آپ نے لکھا تھا کہ فنا کا معاملہ اس منقار تک پہنچ گیا ہے کہ وجود و توابع وجود کو اصل کے سپرد

کر دیا ہے اور عدم کے احکام عدم کو بھیج دیئے ہیں اور عین و اثر نازل ہو گئے ہیں فی الحال جو نسبت کہ

اس میں ہے وہ کان اللہ ولم یکن مع شیء والآن لکان [اللہ تعالیٰ تھا جبکہ اس کے ساتھ کوئی

چیز نہیں تھی اور اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا) پر ہے، اس حالت اور باطن کی مغلوبی کے باوجود ظاہر پوری طرح شریعت منورہ کے مطابق ہے، احکام کے دائرہ سے باہر نہیں جانے دیا جاتا۔ میرے مخدوم! آپ نے جو کچھ لکھا ہے صحیح احوال ہیں اور اس حال کے غلبہ کے اوقات میں شرعی احکام و آداب پر استقامت اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے اس عنایت کا شکر بحالائیں اور یہ جو بزرگوں نے کہا ہے ع

می باش و می باش شکل این است [رہ اور مت رہ شکل یہ ہے]

اسی معنی میں ہے یعنی ظہور فنایت و عدمیت کے وقت بندگی کے احکام کو ترک نہ کرے، لوازم بندگی کے ظہور اور احکام شرعی کی بجا آوری کے لئے رہ اور اپنے لئے مت رہ اور اپنی ذات کے عدم ہونے پر مطلع ہو جا اور اپنی نفی کر دے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ہر چیز میں رحمت ہے لیکن عشق میں رحمت نہیں ہے قتل کرتے ہیں اور مقتول سے دیت طلب کرتے ہیں یعنی عاشق بیچارہ کو قتل کرتے ہیں اور اس کو اس کے لئے لیتے ہیں اور بندگی کے احکام کو اس سے معاف نہیں کرتے۔ یہ حالت کہ جس کی آپ نے خبر دی ہے فنائے النفس سے تعبیر کی جاتی ہے اور تجلی صفات کا نتیجہ ہے اگرچہ اس کی تکمیل تجلی ذات کے پرتو کے بغیر نہیں ہے کیونکہ عدم مفید کا عدم مطلق کے ساتھ ملحق ہونا تجلی ذات کا اثر ہے جیسا کہ عدم کے آئینہ میں منعکس ہونے والے کمالات و صفات کا اپنے اصول کے ساتھ الحاق تجلی صفات کے کمال سے ہے کیونکہ تجلی صفات کی اصل یہ ہے کہ اپنے صفات و کمالات کو صفات و کمالاتِ اجدالی کے ظلالی جانے جانا چاہے کہ ہر کمال کی تکمیل اوپر کے مقام کے طور کے ساتھ ہے پس تجلی صفات کی تکمیل تجلی ذات کے پرتو کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی اور فنائے نفس جو کہ تجلی صفات کا نتیجہ ہے اس کا کمال تجلی ذات کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اور بزرگوں نے کہا ہے کہ یہ تجلی برق قاطف (نگاہ کو خیرہ کر دینے والی تجلی) کی مانند ہے یعنی اریاب تجلی صفات کے منتہیوں کو دیکھنے کے لئے تجلی ذات صفا کے پردہ کے بغیر ظاہر ہوتی ہے اور سالک کو آفاق و انفس کی قید سے رہائی دیتی ہے پھر صفات کے پردہ میں آجاتی ہے شیخ علاؤ الدین قدس سرہ اس مقام کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔ رباعی

آن وہم بود کز تو دوی بر خیزد امکان وحدت ہر دو گوئی بر خیزد
گر لطف خدا در رسد از راہ وہب شاید کہ دے از تو دوی بر خیزد

[یہ وہم ہے کہ تجھ سے دوی (پوری طرح) اٹھ جائے، امکان وحدت دونوں تجھ سے اٹھ جائیں، اگر از راہ عنایت اللہ تعالیٰ کا لطف آپہنچے تو شاید کہ کچھ دیر کے لئے تجھ سے دوی اٹھ جائے]۔

اور ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسره الاقدس کے نزدیک یہ تجلی برقی دائمی ہو جاتی ہے اور جو دوسروں کے لئے بجلی کی مانند ہے ان کے لئے دائمی ہے بلکہ تجلی برقی حقیقت میں تجلی ذات تعالیٰ نہیں ہے شیونات ذات ہیں کسی شان کی تجلی ہے جو کہ جلدی چھپ جانے والی ہے اور ذات جب تجلی فرماتی ہے تو اس کے لئے چھپنا نہیں ہے۔ اصل معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ صفات کے مقام میں قرار رکھتے ہیں اور اس کی انتہائیک نہیں پہنچے ہیں یہ تجلی ان کے حق میں برقی ہے کبھی صفات کا پردہ درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور کبھی پردہ میں آجاتی ہے لیکن جس شخص نے کہ صفات کے مقام سے پوری طرح نکل کر اس سے اوپر کے مقام میں قرار پایا ہے اس کے حق میں یہ تجلی دائمی ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ تجلی ذات کا اثر ہے کیونکہ اصل تجلی ذات اس کے ماوراء ہے حق سبحانہ اس دولت سے بھی پہرہ مند فرمائے بلکہ تجلیات سے گزار کر ذات متجلی کا گرفتار بنائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "جولت کہ نمازوں میں پیش آتی ہے (اس کو) کیا لکھے اس کے بعد آپ نے لکھا ہے "جو معانی کا سو وقت فرض نمازوں میں ظاہر ہوتے ہیں فعل نمازوں میں ان کا کوئی نام و نشان نظر نہیں آتا۔ میرے مخدوم جو حالت کہ نماز میں پیش آتی ہے غیر حالت نماز پر فوقیت رکھتی ہے اور جولت کہ نماز میں حاصل ہوتی ہے خاص طور پر فرض نماز میں وہ کمال کی بشارت دینے والی ہے۔ نماز کو کامل طور پر ادا کرنے میں پوری کوشش ملحوظ رکھیں اور اس کے سنن و آداب کے حاصل کرنے میں سعی یلیغ کریں۔ حدیث شریفہ میں آیا ہے کہ جو حجاب کہ بندہ اور خدا کے درمیان ہے وہ نماز ادا کرتے وقت دور کر دیا جاتا ہے اور اگر امام نہ ہوں تو اس کے قیام و رکوع و سجود کو طویل کرنے میں راغب رہیں۔ حدیث شریفہ میں ہے کہ سب فضیلت والی نماز وہ ہے جس میں فنوت یعنی قیام طویل ہو اور فنوت (قیام طویل) سکرات موت کو ہلکا کرتا ہے اور اگر امام ہوں تو امام کے لئے جو مقدار سنون ہے اس پر اکتفا کریں اور مقتدیوں کا لحاظ کریں، ایک رکعت میں سورت کے تکرار کو نوافل میں جائز کیا گیا ہے اور رکوع و سجود کی تسبیحات کی تعداد کی حد سات تک ہے اور بعض روایتوں میں نو اور گیارہ تک بھی آئی ہے اور اگر اس سے بھی طویل کرنا چاہیں تو رکوع و سجود کی جو عدد روایات میں آئی ہیں پڑھیں اور جس قدر بھی تکرار کریں گنجائش ہے۔ عوف بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہوا میں جب آپ نے نماز رکوع کیا تو سورہ بقرہ (پڑھنے) کے بقدر پڑھے رہے اور اپنے رکوع میں سبحان ذی الجبروت و العزیز الملکوت والکبریاء پڑھے رہے اور ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ نے سجدوں میں بھی اس کی مانند کہا اور ان کا نام نووی نے ذکر کیا کہ صحیح مسلم میں (حضرت) حذیفہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ

رسول اشرفی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے طویل رکوع میں جو کہ سورہ بقرہ و آل عمران و نسا کی قرأت کے قریب تھا سبحان ربی العظیم پڑھا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس (رکوع) میں سبحان ربی العظیم کا تکرار فرماتے رہے جیسا کہ سنن ابوداؤد وغیرہ میں واضح طور پر آیا ہے اور صحیح مسلم سے بھی ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کاش کہ میں جان لیتا کہ اس حدیث کی اس وضاحت اور ان علماء کے قول میں تطبیق کی کیا صورت ہے جنہوں نے حکم کیا ہے کہ (رکوع و سجود میں) تسبیحات کی زیادہ سے زیادہ تعداد سات سے گیارہ تک ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ اکمل (درجہ) ہے اور ظاہر ہے کہ ان (علماء) کے نزدیک اس حکم میں کوئی بڑی وجہ اور معتبر سند ہے۔“

آپ نے پوچھا تھا کہ کسی بزرگ سے منقول ہے ما رجع من رجع الا من الطریق ومن وصل لایرجع [جو شخص لوٹا سوائے اس کے نہیں کہ وہ راستہ سے لوٹا اور جو پہنچ گیا وہ نہیں لوٹتا] لیکن اگر کوئی سالک فنا کے قلبی سے مشرف ہو گیا ہو تو اس کے لئے رجوع جائز نہیں ہے یا ہے اور اسی طرح فنا کے روحی اور اس کے اوپر اخصی تک۔ میرے مخدوم! صاحب فنا کے قلب سیرالی اللہ کو پورا کر کے اپنی اصل کے ساتھ واصل ہو گیا ہے اور تلون سے (گذر کر) تمکین کے ساتھ جا ملتا ہے، امید ہے کہ اس بزرگ کے قول کے بموجب رجوع سے محفوظ ہو جائے یہی حال تمام لطائف کی فنا کا ہے البتہ صاحب عدم کے لئے کہ (عدم) جذبہ کی جہت میں فنا ہے جائز ہے کہ رجوع کرے کیونکہ وہ ابھی راستہ میں ہے اور اس کا جذبہ سلوک کے ساتھ ضم نہیں ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ (نقشبند بخاری قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف عود کرتا ہے اور فنا کے قلب ایک ایسی فنا ہے جو جذبہ و سلوک پر مرتب ہوتی ہے اسی لئے ^{۱۸۱} ہمارے حضرت عالی قدس سرہ سبحانہ بسرہ الا قدس نے اپنے مکتوبات کی تیسری جلد میں لکھا ہے کہ یہ فنا اولیاء کو نصیب ہے اور معلوم ہے کہ ولایت جذبہ و سلوک کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی کیونکہ دونوں اس کے اجزاء ہیں۔ اور نیز ان حضرت عالی (قدس سرہ) نے متعدد جگہوں میں لکھا ہے کہ اگر اس قلب الے کو حضرت توح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر دیدی جائے اور بعض جگہ لکھا ہے کہ اگر اس کی عمر ہزار سال کو پہنچ جائے تو اس نسیان کی بدولت جو کہ اس کے دل کی ماسوا سے حاصل ہو گیا ہے اس کے دل میں ماسوا کا خیال ہرگز نہ آئے۔ اس عبارت سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ اس صاحب فنا کے لئے رجوع و لوٹنا نہیں ہے، اور نیز فرماتے تھے اس فنا والا تلویات سے گذر کر تمکین سے جا ملتا ہے ہاں حضرت عالی (قدس سرہ) نے مکتوبات جلد اول میں کسی ارادت مند کو لکھا ہے کہ تودل کی اس سلامتی پر ہرگز دھوکا نہ کھا کیونکہ (سر) ^{۱۱۶} رجوع کا احتمال رکھتی ہے۔ اس عبارت سے ڈرتے رہنا چاہئے اگرچہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے جلد اول

معلوم کر لیا ہو کہ وہ شخص اس سلامتی کی حقیقت کو نہیں پہنچا ہے اور اس (کی فنا) کے ناقص ہونے اور عدم و صول پر
 رہائی کی ہوگی اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس وقت میں اس فانی شخص کا عدم رجوع یعنی طور پر ظاہر نہ ہو اور
 اور رجوع کا احتمال ہو، اس کے بعد اس کے برخلاف ثابت ہو گیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ حضرت عالی (قدس سرہ)
 نے مکتوب الیہ کے دنیاوی امور میں کثرت سے مشغول ہونے کی بابت اطلاع پائی ہو اور اس سے باز
 رکھنے کے لئے لکھا ہو کہ رجوع کا احتمال رکھتا ہے اور احتمال سے وقوع لازم نہیں آتا اور احتمال کا دائرہ
 وسیع ہے اس سے باز رہنے کے لئے احتمال کو بھی گنجائش دیدی ہو، اگر یہ کہیں کہ خوفناک قلب فنا
 نفس کے بغیر ہوگی (چونکہ) نفس اس مقام میں ابھی تک اپنی رعوت و خوری و امارگی اور تمام رذائل پر
 قائم ہے تو پھر سلامتی کس طرح ہوگی اور رجوع سے تحفظ کہاں ہوگا۔ (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ قلب
 کی فنا و سلامتی کو (مان لینے) کی صورت میں نفس کی امارگی اور اس کی تمام برائیاں اس میں اثر نہیں کرتیں
 اور اس کے نسیان میں غفل نہیں ڈالتیں، اور یا ہم یہ کہتے ہیں کہ فنا کے بعد نفس کا امارگی اور تمام
 رذائل پر (قائم) ہونا غیر مسلم ہے کیونکہ محسوس ہوتا ہے کہ اس فنا کے بعد نفس اپنی تیزی و تندی سے
 رہ جاتا ہے اور قلب کے حال کے مشاہدہ اور اس کے مطلوب میں فنا و مستغرق ہو جانے سے اور نیک، عیشیں
 کی صحبت حاصل ہونے کی برکت سے اپنی بہت سی بری عادتوں سے ناام ہو جاتا اور اصلاح کی طرف آ جاتا
 ہے اگرچہ (صحبت قلب صلح نفس کو) فنا عینان (نفس مطمئنہ) کی حد تک نہیں پہنچاتی، اصلاح
 کی طرف کیوں نہ آئے جبکہ فنا قلب کے ضمن میں قلب کے کمال کے ساتھ متحقق ہو گیا اور اصلاح پا چکا
 ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ فنا قلب کے ضمن میں، یہ اس لئے ہے کہ قلب انسان کے لطافت کا جامع ہے
 بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ عالم کبیر (کائنات) میں ہے وہ عالم صغیر میں کہ انسان ہے ثابت ہے اور جو کچھ
 عالم صغیر میں ہے صرف قلب میں کہ جس کو عالم اصغر کہتے ہیں موجود ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بیشک
 ابن آدم (انسان) کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جاتا ہے تو اس کا تمام جسم درست
 ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو اس کا تمام جسم خراب ہو جاتا ہے آگاہ رہو کہ وہ قطب ہے اور
 غیب (کا علم) اللہ سبحانہ ہی کے پاس ہے و تَوَدُّ كُلُّ ذِي نَسَبٍ عَالِيَةً (اور ہر علم والے سے اوپر سب سے
 زیادہ علم والا ہے)۔

۱۸۲

۱۸۳

آپ نے پوچھا تھا کہ فنا قلبی و روحی وغیرہ کے لئے خواب و بیداری میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ
 حضورِ دائمی ہونا لازم ہے یا نہیں۔ "جو آپ :- لازم ہے کیونکہ فنا و بقا ہمارے نزدیک دائمی ہے
 اور جو دوام نہیں رکھتی وہ دائرہ اعتبار سے خارج ہے فنا و استہلاک کا معاملہ حضور سے بڑا اور بزرگ تر ہے

جس جگہ کہ استہلاک و اضمحلال (فنایت) ہے وہاں حضور کا اطلاق شرم ہے فنا میں ماسوا کا نسیان اور اس کا خیال نہ آنا ضروری ہے اور دائمی حضور میں ماسوا کا نسیان اور اس کا خیال نہ آنا کچھ بھی ضروری نہیں ہے، دائمی حضور ماسوا کے حضور کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسا کہ پانی جاری ہو اور خس و فاشاک بھی اس کے اوپر پتے رہیں اور اس (پانی) کے بہنے میں غللی اندازہ ہوں۔

آپ نے لکھا تھا کہ آپ کی سرسند کی جانب روانگی کے وقت ایک خاتون نے آپ کے متعلق خواب میں ایسا ایسا دیکھا ہے کہ آپ نے اچھا لباس پہنا ہوا ہے اور جو اہرات بڑی ہوئی سونے کی زنجیر آپ کے دونوں پاؤں میں پڑی ہے اور اس نے (آپ کو) قید کیا ہوا ہے، اس خاتون نے آپ سے کہا کہ تو کیفیت میں تھا اور تو نے مجھ سے کہا کہ پیغمبروں کا لباس ہے جو کہ پہنا ہوا ہے اور یہ زنجیر کہ (جس نے) تجھ کو قید کیا ہے پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ آپ جان لیں کہ پیغمبروں کا لباس گویا ان بزرگوں کی نسبت ہے کہ جس کے حامل ہونے کی بشارت پہنچی ہے اور زنجیر ان کی شریعت ہے تاکہ آپ کو قید میں رکھے اور اس کی حدود باہر نہ چھوڑے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ زنجیر اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے عبارت ہو کہ جس میں آپ داخل ہوئے ہیں اور اس کی قید میں آئے ہیں اور اس سلسلہ کو سلسلہ الذہب کہتے ہیں اور چونکہ یہ سلسلہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچا ہے اور انہوں نے نسبت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اخذ کیا ہے اس لئے یہ بات صادق آتی ہے کہ یہ زنجیر (سلسلہ) پیغمبروں کی ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اس صورت میں لباس کی تعبیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے ساتھ بھی کر سکتے ہیں اور یہ اس مکتوب کا اخیرے دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع ہدیی و لزمتا بعة المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والبرکات والنعیم۔

مکتوب ۱۱

صلح آند عبدالحکیم (لاہوری) کے نام اور خط و تلمیح اور نیک لوگوں کے حالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔
 اے بھائی! نا جنس اور طریقہ کے مخالف کی صحبت سے پرہیز کر اور بدعتی کی مجالس سے گریز کر۔
 بھی محاذ رازی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ دو تین قسم کے لوگوں یعنی غافل علماء اور غیر محتاط قاریوں اور صاحب
 نہ کسی نے کیا خوب کہا ہے یہ

یہ سلسلہ از طلا و تابست این خانہ تمام آفتاب مت
 [یہ زنجیر نالہا سونے کی ہے، یہ گھر سب کا سید قباب ہے]

صحبت و اجتناب کر اور جس شخص نے اپنے آپ کو بزرگی کی گدی پر بٹھایا ہے اور اس کا عمل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کے موافق نہیں ہے اور وہ شریعت متورہ کے زیور سے آراستہ نہیں ہے قطعی طور پر اس سے دور رہ، بلکہ جس شہر میں وہ ہو اس میں مت رہ، ایسا نہ ہو کہ دنوں کے گزرنے کے ساتھ دل کو اس سے کچھ رغبت پیدا ہو جائے اور مقصدِ اعظم میں خلل ڈال دے کیونکہ وہ اقتدار کے لائق نہیں ہے وہ ایک ٹھپا ہوا جو را اور شیطان کا ایک جال ہے اگرچہ تو اس سے مختلف قسم کے خوارقِ عادات دیکھے اور تو اس کو ظاہر میں دنیا سے بے تعلق پائے، جس قدر تو شیرے بھاگتا ہے اس کی صحبت سے اس سے بھی زیادہ بھاگ۔ سید الطائفہ حضرت (جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے سب طریقے بند کر دیئے گئے ہیں سوائے اس شخص کے طریقہ کے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے اور نیز فرمایا جس شخص نے نہ قرآن مجید حفظ کیا ہو اور نہ حدیث لکھی ہو اس کا (طریقت) میں اس کی پیروی نہیں کی جائیگی کیونکہ ہمارا علم (معرفت) کتاب و سنت کا پابند ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مقربین صادقین سابقین بزرگانِ دین کے طریقے درحقیقت کتاب و سنت پابند ہیں پس وہ (بزرگانِ دین) صوفیاء و علماء ہیں جو شریعت و طریقت پر عمل کرتے ہیں اور وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے وارث ہیں وہ ان (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اقوال و اخلاق و افعال و احوال میں ان کا اتباع کرنے والے ہیں، اللہ سبحانہ ان کی برکات سے ہمیں بھی مستفیض فرمائے۔

(یہ فقیر) دوبارہ لکھتا ہے کہ تو اب نبوی میں سستی کرنے والے اور سننِ مصطفویٰ علیٰ مصدرہ الصلوٰۃ والسلام کے ترک کرنے والے کو سرگزارِ خیال نہ کریں اور اس کے ترک دنیا، قطع تعلق اور خوارقِ عادات پر ذبیحہ نہ ہوں اور اس کے زہد و توکل اور معارفِ توحیدی کے شیدائی نہ بنیں کیونکہ باطل فرقے مثلاً یہود و نصاریٰ اور جوگی اور برہمن ان امور میں حقانی فرقوں کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں۔ ابو عمر بن نجید السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے ہر وہ حال جو علم کا ثمرہ نہ ہو اگرچہ وہ بہت بڑا ہو تو بلاشبہ اس کے صاحب پر اس کا ضرر اس کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ تصوف کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ "مروہی کے تحت صبر کرنا ہے" کام کا مدار شریعت کے اتباع پر ہے اور نجات کا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے سے وابستہ ہے، حق و باطل میں صحیح فرق کرنے والی چیزیں ہی پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا اتباع ہے، زہد و توکل اور دنیا سے قطع تعلق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے پیروی کے لغو مقبول نہیں ہے اور اذکار و اشعار و اشواق و انشواق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے توسل کے لئے صحیح ہیں، خوارقِ عادات کا مدار بھوکا رہنے اور ریاضت پر ہے معرفت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور

(حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جس شخص نے آداب میں سُستی کی اس کو سنتوں سے محرومی کی سزا دی گئی اور جس نے سنتوں میں سُستی کی اس کو فرائض سے محرومی کی سزا دی گئی اور جس نے فرائض میں سُستی کی اس کو معرفت سے محرومی کی سزا دی گئی اور اسی لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا انا ہوں سے کفر میں زیادتی ہوتی ہے۔ لوگوں نے سلطان وقت شیخ ابو سعید راہباکفیر سے کہا فلاں شخص پانی پر چلتا ہے، آپ نے فرمایا آسلان ہے ایک تنکا بھی پانی پر چلتا ہے، انھوں نے کہا فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے، فرمایا ایک چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے، انھوں نے کہا فلاں شخص ایک لہریں ایک شہر سے دوسرے شہر میں چلا جاتا ہے، فرمایا شیطان بھی ایک سالس میں مشرق سے مغرب تک جاتا ہے، اس قسم کی تیزوں کی کوئی زیادہ وقعت نہیں ہے۔ مرد (حق) وہ ہے جو مخلوق کے درمیان بیٹھے، لیکن دین کرے اور شادی سے علم و مخلوق کے ساتھ میل جول رکھے اور ایک لحظہ اپنے ذرا عزوجل سے غافل نہ ہو۔

بے شک

لوگوں نے امام اولیاء ابو علی رودباری (قدس سرہ) سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ ولع کی چیزیں (گانا بجانا) سنتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرے لئے حلال ہے کیونکہ میں ایسے درجہ تک پہنچا ہوں کہ احوال کا مختلف ہونا مجھ میں تاثیر نہیں کرتا، آپ نے جواب میں فرمایا ہاں پہنچ گیا ہے لیکن جہنم میں پہنچا ہے۔ ابوسلیمان دارانی قدس سرہ فرماتے ہیں اکثر قوم (صوفیہ) کے نکتوں میں سے کوئی نکتہ میرے دل سے اتار رہتا ہے تو میں اس کو دو عادل گوہوں یعنی کتاب و سنت کے بغیر قبول نہیں کرتا۔ — حدیث شریف

۱۸۵

آج کے کسب عدنی لوگ دوزخوں کے گتے ہیں۔ اور نیز (حدیث شریف میں) آیا کہ جس شخص نے کسی بدعت پر عمل کیا، شیطان عبادت میں اس کے ساتھ تھلیہ کرتا ہے اور اس پر خشوع و گریہ طاری کر دیتا ہے اور نیز حدیث میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ صاحب بدعت کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز، نہ صدقہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ کوئی اور فرض اور نہ کوئی نفل قبول کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اسلام سے خارج ہو جائے جیسا کہ روئے آئے سے بال نکل جاتا ہے۔ شیخ علی بن بکر قدس سرہ نے معراج الہدایہ میں فرمایا کہ تو اس کو حق جان لے اور سچی سمجھ لے کہ ہر انسان کا حسن و کمال و ذہنیت و جمال تمام امور میں بجا باظاہر باطن اصول و فروع، عقل و فعل، عادت و عبادت، اخلاق و اطوار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا مل اتباع میں ہے کیونکہ تمام سعادتیں سنت کے اتباع یعنی باخلاص کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور امر کے بجالانے خوف کو ملحوظ رکھتے ہوئے منہیات کو برا جاننے (یعنی ان سے بچنے) میں ہیں بلکہ اپنے تمام افعال و احوال و کلمات و سکنت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نقوش قدم پر چلنے میں ہیں یہاں تک کہ اس کو شریعت کی لگام دی جائے اور قلب میں حقیقت کے حقائق جلوہ نہما ہوں اور یہ بات اس کے لئے

حاصل نہیں ہوتی کہ بری عادتوں سے سنت کے قانون کے مطابق قلب کی صفائی کی جائے اور ذکر و تلاوت و معرفت اور اچھے اخلاق کے ساتھ اس (قلب) کو منور کیا جائے اور اس میں اس طرح اعتدال پیدا کیا جائے کہ اعضاء کی تمام حرکات اعتدال کے طریقہ پر جاری ہوں یہاں تک کہ اس میں ان (امور) کے ساتھ اعتدال کی ہیئت پیدا ہو جائے و حقائق کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے اور عنایاتِ الہی کی ہوا کے جھونکوں کی صلاحیت پیدا کر لے جو کما حسن طریق کے سلوک کے لئے مخصوص ہیں۔ یہ ہے جو انھوں نے کہا ہے، اور اگر کوئی گناہ واقع ہو جائے تو توجہ جلدی اس کا تدارک توبہ و استغفار کے ساتھ کر، پوشیدہ گناہ کے لئے توبہ پوشیدہ کر اور علانیہ گناہ کے لئے توبہ علانیہ کر اور توبہ کو دوسرے وقت پر نہ رکھ۔ اور منقول ہے کہ کرانا کا تین (اعمال لکھنے والے فرشتے) گناہ کے لکھنے میں تین ساعت تک توقف کرتے ہیں، اگر گناہ کرنے والے نے اس عرصہ میں توبہ کر لی تو وہ اس گناہ کو نہیں لکھتے ورنہ نامہ اعمال میں درج کر دیتے ہیں۔

جعفر بن سنان قدس سرہ فرماتے ہیں جس گناہ کا توبہ نے ارتکاب کیا ہے اس سے توبہ کرنے سے تیرا غفلت کرنا اُس کے ارتکاب سے زیادہ بُرا ہے اور اگر اس قدر جلدی سے توبہ میرتہ ہو تو غرغره (موت کے وقت حلق سے نکلنے والی آواز کا معاملہ پیچھے سے پہلے پہلے جب بھی توبہ کر لے مقبول ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا ہاتھ دروازہ فرماتا ہے تاکہ دن کے وقت گناہ کرنے والے کی توبہ قبول کرے اور دن کے وقت اپنا ہاتھ دروازہ فرماتا ہے تاکہ رات کے وقت گناہ کرنے والے کی توبہ قبول کرے۔ چاہئے کہ پرہیزگاری و تقویٰ کو اپنا شعار بنائے، ممنوعات و مشبہات میں قدم نہ رکھے کیونکہ اس راستہ میں منہیات کے ارتکاب سے پہلے اُن سے باز رہنا اور اہم کو بجالانا ترقی بخشنے اور فائدہ دینے والا ہے۔

— ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ نیک اعمال ہر نیک و ببادی کرتا ہے لیکن گناہوں سے صدیق ہی بچتا ہے۔

(حضرت) معروف کرخی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ تم اپنی آنکھوں کو بند رکھو اگر جہاں ایک مادہ بکری ہو۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ کل (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ کے جلس میں وہ لوگ ہیں جو دنیا میں پرہیزگاری اور زہد کرنے والے ہیں۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ پرہیزگار آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا مقبول ہے اور نماز پرہیزگار آدمی کی طرف ہر یہ بھیجا مقبول ہے اور پرہیزگار آدمی کے ساتھ بیٹھا عبادت ہے اور اس کے ساتھ بات چیت کرنا نیکی ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ پرہیزگار آدمی کی دو رکعت مختلطہ گنہگاروں کو

کرنے والا یعنی غیر متقی) کی ہزار رکعت سے افضل ہیں، اور جس امر میں کہ تیرا دل توقف کرے تو اس کو چھوڑ دے اور اس کا مرتکب نہ ہو، اور نفس کے فتویٰ پر متپہل اور تردد والے امور میں دل کو مفتی بنا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس کو سکون نہ ہو اور قلب کو اس کی طرف اطمینان ہو اور گناہ وہ ہے جس کی طرف

جس کی طرف نفس کو سکون ہو اور قلب کو اس کی طرف اطمینان نہ ہو اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں۔ اور حدیث شریف میں آیات حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے پس تو اس چیز کو جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کے لئے چھوڑ دے جو تجھے شک میں نہ ڈالے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ شک آجائے اور دل توقف کرے اس کو چھوڑ دینا چاہئے اور اگر شک نہ آئے تو اس کا (از کتاب معاف ہے۔ حدیث شریف میں آیات حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں حلال کر دیا ہے اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کر دیا ہے اور جس سے سکوت فرمایا وہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو معاف کر دیا گیا ہے جو شخص کہ مشتبہ امور میں مبتلا ہو جائے اس کے لئے تیز کا دو سرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کو اپنے سینہ یا دل پر رکھے اگر (اس کو) ساکن پائے تو اس امر پر عمل کرے اور اگر مضطرب پائے تو اپنے آپ کو اس سے باز رکھے۔ حدیث نبوی علی مصدر ہا الصلوٰۃ والسلام میں آیات ہے کہ تیرا نفس تجھ کو فتویٰ دیتا ہے تو اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ پس بیشک وہ حلال کے متعلق سکون حاصل کرے گا اور حرام کے متعلق اضطراب پائے گا، تو اس چیز کو جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کے لئے چھوڑ دے جو تجھے شک میں نہ ڈالے اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں، بیشک مومن وغیرہ گناہ کو اس خوف سے چھوڑ دیتا ہے کہ بلا وہ کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ اور دوسری روایت میں آیات ہے کہ تو اپنا ہاتھ اپنے دل پر رکھ پس بیشک دل حلال کے متعلق سکون پائے گا۔

اپنی تمام معاملات و عبادات کو قابلِ تہمت جانے اور اپنے آپ کو اس کا حق ادا کرنے سے قاصر سمجھے۔

ابو محمد بن سنان قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر قسم کی عبادات میں پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُتَّقِينَ وَالْمُتَّعِفِينَ بِالْأَمْسَارِ

[وہ لوگ صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، عاجزی کرنے والے، خرچ کرنے والے اور خیر شب میں گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں]۔ (اس آیت کریمہ میں) اللہ تعالیٰ نے تمام مقامات کو استغفار کے مقام پر ختم فرمایا ہے تاکہ بندہ اپنے تمام افعال و احوال میں اپنا قصور دیکھے پس اس کو چاہئے کہ ان سب افعال کی معافی طلب کرے۔ (حضرت) جعفر بن سنان قدس سرہ فرماتے ہیں کہ عبادت گزاروں کا اپنی عبادت کی وجہ سے گنہگاروں پر تکبر کرنا ان کے گناہوں سے زیادہ بُرا اور ضرر رساں ہے۔ لوگوں نے حضرت تشریح قدس سرہ کو رمضان المبارک کے عشرِ ثانی میں جامع مسجد کے باہر دیکھا پس ان سے کہا گیا کہ وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو مسجد سے نکالا؟ آپ نے فرمایا: قرآن اور ان کے پاس ان کی عبادت کی تعظیم کے شاہدہ نے۔

اور اگر اپنی اولیٰ اپنے اہل و عیال کی روزی کے لئے کوئی کسب مثلاً تجارت وغیرہ اختیار کرے تو کوئی مضائقہ

ہیں ہے بلکہ مستحسن ہے کیونکہ سلف نے اس کو اختیار کیا ہے اور احادیث میں کسب کے فضائل بکثرت ہیں اور اگر توکل اختیار کرے تو یہ بھی اچھا ہے لیکن بشرطیکہ کسی سے طبع نہ رکھتا ہو۔ محمد بن سالم سے ایک شخص نے پوچھا کیا ہم کسب کے ساتھ بندگی میں لئے جاتے ہیں یا توکل کے ساتھ؟ تو انہوں نے فرمایا "توکل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال ہے اور کسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے اور بیشک کسب اس شخص کے لئے سنت ہے جس کو توکل کی حالت سے کمزوری لاحق ہو جائے اور کمال کے اس درجہ سے گریئے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال ہے پس جو شخص توکل کی طاقت رکھتا ہے اس کے لئے کسب مباح نہیں ہے لیکن وہ کسب معاونت کرے کسب اعتماد نہ کرے، اور جو شخص توکل کے اس حال سے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال ہے کمزور ہو جائے اس کے لئے معاش و کسب کا طلب کرنا مباح کر دیا گیا ہے تاکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے درجہ سے نہ گریئے جیسا کہ وہ آپ کے حال سے گریا ہے۔ ابو محمد بن منازل فرماتے ہیں کسب کے ساتھ تعویض رسول اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اس (کسب) کے اس (تعویض) سے خالی ہونے سے بہتر ہے، اور کھانا کھانے میں اعتدال کا خیال رکھے نہ اس قدر کھائے کہ عبادت میں سستی پیدا ہو اور بے مزہ کرے اور نہ اس قدر کمی کرے کہ اذکار و طاعات سے عاجز رہ جائے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا "اچھی غذا کھا اور کام کو اچھی طرح مختصر یہ کہ مدار عبادت پر ہے جس قدر (خوراک) کہ اس کی مددگار ہے مبارک ہے اور جو چیز اس معاملہ میں خلل ڈالنے والی ہے منع ہے اور جن افعال و حرکات کا قصد کرے ان سب میں نیت کو ملحوظ رکھے کسی بھی کام میں جب تک اچھی نیت حاصل نہ ہو جہاں تک ممکن ہو پیش قدمی نہ کرے اور گوشہ نشینی و خاموشی کی طرف راغب رہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حکمت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے گوشہ نشینی ہیں ہیں اور ان میں سے ایک خاموشی میں ہے اور لوگوں کے ساتھ میل جول ضرورت کے مطابق رکھے اور تمام اوقات کو مراقبہ و اذکار میں بسر کرے، کام کرنے کا وقت ہے صحبت رکھنے مجلس قائم کرنے کا وقت آگے آنے والا ہے، سوائے اس صحبت کے جو فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کے لئے ہو کہ وہ محمود بلکہ ضروری اور اسی طرح اہل طریقہ کے ساتھ صحبت رکھنا بھی ایک دوسرے میں فانی ہونے اور بیکاریا میں درمیان میں لڑنے کی شرط کے ساتھ مستحسن بلکہ بعض اوقات میں گوشہ نشینی سے افضل ہے اور طریقہ کے مخالف کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہئے اور ہر نیک و بد کے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے، باطن خواہ (اس سے) خوش و باخوش ہو، اور جو شخص عذر کے ساتھ پیش آئے اس کا عذر قبول کرے اور اچھا اخلاق رکھے کسی پر اعتراض نہ کرے، ہر ہرگز اور نرم و مناسب بات کہے اور خدائے عزوجل کے (حق) کے علاوہ

کسی شخص کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے — شیخ عبداللہ ربانی قدس سرہ نے کہا ہے کہ درویشی نہ نماز و روزہ ہے اور نہ راتوں کو جاگنا ہے، یہ تو سب بندگی کے اسباب ہیں درویشی کسی کو ریخ نہ پہچاتا ہے اگر تو یہ حاصل کر لے تو واصل ہو جائے — لوگوں نے محمد بن سالم (رحمہ اللہ) سے پوچھا مخلوق میں سے اولیاء اللہ کو کس چیز سے پہچانا جاتا ہے انہوں نے فرمایا ان کی زبان کی نرمی، حسن اخلاق، کشادہ روی، سخاوتِ نفس، قلتِ اعتراض، عذروالوں کا عذر قبول کرنے اور تمام مخلوق پر خواہ وہ نیک ہوں یا بد، کامل شفقت سے (پہچانا جاتا ہے) — ابو عبداللہ احمد مقری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ”جو امر دی یہ ہے کہ جس شخص سے تو بغض رکھتا ہے اس کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئے اور جسے تو ناپسند کرتا ہے اس کے لئے مال خرچ کرے اور جس شخص سے تیرا دل نفرت کرتا ہے اس کے ساتھ خوب میل جول رکھے“ اور بات کرنے میں کم لوں کو ملحوظ رکھنا چاہئے اور زیادہ سونا اور زیادہ ہنسنا نہیں چاہئے کہ یہ (یہ) دل کو مردہ کرتا ہے اور اپنے تمام امور کو حق تعالیٰ کے سپرد کر دے اور خود بندگی میں مستغرق رہے تاکہ تو امور کی تدبیر سے فارغ رہے — اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے کیا اچھا فرمایا ہے کہ دنیا کی ہر حاجت کا حصول اس کا ترک ہے اور جب تیرا دل ایک (اللہ تعالیٰ کی) جانب ہو گیا وہ تیرے تمام امور کو کفایت کرے گا — حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنی فکروں کو ایک فکر (اللہ کی یاد) بتالیا اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت کی فکروں کے لئے کافی ہو گا اور نیز اپنے بندوں کو تجھ پر مہربان کر دے گا تاکہ وہ تیرے کاموں کو درست کریں — یہی معاذ رازی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ تو جس قدر اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا مخلوق اسی قدر تجھ سے محبت کرے گی اور تو جس قدر اللہ تعالیٰ سے خوف کرے گا مخلوق اسی قدر تجھ سے خوف کرے گی اور تو جس قدر اللہ عزوجل کے ساتھ مشغول رہے گا مخلوق اسی قدر تیرے کام میں مشغول رہے گی — اور نیز اسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی سے خوش ہوا، اشیاء اس کی خدمت سے خوش ہوئیں اور جس کی آنکھ کی ٹھنڈک اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے نام اشیاء کی آنکھوں کی ٹھنڈک اس کی طرف دیکھنے سے ہے مختصر یہ کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے لئے رہ و رتہ مت رہ اور اپنے نفس کی تدبیر میں مشغول مت ہو اور پروردگار کے فضل پر اعتماد کرنے کے علاوہ سی پر اعتماد نہ کر — ابو محمد راشی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تیرے اور حق (جہل و علا) کے درمیان بہت بڑا حجاب تیرا اپنے نفس کی تدبیر میں مشغول ہونا اور تیرا اپنے اسباب میں اپنے جیسے عاجز پر بھروسہ کرنا ہے، صوفی اسی وقت صوفی بتاتا ہے جبہ زہین اس کو برداشت نہ کرے اور آسمان اس کو سایہ نہ کرے اور اس کے لئے مخلوق کے نزدیک قبولیت نہ ہو اور تمام احوال میں اس کا مرجع خالق تبارک (و تعالیٰ) کی طرف ہو، اہل دعیال کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے

اور میل جول بقدر ضرورت رکھنا چاہئے تاکہ اُن کا حق ادا ہو جائے اور ان کے ساتھ کامل اُنس پیدا نہیں کرنا چاہئے تاکہ بارگاہ مقدس سے اوگر دانی کا باعث نہ ہو جائے اور باطنی احوال کو نا اہل سے بیان نہیں کرنا چاہئے اور جہان تک ممکن ہو یا اوروں کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہئے اور تمام حالات میں منت کو اختیار کرنا چاہئے اور حتی الامکان بدعت سے بچنا چاہئے اور بسط (احوال و واردات کی کثرت) کے زمانہ میں حدودِ شرعیہ کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا چاہئے اور حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے اور قبض (احوال و واردات کی بندش) کے وقت پر امید رہنا چاہئے، رنجیدہ و مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ **فَاتَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا** [پس بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے] سختی اور تنگی میں ارادہ کرے کہ یکساں رہے اور وجود عدم (کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کی حالت) میں ایک ہی روش پر رہے بلکہ عدم میں راحت پائے اور وجود میں مضطرب رہے۔ لوگوں نے ابو سعید خدریؓ سے فرمایا کہ تم نے قرآن کے اخلاق کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا کہ "قرآن کا اخلاق فقر (افلاس) کے وقت سکون اور وجود (فراخی) کے وقت اضطراب اور غموں کے ساتھ اُنس اور خوشیوں کے وقت وحشت ہے۔" اور صاحب ہیں نہ گھبرائے اور لوگوں کے عیبوں پر نظر نہ کرے اور اپنے عیبوں کو ہمیشہ نگاہ میں رکھے اور اپنے آپ کو کسی مسلمان پر فضیلت نہ دے اور سب کو اپنے سے افضل جانے۔ (حضرت) سری سقلیؓ سے فرمایا ہے کہ مجھ کو کسی شخص پر فضیلت نہیں ہے اُن سے کہا گیا کہ کیا تمہنوں پر بھی نہیں ہے تو فرمایا اور تمہنوں پر بھی نہیں ہے۔ اور مسلمان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ میرے کام کا اہل باس کی ذات کی برکت اور دعائے ہو سکتا ہے، اور اہل حقوق کا پابند رہے۔ اہل اشرک کے کلام میں آیا ہے کہ "بیشک مومن صاحب حق کے لئے پابند ہے اکھریثاً۔" اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے تین چیزوں سے ناک بھوں نہیں چڑھائی تو وہ سچا مومن ہے، اہل و عیال کی خدمت، فقراء کے ساتھ بیٹھنا اور خادم کے ساتھ کھانا، یہ افعال اُن مومنین کی نشانیوں میں سے ہیں جن کی سفت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہے، **اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا** [وہی لوگ مومن ہیں] اور اسلاف کی سیرتوں کو ہر وقت ملحوظ رکھے اور غربا، فقرا و مساکین کی صحبت کی طرف راجع رہے اور کسی شخص کی غیبت نہ کرے بلکہ غیبت کرنے والے کو حتی الامکان منع کرے اور شکی کا کرنے اور برائی سے روکنے کو اپنا شیوہ بنالے اور مال خرچ کرنے پر جریں رہے اور نیکیوں کے ادا کرنے سے مرہوا کرے اور برائیوں کے ارتکاب سے دور رہے۔ لوگوں نے محمد بن علیانؓ سے فرمایا کہ پوچھا کہ یہ سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامات کیا ہیں انہوں نے فرمایا عبادات میں اس کو سرور حاصل ہونا اور

۹۲
۶۹۵۹۲
۶۹۵

گناہوں سے اس کو گرائی ہوتا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کو کسی گناہ نے غمگین کیا اور کسی نیکی نے خوش کیا تو وہ تو مومن ہے اور افلاس کے خوف سے بخل نہ کرے، الشیطان یعدکم الفقر ویأمرکم بالفحشاء [شیطان تم سے افلاس کا وعدہ کرتا ہے اور تم کو برائیوں کا امر کرتا ہے] روزی کی مکتوبہ سے غمگین نہ ہو۔ کیونکہ عیش کا وقت آگے آنے والا ہے، اللهم ان العیش عیش الآخرة لے اشد ایشک عیش تو آخرت کا عیش ہے [اس جگہ دنیا کی تنگی وہاں (آخرت) کی فراخی کا باعث ہے۔ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کا رزق قلیل اور کنبہ کثیر مواد کی نماز اچھی طرح ادا ہوئی اور اس نے مسلمانوں کی غیبت نہیں کی تو قیامت کے روز وہ اس حال میں لے گا کہ میرے ساتھ دو (انگلیوں) کی طرح ہوگا۔ اور نیز آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو حج کرتے ہوئے مرا اور جس نے غازی ہو کر صبح کی، ایسا شخص جس کا حال (لوگوں پر) پوشیدہ ہو، عیان دار ہو، پاکباز ہو، تھوڑی سی دنیا پر قانع ہو، ادا والوں کے پاس ہنستے ہوئے جاتا ہو اور ان کے پاس سے ہنستا ہو اور اپس آتا ہو۔ پس اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ وہی لوگ ہیں جو حاجی ہیں اور غازی ہیں، اور فقرا اور دینی بھائیوں کی خدمت کرنے میں اپنے آپ کو باز نہیں رکھتا چاہئے۔ غلڈی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ شرفا کی کوشش اپنے بھائیوں کے لئے ہے نہ کہ اپنی ذات کے لئے۔ ابو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دوستوں میں سے ایک دوست میرا مہمان ہوا، اتفاق سے اس کو پیٹ ری (اسہال) لاحق ہو گئی اور میں نے اس کی خدمت کو اپنے ذمہ لیا اور میں اس کی خدمت کرتا تھا اور انتہت (تھال) اس کے سامنے رکھا تا تھا ایک دفعہ مجھ کو اونگھ آگئی اس نے مجھ سے کہا لعنک اللہ یعنی تو سو گیا خدائے تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے، لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ جس وقت اس نے لعنک اللہ [اللہ تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے] کہا تو نے اپنے نفس کو کیسا پایا۔ میں نے کہا کہ میں نے ایسا پایا نے مجھ کو وحک اللہ [اللہ تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے] کہا ہے۔ اور جس حال کو تو نہیں پہنچا ہے بلا وجہ اس کو نہ کر۔ ابو عمر زجاجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایسے حال کے بارے میں جس تک وہ نہیں پہنچا ہے تو اس کا کلام فتنہ ہے پس جو شخص اس کو سنتا ہے اور دعویٰ اس کے پیدا ہوتا ہے وہ اس حال کی طرف پہنچے اور اس تک وصول سے محروم رہتا ہے۔ اور صوفیہ کی آداب کے ساتھ کرتا کہ تو ان کی برکات سے بہرہ ور ہو جائے، الطريقة کلھا ادب [طریقت تمام] یہ مقولہ آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب خدائے تعالیٰ تک نہیں پہنچا ہے، ارادہ ہے کہ اس خدائی ہے بے تعلو جملہ و تشدید ذال معجز لغات حاشیہ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔

۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔

بزرگ گروہ کے بعض آداب علیحدہ کاغذ پر لکھو، ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اس بارے میں ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے اور پیر کے بعض ضروری آداب اس میں درج فرماتے ہیں اگر مل جائے تو اس کا مطالعہ کریں۔ مختصر یہ ہے کہ بیچ و بے نفس ہو کر ان (بزرگوں) کی خدمت میں پوری طرح پیش قدمی کرے ورنہ ان بزرگوں کی ہم نشینی کی ہوس نہ کرے کیونکہ اس صورت میں ضرر کا احتمال غالب ہے اور نفع موقوف ہے۔ ابو بکر بن سعدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے من صحب الصوفیۃ فلیصعبہم بہ بلا نفس ولا قلب ولا ملک فمقی نظرالی شی من اشیائہ مقطوعہ ذلک عن بلوغ مقصدہ یعنی جو شخص صوفیہ کی صحبت کو اختیار کرے تو اس کو چاہئے کہ بے نفس و بے قلب اور بے ملکیت ہو کر ان کی صحبت اختیار کرے پس جب اپنی چیزوں میں سے کسی چیز کی طرف نظر کیا ہے تو وہ اس کو مطلوب تک پہنچنے سے روک دیتی ہے اور حق بنی و علانی طلب میں اپنے آپ کو آرام مت دے اور بے چین رہ۔ ابو بکر طستانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آ گیا تو تصوف نہیں رہا۔ محب کو محبوب کے بغیر آرام اور ماسول کے ساتھ انس و الفت نہیں ہے اور ہمیشہ اس کے باطن میں یہ آواز نکلتی ہے کہ

بچ مشغول کتم دیدہ و دل را کہ مدام دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

۱۹۱

(میں آنکھ اور دل کو کس چیز میں مشغول کروں کہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے) مرید کو اس صفت کا ہونا چاہئے جو کہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے: حَتَّىٰ اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَا يَمْلِكُوْا لَیْسَ لَہٗ اِلَّا الْیَسْرُ [یسانک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان پر ان کی اپنی جانیں تنگ ہو گئیں اور انہوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ سے سوائے اسی کی طرف رجوع کرنے کے کوئی جگہ پناہ نہیں] جب اس کی تشنگی اس درجہ کو پہنچ جائے اور اناروئے زمین فراخ ہونے کے باوجود اس پر تنگ و ناریک ہو جائے تو امید ہے کہ رحمت کا سمندر جوش میں آئے اور اس گھربار و ساز و سامان ہربار کرنے والے عاشق کو اس سے وارفتہ کر دے اور اپنی وحدت کے خلوت خانے میں جگہ دیدے۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان گرا تر سیدیم تو شاید برسی

(ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانہ کی نشان دہی کر دی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو پہنچ جائے)

آپ دوستوں سے اس مسکین کی التماس یہ ہے کہ اس فرقت زدہ گنہگار کو اپنی مقبول دعاؤں سے فراموش نہ کریں اور اس تعالیٰ کے کریم عام سے درخواست کریں کہ یہ گنہگار تباہ کار قیامت کے روز رحمت کئے ہوئے گنہگاروں کی قطار میں داخل ہو جائے۔

۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔ ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰۔ ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۲۔ ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴۔ ۱۴۵۵۔ ۱۴۵۶۔ ۱۴۵۷۔ ۱۴۵۸۔ ۱۴۵۹۔ ۱۴۶۰۔ ۱۴۶۱۔ ۱۴۶

کہا ماد کجا زنجیر زلفش عجب دیوانگی اندر سراقناد

[کہاں بہا اور کہاں اس کی زلف کی زنجیر، سر میں ایک عجیب دیوانگی پیدا ہو گئی ہے۔]

مستحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين [آپ کا رب بڑی عزت والا ہے ان باتوں کی پاک ہی ہو۔ کافر، لوگ بیان کرتے ہیں اور رسولوں پر سلام ہو اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے]

مکتوب ۱۱۱

محمد حسین کابلی کے نام اور دہ شریف کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

محمدؐ و نصلی علیہ وسلم (رسولہ الکریم) اللہ تعالیٰ شریعت عالیہ و سنت منورہ کے طریقہ پر استقامت عطا فرما کر باطنی ترقیات کے ساتھ مغز زرد کے میرے مخدوم! اس عالم فانی میں خوشگوار نعمت تشنگی اور انتظار ہے اور شوق احدیت کی آگ کی شعلہ زنی اور موت کی طلب میں درد و غم اور بے چینی ہے، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ یہ شوق اور غم سعادت کا سرمایہ ہے اور یہ اضطراب اور سوز حصول کا سرچشمہ ہے۔ مصرع

بارد بساز چوں دوائے تو منم [جگہ تیری دوا میں ہوں تو درد کے ساتھ موافقت کر]

انسان کو موجودات پر فضیلت عشق و درد کی وجہ سے ہے۔ مصرع

درد بلا جز آدمی در خورد نیست [درد کے لائق آدمی کے سوا کوئی نہیں ہے]

آدمی جس قدر زیادہ درد و محبت کا مورد ہوگا معیت و قرب میں (اسی قدر) زیادہ کامل ہوگا المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] معیت کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرتے دیتی کہ محب صادق کو نصیب ہو، ولنت الخالق الوری [اور احسان خالق کائنات کا ہے] والسلام علی من اتبع الهدی۔

مکتوب ۱۱۲

محمد میرک گرزبدر کے نام اوقات کو معور رکھنے کا شوق دلانے اور پیرہنگاری و تقویٰ پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة و ارسال تسلیات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے نقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور

اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے محذوم! یہ چند روزہ زندگی بہت غنیمت ہے چاہئے کہ اہم امور میں صرف ہو اور (امور کی) اہمیت لوگوں کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے، بندی کے لئے کوئی امر مناسب ہے اور متوسط کیلئے کوئی امر اور تہی کے لئے کوئی دوسرا امر، اگر ان تینوں امور میں سے کوئی امر بے موقع بجا لایا جائے تو معطلی و بیکاری میں داخل ہے اور نہ اہل کار کے اعمال میں داخل ہے نہ مقررین کے اعمال میں، وقت و حال کے مطابق مشغول رہیں اور ترقیات کے دروازوں کو کھلا رکھیں اور توشہ آخرت کو مولا سے حقیقی صل شانہ کی خوشنودی کے لئے تیار کریں، وَتَسْتَظِرُّ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (اور ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اُس نے کل (قیامت) کے لئے کیا بھجوا ہے) اور سبکا بہتر توشہ (زادراہ) پر سبزگاری و تقویٰ ہے، گناہوں سے بچنے کے مقابلہ میں نیک اعمال کا بجالانا نفس پر زیادہ آسان ہے اور ہر وہ عمل جو نفس پر زیادہ شاق ہے اس کا اجر کئی گنا زیادہ ہے، پر سبزگاری کے برابر کائنات کی کوئی چیز نہیں ہے۔ سی بزرگ نے کہا ہے کہ اعمال خیر سب ہی نیک و بد آدمی کرتے ہیں اور گناہوں سے صرف صدیق ہی بچتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کل (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ کے ہم نشین وہ ہوں گے جو دنیا میں اہل ورع و زہد ہیں (ابن لال عن سلمان)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ پر سبزگاری آدمی کی دو رکعت نماز، مخلط (غیر مستقی) کی ہزار رکعت سے بہتر ہے (قرعن انس)۔ اور نیز آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پر سبزگاری کے پیچھے نماز مقبول ہے، اور پر سبزگاری کی طرف ہدیہ بھجوانا مقبول ہے اور پر سبزگاری کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے اور اس کے ساتھ مذاکرہ کرنا صدقہ (نیکی) ہے (قرعن البراء)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ مومن گناہ صغیرہ کو اس خوف سے چھوڑ دیتا ہے کہ گناہ کبیرہ میں مبتلا نہ ہو جائے (الحکیم عن عثمان بن عطاء عن ابیہر سلا)۔ دونوں سلامتی خاتمہ کی دعا کی تہنیک جاتی ہے (س)

مکتوب ۱۱۳

ماہ جیو کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى! اما بعد، ہمیشہ عقیقہ نے اس ناکارہ سے درخواست کی ہے کہ اس طریقہ عالیہ کے ذکر اور باطنی شغل کا طریقہ احاطہ تحریر میں لائے۔ درخواست کو قبول کرتے ہوئے لکھا جاتا ہے، غور سے سنیں کہ باطنی شغل ہمارے طریقہ میں چند قسم کا ہے۔ قسم اول ذکر اسم ذات ہے اور اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کو چاہئے کہ اپنی زبان کو تالو سے لگالے اور پوری توجہ

کیساتھ قلبِ صنوبری کی طرف توجہ ہو جائے جبکہ بائیں پہلو میں واقع ہے اور یہ قلبِ صنوبری قلبِ حقیقی کا آئینہ ہے جو کہ عالمِ امر سے ہے اور اس کو حقیقتِ جامعہ بھی کہتے ہیں اور لفظ مبارک اللہ کو دل میں خیال کے طور پر گزارے اور دل کی زبان سے اس بزرگ لفظ کو دل کی صورت کا تصور کے بغیر کہے اور سانس کو نہ روکے اور ذکر کہنے میں زبان کو کسی طرح کا دخل نہ دے، سانس حسب معمول آتا رہے اور لفظ مبارک اللہ سے بے مثل ذات مراد لے اور اس کی کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھے تاکہ ذات کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ آجائے اور تمیزیہ سے تشبیہ کی طرف مائل نہ ہو جائے۔

جاننا چاہئے کہ جس طرح قلب بائیں ہاتھ کی جانب سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ اوپر بیان تو (لطیفہ) روح دائیں ہاتھ (کی جانب) سے تعلق رکھتا ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور سینہ کا درمیانی حصہ ستر و خفی و اخفی کا مقام ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور نفس و حواس باطنہ کی جگہ دماغ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور جب ذکر غالب آجاتا ہے تو تمام بدن کا احاطہ کر لیتا ہے اور بدن کا ہر جزو دل کی طرح دائرہ ہو جاتا ہے اور اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں، طالب کو چاہئے کہ ذکر پر اسقدر ہمیشگی کرے کہ ذکر و حضور دل کا ملکہ ہو جائے اور اس کی صفت لازمہ بن جائے جیسا کہ سنا، قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ بصرہ کی صفت ہے چنانچہ اگر ذکر و حضور کو تکلف کے ساتھ بھی دل سے دور کرے تو دور نہ ہو۔

قسم دوم، ذکر نفی و اثبات یعنی لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگائے اور سانس کو ناف کے نیچے روکے اور کلمہ لا کو ناف سے کھینچے اور سر کے وسط تک پہنچے اور الہ و وسطا سر سے دائیں کندھے پر لائے اور الا اللہ کو دائیں کندھے سے دلِ صنوبری پر جو بائیں پہلو میں واقع ہے لائے، اس مجموعہ کا نقش لائے معکوس کی صورت پر (۸) ہو جاتا ہے اور ان کلمات کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک لے جانا خیال کے ساتھ ہونا چاہئے اور اعضا اور سانس کو حرکت نہ دے اور سانس ناف کے نیچے رُک رہے، اور سانس کو جب تک روک سکے اس کلمہ کو کہتا رہے لیکن ہر سانس میں طاق عدد کے جفت نہ لے

اسی لئے اس ذکر کو قوتِ عددی کہتے ہیں اور جب سانس میں تنگی محسوس ہو اس کو چھوڑ دے اس کے بعد پھر سانس روکے اور سابق طریقوں کے مطابق ذکر بند کر کے پھر اسی طرح کرے پھر اسی طرح کرے اور پھر اسی طرح کرے اور اس کلمہ کے معنی کو اس طرح تصور کرے کہ ذات پاک (اللہ تعالیٰ) کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے۔ اس ذکر کو اولاً حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی (قدس سرہ) کو جو کہ حضرات خواجگانِ قدس اسرار ہم کے میر سلسلہ میں تعلیم کیا ہے۔ حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خواجہ سے فرمایا کہ آپ پانی میں غوطہ لگائیں انھوں نے پانی میں ڈیکر تعلیم کیا شاید پانی میں غوطہ لگانا اسلئے ہوگا کہ سانس بے قرار رہے اور جسٹر کر

قسم سوم و قوف قلبی ہے اور یہ اس سے عبارت ہے کہ سالک ذکر کے بغیر دل کی طرف متوجہ و واقف رہے اور اس (دل) پر نگاہ رکھے تاکہ ماسوا کا خیال دل پر گزرنے کا راستہ بند ہو جائے اور پرگندگی خیال اس میں راہ نہ پائے اس کے بعد دل کو مطلوب حقیقی کی طرف توجہ پیدا ہو جائے گی کیونکہ دل کے حق میں بیکار رہنا منفقور ہے، جب ماسوا کا راستہ اس سے بند ہو جائے تو اس کے لئے بارگاہِ مقدس کی طرف متوجہ ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ دل کو دشمن سے خالی رکھ دو مست کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۹۵

قسم چارم مراقبہ ہے اور مراقبہ ترقب سے مشتق ہے اور وہ انتظار ہے پس مراقبہ مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی خواہش کو جمع کرنا ہے، اور مراقبہ کے ایک اور معنی (بھی) ہیں اور وہ ظاہر و باطن پر حق سبحانہ کے ہمیشہ مطلع ہونے پر بندہ کی نگاہی و علم ہے یعنی سالک تصور کرے کہ حق تعالیٰ ہمیشہ اس کے ظاہر و باطن پر مطلع ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ (سالک) مراقبہ سے وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے اور دلوں کی باتوں پر مطلع ہوتا اور باطن کا منور ہونا اور وسوسوں سے سکون اور دلوں کا دائمی قبول مراقبہ سے حاصل ہوتا ہے۔

قسم پنجم رابطہ ہے (یعنی) دل میں پیر کی صورت کا تصور کرے، بزرگوں نے کہا ہے

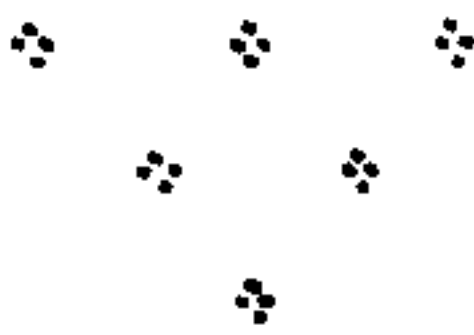
سایہ رہبر باست از ذکر حق [رہبر پیر کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے]

یعنی پیر کی صورت کو ذہن میں رکھنا مرید کیلئے ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ پیر مرید کے لئے حق سبحانہ کی بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے پس مرید پیر کے ساتھ مناسبت کے جقدر زیادہ اسباب رکھتا ہوگا اس کے باطن جی قدر زیادہ فیض اخذ کرے گا اور بہت جلد طلب کو پہنچ جائیگا مرید کو چاہئے کہ اول پیر میں فنا (فانی الشیخ) ہو جائے اس کے بعد وہ فانی اللہ کو پہنچے گا۔

زاں روئے کہ چشم تست احول معبود تو پیر تست اول

[کیونکہ تیری آنکھ احول (یعنی پیر) کی طرف دیکھنے والی ہے اس لئے تیرا پہلا معبود تیرا پیر ہے]

اور رابطہ کے طریقے سے پیر میں فنا (فانی الشیخ) حاصل ہوتی ہے اور نیز پیر کی محبت اور اس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کی متابعت اس معنی (فانی الشیخ) کو قوت دینے والی اور پیر کے ساتھ مناسبت اور پیر میں فتائیت کے حصول کا ذریعہ ہیں۔



مکتوبات

فضائل مآب مولانا بدرالدین کے نام مزید بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰہُ جان لیں کہ ہمارے طریقہ میں باطنی شغل چند قسم کا ہے: اوّل ذکر اسم ذات ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ طالب اپنی زبان کو تالو سے لگالے اور پوری کوشش کے ساتھ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو جائے جو کہ بائیں پہلو میں واقع ہے اور وہ قلب حقیقی کا مکان ہے جو کہ عالم امر سے ہے اس کو حقیقت جامعہ کہا جاتا ہے اور لفظ مبارک اللہ کو دل میں گزائے، و تاں فی زبان اس بزرگ لفظ کو دوا کی صورت میں تصور کئے بغیر کہے اور سانس ترو کے کیونکہ اس ذکر میں سانس کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ سانس کو اپنی حالت پر جاری رہنے دے اور لفظ مبارک اللہ سے ذات محض (یعنی ہر اولے) یعنی اس لفظ مبارک سے ذات کے ساتھ صفات میں سے کوئی صفت ملحوظ نہ کیے تاکہ ذات کی بلندی سے صفات کی پستی کی طرف نہ آجائے اور تشریح سے تشبیہ کی طرف مائل نہ ہو جائے۔ جان لیں کہ جس طرح قلب کا تعلق بائیں جانب کے ساتھ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے پس (اسی طرح) روح کا تعلق دائیں جانب کے ساتھ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور درمیان میں جو کہ بروحی و اخقی کی جگہ ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور نفس و جو اس باطن کا مقام دماغ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام اور ذکر ان چاروں مقامات سے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہوتا ہے اور جب ذکر پر ذکر کا غلبہ ہو جاتا ہے تو اس کے تمام بدن کو احاطہ کر لیتا ہے یہاں تک کہ بدن کے اجزائیں سے ہر تحریر اور اس کے بالوں میں سے ہر بال قلب کی مانند ذکر ہو جاتا ہے اور اس حالت کو سلطان الذکر سے موسوم کیا جاتا ہے، پھر طالب پر واجب ہے کہ ذکر پر بلاومت کرے یہاں تک کہ ذکر و حضور اس کے دل کا ملکہ بنے اس کی صفت لازمہ ہو جائے جیسا کہ سننا قوتِ سامع کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے یہاں تک کہ اگر ذکر و حضور کو تکلف کے ساتھ بھی دور کیا جائے تب بھی دور نہ ہو۔

اور دوم ذکر نفی و اثبات یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگالے جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور سانس کو ناف کے نیچے روکے، کلمہ لا کو ناف سے دماغ تک کھینچے اور کلمہ آلہ کو اُس (دماغ) سے دائیں کندھے تک لائے اور کلمہ الا اللہ کو اس (کندھے) سے قلب صنوبری پر ضرب کرے پس اس مجموعہ کا نقش لائے معکوس کی صورت میں (۱۰) ہو جائے گا اور کلمات مذکورہ ایک

مقام سے دوسرے مقام تک محض خیال کے ساتھ جاری کئے جائیں یہاں تک کہ ان میں اعضاء اور سانس کی حرکت کا دخل نہ ہو اور سانس ناف کے نیچے کارہے اور جب تک سانس روکا جائے کلمہ کے تکرار میں مشغول رہے اور ضروری ہے کہ ذکر کا عدد ہر سانس میں طاق ہو اور اسی لئے اس ذکر کو وقفِ عددی کہتے ہیں، پھر جب سانس میں تنگی محسوس ہو تو اس کو چھوڑ دے، اس کے بعد پھر سانس روکے اور سابقہ طریقہ کے مطابق ذکر کرے پھر اسی طرح کرے (اور پھر اسی طرح کرے)، اس کلمہ کے معنی کو اس طرح تصور کرے کہ ذاتِ مقدس کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے۔ پھر جان لے کہ ابتداءً اس ذکر کی تعلیم (حضرت) خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے (حضرت) خواجہ عبدالخالق غجدانی کو ہوئی ہے جو کہ خواجگانِ قدس مرہم کے سرسلسلہ میں، ان (حضرت) خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ ذکر یاد کور ان کو سکھایا تو فرمایا کہ پانی میں غوطہ لگائیں اور اس ذکر کے ساتھ مشغول ہوں گے یا کہ ان کو پانی میں غوطہ لگانے کا امر اس لئے کیا تاکہ سانس کو قرار حاصل ہو جائے اور حرکت و جنبش نہ ہو۔

سوم وقفِ قلبی ہے، اور یہ اس سے عبارت ہے کہ سالک ذکر کے بغیر اپنے قلب پر واقف اور اپنے دل پر متوجہ اور اس کی طرف نگاہیں رہے یہاں تک کہ اس پر مطلوب کے ماسوا کا خیال گزرنے کی راہ بند ہو جائے اور پراگندگی خیال کے لئے قلب کی طرف کوئی راستہ نہ رہے پس (اس سے) قلب میں مطلوب حقیقی کی طرف توجہ پیدا ہو جائے گی کیونکہ بیکار رہنا قلب کے حق میں مفقود ہے پس جب اس پر مطلوب کے ماسوا کا خیال گزرتا بند ہو گیا تو لازمی طور پر وہ مطلوب کی طرف متوجہ ہوگا، اور بعض اکابر نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ کہا ہے دل کو دشمنوں سے خالی رکھو پھر دوستوں کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔

چہارم مراقبہ ہے اور وہ ترقب سے مشتق ہے اور وہ (ترقب) انتظار ہے پس مراقبہ مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا ہے اور اس (مراقبہ) کے لئے ایک اور معنی (بھی) ہیں اور وہ ظاہر و باطن پر حق سبحانہ کے ہمیشہ مطلع ہونے پر بندہ کا علم و شعور ہے یعنی سالک تصور کرے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہری و باطنی احوال پر ہر وقت اور ہر جگہ مطلع ہے۔ شیخ اجل خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ سالک وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ تک پہنچا مراقبہ کے ساتھ ممکن ہے اور اس (مراقبہ) سے دلوں کی باتوں پر مطلع ہونا اور باطن کا منور ہونا اور وساوس سے سکون اور دلوں کا دائمی قبول حاصل ہونا۔ پنجم رابطہ ہے اور یہ دل میں شیخ (پیر) کی صورت کا تصور کرنے سے عبارت ہے فارسی میں کہا گیا ہے۔

ع سایہ رہبر است از ذکر حق (رہبر پیر) کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے [یعنی پیر کی صورت کو ذہن میں رکھنا مرید کے لئے ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ پیر (مرید کے لئے) حق سبحانہ کی

بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے پس شیخ (پیر) کے ساتھ مناسبت کے اسباب جس قدر زیادہ ہوں گے اس کے باطن سے فیوض کا اخذ کرنا اسی قدر زیادہ ہوگا اور وہ اپنے مطلب و مراد کو پہنچ جائے گا۔ پھر توجان لے کر مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ شیخ (پیر) میں فنا (فنائی الشیخ) ہو جائے یہاں تک کہ وہ فنا فی اللہ تک پہنچ جائے۔

زاں روئے کہ چشم تست احوال معبود تو پیر تست اول

[کیونکہ تیری آنکھ بھینگی ہے (اس لئے) تیرا پہلا معبود تیرا پیر ہے]

اور رابطہ کا طریقہ فنا فی الشیخ کے حصول کا ذریعہ ہے اور شیخ سے محبت اور اس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کی متابعت اس معنی (فنائی الشیخ) کو قوت دینے والی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکتوب ۱۱۵

۱۹۸

شیخ ولی محمد تہی (جہتی) کے نام وقائع کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، مکتوب مرغوب جو آپ نے اس مسکن کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مست بخش ہوا، آپ نے رابطہ کی نسبت کے دائمی ہونے کی بابت لکھا تھا اور (لکھا تھا کہ) "وقائع (حوال) میں اس طرف سے کچھ چیزیں اُس عزیز (آپ) کو پہنچتی ہیں اور نیز آپ نے واقع میں دیکھا ہے کہ لقمہ اُس کھانے میں گر پڑا اور نسبت ہو گیا الخ" اس جانب سے کمال مناسبت کی خبر دیتا ہے (اور) فیوض کے حصول اور اس کا راستہ کھلنے کی خبر دینے والا ہے اللہم زدنا لے اللہ! اور زیادہ فرما) اوقات کو اذکار و عبادات کی پابندی کے ساتھ معمور رکھیں اور قنایت کی صفت کے ساتھ اس بارگاہ قدس کی جانب دائمی توجہ کو ترک نہ کریں اور شب بیداری کو غنیمت جانیں اور پچھلی رات کے وقت استغفار کرنے کو اہم کاموں میں سے جانیں اور کلمہ مطیبہ کے تکرار سے اپنی خواہشات اور ارادوں کی نفی کریں تاکہ وسعت سینہ میں حق سبحانہ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے، دیگر مرادات و مقاصد مطلوب کے راستہ کی رکاوٹ اور حجابات ہیں، مقاصد بندگی صفت ارادہ کی تاب نہیں رکھتے، اپنے ارادہ سے نکل کر اُس تعالیٰ ثناء کے ارادہ کے ساتھ قائم ہونا چاہئے، والسلام علی من اتبع الهدی (ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام ہو) یہ جو آپ نے واقعہ (حال) میں دیکھا ہے کہ "آفتاب نکل آیا تو (خواجہ محمد معصوم) کہتا ہے کہ آفتاب نکلنے پر نماز پڑھ سکتے ہیں پھر تو خود کہتا ہے کہ پڑھ سکتے ہیں، تو نے امامت کی اور ہم نے نماز پڑھی۔" میرے مخدوم! یہ آفتاب کا نکلنا گویا تجلیات رحمانی میں سے ایک تجلی ہے اور نماز جو کہ خضوع و تسلیم سے عبارت ہے

کہ جس کے ساتھ سالک نے بقا حاصل کی ہے، اصل کے ساتھ لائق ہے جو کہ شان ہے اور یہ لائق ہونا نہیں ہے جو کہ نقص و انقلاب کا سبب ہے بلکہ کمال کا سبب ہے کیونکہ قفل کے حق میں کمال اس کا اصل کے ساتھ لائق ہے، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ عین و اثر کا فنا و نائل ہونا شہودی ہو کہ وجودی پس (اس سے) علم کا چہل میں تبدیل ہونا لازم نہیں آتا۔ اور عین و اثر کے زائل ہونے کے ایک اور معنی بھی ہیں عین شئی کی حقیقت و ماہیت سے عبارت ہے اور اثر ان آثار سے عبارت ہے جو کہ اس ماہیت پر مرتب ہوتے ہیں، جیسا کہ روشنی و چمک اور جلانا آگ کی ماہیت پر مرتب ہوتے ہیں۔ صوفیہ مؤرخہ (توحید و جوری کے قائلین) ان خارجی آثار کو عین ذات کہتے ہیں کیونکہ وہ خارج میں ذات احدیت کے سوا کچھ موجود نہیں جانتے، اور یہ شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جب عین نہیں رہتا تو اثر کہاں سے رہتا ہے؟ یہ اسی معنی کے لحاظ سے ہے کیونکہ اس عبارت سے دونوں زوالوں (عین و اثر کے زوال) کے درمیان تلازم مفہوم ہوتا ہے جو کہ دوسرے معنی سے مناسبت رکھتا ہے نہ کہ پہلے معنی سے۔ اور یہ جو ہمارے حضرت عالی قدس سرہ نے بصرہ نے جلد ثالث کے مکتوب ترتیب میں (۵۳) میں تحریر فرمایا ہے "اس کی مثال اس انسان جیسی ہے جس کو نمک کی کان میں ڈال دیا جائے حتیٰ کہ وہ بتدریج نمک کی خصوصیات کے ساتھ متصف ہو جائے یہاں تک کہ وہ سب کا سب نمک بن جائے نہ اس کا کوئی عین باقی رہے نہ اثر، تو لامحالہ اس کا کھانا اور ٹکڑے کرنا مباح ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا اور اس کی خرید و فروخت حلال ہو جاتی ہے اور اگر اس کا کچھ عین و اثر باقی رہتا تو یہ باتیں جائز نہ ہوتیں"۔ اور اسی طرح انہوں نے اس کے (چند سطریں) بعد یہ جو تحریر فرمایا ہے "مگر یہ کہ اس حکمی نمک کو اس انسان کی شیخ (جسم) کی مقدار کے ساتھ انداز کیا گیا ہے اور اس کی صورت پر تصور کیا گیا ہے نہ یہ کہ اس انسان کا شیخ باقی ہے اس لئے اس کا اثر بھی باقی ہے۔ یہ دونوں عبارتیں دوسرے معنی کے مطابق ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اگر ہم آثار کی تخصیص آثار مترتبہ کے ساتھ کریں بلکہ زیادہ عام مراد لیں جو کہ اصالت و ظہور کے تعلق کو بھی شامل ہو تو دوسرے معنی پہلے معنی میں شامل ہو جاتے ہیں کیونکہ عین ثابتہ جو کہ مرتبہ صفات سے ہیں وہ بھی ماہیت کے آثار سے ہیں لیکن شیخ ابو سعید ابوالخیر کی عبارت جو کہ دونوں زوالوں کے درمیان تلازم کا پتہ دیتی ہے وہ اس تعمیم سے انکاری ہے، ظاہر ہے (کہ) آثار مترتبہ کے ساتھ تخصیص میں ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ حضرت عالی قدس سرہ نے رسالہ مبداء و معاد میں تحریر فرمایا ہے کہ اس آخری عرصہ میں جو کہ اصل کے مقلدات میں عروج ہے حضرت غوث اعظم کی روحانیت سے مدد لے، کیا اس

۱۔ فارسی مطبوعہ نسخہ میں عکس لکھا ہوا ہے جو غلط ہے، ۲۔ ص ۵۳ ص ۵۴ ہے۔ (مترجم)

اصل سے مراد وہی ہے کہ جس کو بزرگوں نے ولایت کبریٰ سے تعبیر کیا ہے یا اس کے علاوہ ہے۔ میرے موردِ دعا جس وقت میں کہ رسالہ مبدا و معاد جمع ہوا ہے ولایت صغریٰ و کبریٰ ہرگز نہیں تھی اس کے ایک مدت بعد ولایت کبریٰ کے کمالات ظاہر ہوئے ہیں اور یہ اصطلاح واقع ہوئی ہے اس بارے میں غور کرنے کے بعد اگر توفیق پائی تو کچھ لکھے گا۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ جب عارف کا معاملہ فضل و کرم یا محض محبت سے پڑتا ہے تو اس مقام میں عارف کے لئے ظاہری اعمال یعنی ذکرِ لسانی و تلاوت وغیرہ زیادہ فائدہ مند یا ترقی بخش ہیں یا نہیں؟۔
 جواب: فائدہ مند ہیں اور آخرت کے درجات بلند کرتے اور گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں اور شریکدورتوں اور جسمانی ظلمتوں کا ازالہ کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ بیشک میرے قلب پر کچھ غبار آجاتا ہے اور بیشک میں اللہ تعالیٰ سے دن اور رات میں ستر مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں، لیکن جس مقام میں کہ وہ پہنچا ہے ترقی ان اعمال کے ساتھ وابستہ نہیں ہے درجات کے فرق کے مطابق محض فضل یا صرف محبت کے ساتھ وابستہ ہے۔
 پانچواں سوال: یہ جو صوفیہ کے نزدیک مسلم ہے کہ اسلام حقیقی جو کہ اطمینانِ نفس کے ساتھ وابستہ ہے زوال و خلل سے محفوظ ہے اور حالانکہ جملہ عقائد میں سے ایک بات یہ ہے کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔
 جواب:۔ الہامِ ظنی چیز ہے قطعی حکم کا موجب نہیں ہے پس خاتمہ کا مبہم ہونا باقی ہے اور خوفِ امید اپنی جگہ پر ہے۔ جانتا چاہئے کہ نفسِ مطمئنہ نصِ قطعی کے مطابق راضی و مرضی ہے اور جنت کی بشارت دیا گیا ہے لیکن کسی شخص کے بارے میں اطمینان حاصل ہونے کا علم آثار و علامات سے ہے یا الہامِ ظنی جو کہ ظنی امور میں نہ کہ قطعی، قطعی امر ہوتا وی اور انبیاء علیہم السلام کے خبر دینے پر موقوف ہے اور اسی طرح یہ جو اس طائفہ کے نزدیک مسلم ہے کہ الفانی کا لبرد [فانی واپس نہیں لوٹتا] خاتمہ کے مبہم ہونے کو دور نہیں کرتا کیونکہ یہ مقدمہ ظنی ہے یقین حاصل ہونے کا موجب نہیں ہے اور یہ جو غیر علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا خاتمہ کے مبہم ہونے کی وجہ نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اطمینانِ نفسِ حسن خاتمہ قطعی ہے اور اس میں شک کرنا کفر ہے بلکہ اس معنی میں ہے کہ جو کچھ دنیا و آخرت میں میرے اور دوسروں کے ساتھ کریں گے اس کی تفصیل نہیں جانتا کیونکہ علمِ غیب حق سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ [اسی کسی شخص کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا مسکن خزانہ غیب میں موجود ہے، بیان کے لئے ان کے اعمال کا صلہ ہے آ

مکتوبات

مافذ محمد صادق کابلی کے نام (ان کے جواب اور طالبین کو فائدہ پہنچانے کی ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت کا سبب ہوا، آپ نے اشتیاق کی بات لکھی تھی اس جانب کے دوستوں کو بھی مشتاق جانیں بلکہ حدیث لاشد شوقا البتہ میں زیادہ شدید شوق رکھنا ہوں کے بموجب چاہئے کہ یہ شوق بیش از بیش ہو کیونکہ جو کچھ اصل کے ساتھ منسوب ہے زیادہ ہے افرع بھلائی کی صفا سے جو کچھ کھتی ہے وہ اصل سے مستفاد ہے اللہ تعالیٰ شوق کے شعلہ کو بھڑکانے اور محبت کی آگ کو بلند کرے تاکہ المرء مع من احب (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے) کے حکم کے مطابق سمیعت ذاتیہ تک پہنچا دے اور شان و اعتبار سے گذار دے۔ دیگر یہ کہ جو شخص خلوص دل کے ساتھ آئے اسے طریقہ سکھادی اور توجہات کریں اور فقیر کے دوستوں میں سے جو شخص اپنے اثرات طلب کرے اس کو سکھادی، آپ نے ایک عزیز کے احوال جو کہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں بھرتے واضح ہوئے مبارک ہیں، استخاروں کے بعد ان کو شریعت پر استقامت اور مشائخ (ریہوں) کی محبت پر بھنگی کی شرط کے ساتھ کسی معین جماعت کی رہنے کی اجازت دیدیں اور آنے میں جلدی نہ کریں اور چونکہ ایک جماعت آپ کی صحبت میں راہِ راست ہے اور طالبانِ فائدہ حاصل کرتے ہیں اس لئے کچھ عرصہ قیام کریں حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر (علی) کرم اللہ وجہہ کو فرمایا البتہ یہ بات کہ اللہ تعالیٰ تیرے درویش ایک آدمی کو ہدایت کر دے اس سے بہتر ہے کہ تیرے لئے سرخ اوتوں کا گلہ ہو متفق علیہ جب وقت آئیں بلارم محمد میر کے مشورہ سے آئیں اور ان کو رنجیدہ نہ کریں، جانا اپنے ارادہ سے اور آنا اجازت سے (ہوتا ہے)۔ دوستوں سے خاتمہ کی سلامتی کی دعا کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوبات

حقائق و معارف آگاہ حضرت شاہ جیو کے نام شوقِ اولامِ فراق کے اظہار اور محبت کے دقائق سے قدرے آگاہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ العلی الاعلیٰ وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ: اخوت پناہ کمالات دستگاہ اس فرقت زدہ

پہنچا دیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے "اے علی! بیشک جبرئیل (علیہ السلام) کا گمان ہے کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں، انہوں نے کہا اور کیا آپ کو (وحی) پہنچی ہے کہ بیشک جبرئیل مجھ سے محبت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا ہاں اور جو جبرئیل سے بہتر ہے (یعنی) اللہ عزوجل آپ سے محبت کرتا ہے الحسن بن سفیان من لقی الضعفاء والاضداد دیگر یہ کہ اللہ سبحانہ کے کرم سے فقیر کو ان دنوں میں آرام ہے یہ چند غیر مربوط کلمات نقل کئے ہوئے ہائے گریاں آنکھا اور خستہ دل کے ساتھ لکھے ہیں، حق سبحانہ آپ کو اپنی امان میں رکھے، صبح

لے غائب از نظر بخدا می سپارمت (لے وہ شخص جو نگاہ سے لوجہل میں ہے وہ کچھ کو خدا کے پیر کرتا ہوں) یقین ہے کہ اس ناکارہ کو مقامات متبرکہ میں دعائے خیر سے فراموش نہیں کریں گے اور اسی ممکن کے فقیر اسلام کو رسالت پناہ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ پیر جاہ میں پہنچا دیں گے۔ دیگر یہ کہ خادم الفقہار شیخ عزیز اللہ خدمت میں مستعد و مشغول ہے (یہ اس لئے لکھا) تاکہ واضح رہے، والسلام اولاً و آخراً۔

نور اللیوم

مکتوب ۱۱۹

حقائق و معارف آگاہ مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ عبدالاحد کے نام اس بات کے جواب میں کہ سالک نماز کے دوران کس چیز کی طرف متوجہ ہو اور نماز وسطیٰ و ساعت جمعہ و عید اعظم کے مہم ہونے اور سہد کی مسجد کی فضیلت و بزرگی کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ حقیقت قرآنی اور نزول بلا کیف کس چیز سے عبارت ہے۔

الحمد لله العلی الاعلیٰ وسلام علی جماعہ الذین اصطفیٰ: اللہ کے مالک فرزندان محمد بن شیخ عبدالاحد نے اس سبب سے پوچھا تھا کہ سالک نماز کے دوران کس چیز کی طرف متوجہ ہو یعنی ذات بحت کی طرف جو کہ حقیقی مسجد و معبود ہے یا قرآن مجید کی طرف جو کہ تبارک نماز ہے یا کعبہ کی طرف جو کہ مسجد والیہ ہے، یا خشوع و خضوع و تعدیل ارکان کی طرف کہ جس کا حکم دیا گیا ہے یا ان حسب امور کی طرف ایک ساتھ (مشغول ہونا چاہئے) اور لوگوں کے سامنے جب صورتوں میں سے ہر ایک پر شہادت (قائم) ہے اس لئے سعادت آثار نمازی کے لئے جو کچھ ضروری ہے اور جن امور کا اس کو حکم دیا گیا ہے وہ نماز کے ارکان وقوہ و جلس و طمانیت و خشوع و خضوع کی طرف متوجہ ہونے ہے: وَاَقْلَمُ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ [وہ مومنین کا یہاں ہونے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں] اور نماز میں خشوع مثلاً قیام میں سجدہ کی جگہ پر نگاہ لگا دینا وغیرہ اور نیز قرآن پلک کی قراءت کی طرف

متوجہ ہونا اور اگر وہ اہل حقیقت ہیں سے ہے تو اس کے معانی واسرار میں غور و فکر کرنا ہے ورنہ اس قدر سمجھے کہ یہ حق جل و علا کا کلام ہے اور ذات بحت کی طرف متوجہ ہونا نماز کے مہورات میں سے نہیں ہے اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ان امور کی طرف متوجہ ہونا عین ذاتِ مسجود کی طرف متوجہ ہونا ہے کیونکہ ذات بحت اسماء و صفات کا لحاظ کے بغیر جیسا کہ آپ نے لکھا ہے توجہ و مراقبہ و تصور و تعقل سے بالاتر ہے، رہا وہ عارف جو کہ ذات بحت سے واصل ہے اور وصلِ عربیاتی کے ساتھ ممتاز ہے اس کا معاملہ جدا ہے، نماز ادا کرنے وقت خاص طور پر اس کے باطن کو اس بارگاہِ عالی کے ساتھ اتصال اور ظاہر سے انقطاع پیدا ہو جاتا ہے اس کا ظاہر ارکان کی طرف متوجہ ہے اور اس کا باطن وصلِ عربیاتی میں رہتا ہے اور (اس میں) کوئی تضاد نہیں ہے اور جو شخص کما س وصل (عربیاں) کے ساتھ مشرف نہیں ہے اس کی ارکان کی طرف توجہ ہی ذات بحت کی طرف توجہ ہے اور ذات بحت کو صفات کے لحاظ کے بغیر مسجود قرار دینا محلِ تامل ہی ذات جامعہ صفات مسجود کیوں نہ ہو کیونکہ ذات کو کسی وقت بھی صفات سے علیحدگی و جدائی نہیں ہے اور عارفِ کامل کا معاملہ کہ جس کی توجہ کا قبلہ احدیتِ مجرہ کے سوا نہیں ہے (اس سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ بیان ہوا اگرچہ صفات کو ذات سے علیحدگی نہیں ہے لیکن اس عارف کو محبت ذاتی کے باعث ذات بحت کے ساتھ ایک ایسی معیت ہے کہ صفات میں سے اس مقام میں کچھ بھی ملحوظ نہیں ہے پس (ذات سے صفات کی) یہ علیحدگی محبت و گرفتاری میں ہے اور پس اور یہ معیت المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے حکم کے مطابق اس محبت کے باعث ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اگرچہ یا قرآن مجید کی طرف متوجہ ہوتوان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہونا یا ان کی صورت کی طرف ہو، اگر ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو تو جو شخص کمان کی حقیقت تک نہیں پہنچا ہے وہ کس طرح ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہوگا، اگر ان کی صورت کی طرف متوجہ ہو تو یہ بات قرآن مجید کے بارے میں تو درست آسکتی ہے کیونکہ وہاں الفاظ و معانی و قصص ہیں لیکن کعبہ میں ذرا بھی درست نہیں آتی کیونکہ محض سنگ و کلرخ کو قبلہ نہیں بنا سکتے خاص کر اس کے سامنے نہ ہونے کے وقت ہیں۔ لہذا سعادت آثار! نمازی کو چاہئے کہ اس کی صورت کی طرف متوجہ ہو، اگر وہ اہل حقیقت ہیں سے ہی تو وہ صورت سے حقیقت کی طرف چلا جاتا ہے اور حقیقت کو صورت میں دیکھتا ہے اور اگر وہ اہل حقیقت میں سے نہیں ہے تو صورت کی طرف متوجہ ہونا بھی اس کے لئے غنیمت ہے، اور یہ جو لوگوں نے پتھروں اور ڈھیلوں کو کعبہ کی صورت قرار دیا ہے ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر تمہارا ڈھیلے درمیان میں نہ ہوں اور چھت اور دیواریں نہ ہوں کعبہ تب بھی کعبہ ہے اور مخلوقات کا مسجود ایسا ہے بلکہ صورت کعبہ ایسا

معنی ہے کہ عقلیں اس کو سمجھنے سے عاجز ہیں، یہ صورتِ حقیقت کی صفت رکھتی ہے اور حقیقت کعبہ اس سے ماوراء ہے جبکہ عقلیں اس کی صورت کو سمجھنے سے عاجز ہیں تو وہ حقیقت تک کیا پہنچیں گی، اور نیز ہم کہتے ہیں کہ کعبہ کی طرف توجہ ہونا یہی ہے کہ کعبہ کی جانب نماز پڑھے، اس توجہ کے سمجھنے اور کعبہ کو خیال میں لانے کی کیا ضرورت ہے اس کی جہت کی طرف توجہ کرنے سے ہی کعبہ کی برکات سے فیض یاب ہو جاتا ہے اور اس کی حقیقت سے پہرہ مند ہو جاتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ مصلوٰۃ وسطیٰ وساعتِ جمعہ و اسمِ اعظم کے تعین میں اجار و آثار (احادیث و روایات) میں بہت تضاد ہے اور جو کچھ تیرے کشف میں آیا ہو اور جو اس سے مفہوم ہوتا ہو تو تعین کرتا کہ خدشہ دل سے دور ہو جائے اور لوگوں کو بہت سے فوائد حاصل ہوں۔ لے عزیر! جس چیز کو کہ حق تعالیٰ نے مہم چھوڑا ہو اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امت پر اس تمام شفقت اور اس کی تیر خواہی کے باوجود بیان نہ فرمایا ہو، میں اور تمہیں (حق) نہیں پہنچا کہ اس بارے میں لب کشائی کریں اور اپنے خوابِ خیال سے اس معما کو حل کریں ابھو اما اجمہم اللہ [جس کو اللہ تعالیٰ نے مہم رکھا تم بھی اس کو مہم رکھو] آپ نے سنا ہوگا، بظاہر اس ایہام میں بندوں کی مصلحتیں اور ان کے فائدے منظور ہوں گے مثلاً یہ کہ لوگ اسماءِ (الہی) کی تعظیم کریں۔ یہ ایہام شبِ قدر اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روزِ پیدائش و وفات کے ایہام کی طرح ہے اور کسی سے برکات حاصل کریں اور جمعہ کے پورے دن کو جمعیت و حضور، تضرع و دعا کے ساتھ معمور رکھیں اور تمام نمازوں کی پوری حفاظت کریں، بظاہر وہاں میں اس تردد کا قرار پکڑتا اس کے رفع سے بہتر ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض فرض کئے ہیں اپنی تم ان کو ضائع مت کرو اور کچھ حدیں مقرر کی ہیں تم ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزیں کو حرام کیا ہے پس تم ان کا ارتکاب نہ کرو اور تم پر رحمت کی خاطر کسی بھول کے بغیر بعض چیزوں سے سکوت فرمایا ہے پس تم ان کی کریمت کرو۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت جبریلؑ قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ میں نے ایک روز ملائکہ عظام کو دیکھا مسجدِ متبرکہ کو درجہ بدرجہ لکھتے ہیں پہلے انہوں نے مسجدِ حرامِ عظمیٰ اللہ تعالیٰ لکھی اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد اس کے بعد (مسجدِ اقصیٰ) کو لکھا اس کے بعد چوتھے درجہ میں سرمتہ کی مسجد کو لکھا اس مسجد کی بندگی اس بشارت سے معلوم ہوئی لیکن چونکہ ان مسجدِ متبرکہ کے ذیل میں واقع ہوئی ہے صحیح میں نیکیوں کا کئی گنا ہونا منصوص ہے امید یہ ہے کہ یہاں بھی اس کے درجہ کے مطابق کئی گنا ثواب ہوگا اگر تو اس بارے میں متوجہ ہو تو بظاہر بشارت پائے گا جو کہ طالبین و عاملین کے لئے بہت زیادہ شوق دلانے کا

لے غالباً حضرت خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعہ مراد میں (مترجم)

باعث ہوگی۔ میرے مخدوم اینکیوں کا کسی گناہ ہونا کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جس میں گمان اور اندازے سے حکم کیا جائے یا خواب و حال سے تعین کر سکیں جب تک کہ نص وارد نہ ہو جیسا کہ تینوں مسجدوں کے بارے میں ہے و نشان مسجد (مسجد سرسید) کی فضل و تہذیب و شان و عظمت اور اس میں نیکیوں کے کسی گناہ ہونے کے بارے میں لوگوں نے بہت سی باتیں دیکھی اور مشاہدہ کی ہیں کہ جن کی تفصیل کی وقت اور کاغذ میں گفتگو نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "مکتوبات شریف" (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) میں مذکور ہے کہ کسی چیز کی حقیقت اس کے لیے جو وجودی و توابع و جوری کے بدلے عبارت ہے اور وہ چیز اس (حقیقت) کے ظل کی مانند ہے تو حقیقت قرآنی کس چیز سے عبارت ہوگی اور اس سے اوپر جانا کس طرح منظور ہوگا۔ میرے مخدوم! (یہ) کوئی بعید از فہم مقام نہیں ہے (یہ) اس طرح پر ہے کہ شیونات ذاتیہ صفات حقیقہ کے فیوض وجودی کے مبادی ہیں اور صفات ان شیونات کے ظلال کی مانند ہیں اور شیون ذاتیہ سے ترقی جاتے بلکہ واقع ہے کما لا یخفی علی اربابہ [جیسا کہ اس کے مقام والے حضرات پر مخفی نہیں ہے]۔

آپ نے پوچھا تھا کہ مکاتیب عالیہ میں واقع ہوا ہے کہ جب معاملہ اصل اور اصل (دلیل) سبکدینا اور ذات بحت تعالیٰ تک جا پہنچتا ہے تو اس مقام میں ذکر کو ترقی میں کوئی دخل نہیں ہے اور قرآن مجید کے سوا ترقی کا کوئی وسیلہ و سبب نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کلمہ طیبہ کو قرآن مجید کی نیت سے پڑھا جائے تو فائدہ بخشا ہے اور ترقی کا باعث ہوتا ہے اور انہوں (حضرت عالی قدس سرہ) نے دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ جب نظر و قدم (دونوں) پیچھے رہ جاتے ہیں اور پروا مال ہمت ہار دیتے ہیں اور معاملہ غیب صرف کے ساتھ جا پڑتا ہے تو اس مقام میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پاؤں کے بغیر نہیں جاسکتا اور اس کلمہ مقدس کا خوش میں آئے بغیر اس مسافت کو طے نہیں کر سکتا الہ، ان دونوں کلاموں کے درمیان تطبیق کی صورت کس طرح ہوگی۔ اس سوال کا جواب بھی حضرت عالی (قدس سرہ) کے کلام سے ہی نکل آتا ہے جس جگہ کہ انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ "اگر کلمہ طیبہ کو بھی قرآن مجید کی نیت سے پڑھے تو فائدہ بخشا ہے کیونکہ یہ دونوں جہاں کے قرآن مجید سے ہیں پس اگر قرآن مجید کی نیت سے پڑھا تو مفید اور ترقی بخش ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ (ان) دونوں کلاموں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ جو تطبیق دی جائے کیونکہ پہلے کلام میں مذکور ہے کہ "معاملہ ذات بحت سے جا پڑتا ہے" اور یہ جو دوسرے کلام میں مذکور ہے کہاں سے (معلوم ہوا) ہے کہ معاملہ ذات بحت کے ساتھ ہے، ہو سکتا ہے کہ شیون و اعتبارات کے ساتھ تعلق ہو یا ذاتیہ سے مراد کوئی شان یا اعتبار ہو، غیب صرف کو شیون سے خالی ذات کے ساتھ مخصوص کرنا ممنوع (ناقابل تسلیم) ہے اور لفظ "تو اسے رفت" (نہیں جاسکتا) اور "قطع مسافت تو اسے نمود" (مسافت طے نہیں کر سکتا)

اس منع کی موید ہے کیونکہ ذات بخت میں جانا اور قطع مسافت کرنا مناسبت نہیں رکھتا (یعنی ممکن نہیں ہے) اور یہ جو پہلے کلام میں مذکور ہے کہ قرآن مجید کے سوا ترقی کا کوئی وسیلہ اور سبب نہیں ہے، یہ ترقی قطع مسافت کے باعث نہیں ہے بلکہ اس جگہ ترقی نسبت و رابطہ کے زیادہ ہونے کے معنی میں ہے اور نیز جو کچھ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے نزدیک تحقیق ہے وہ یہ ہے کہ نظر کو کسی جگہ کوتاہی نہیں ہے اور وہ ہر جگہ گذرکتی ہے اور وصول نظری مرتبہ ذات بخت میں ثابت ہے پس نظر کا پیچھے رہ جانا جو کہ دوسرے کلام میں مذکور ہے حقیقت پر محمول نہیں ہے اور جب قدم اس مقام میں نظر کے قریب ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کی کوتاہی بھی حقیقت پر (محمول) نہ ہو اور نظر و قدم دونوں کی کوتاہی شہود پر محمول ہونے کے وجود پر یعنی عارف کے شہود میں قدم پیچھے رہ جائے، پس ہو سکتا ہے کہ حقیقت میں ایسا نہ ہو اور اس اعتبار سے یہ مرتبہ ذات بخت سے نیچے ہو، اگر کہیں کہ رویت بصری و مشاہدہ قلبی دونوں دنیا میں واقع نہیں ہیں تو اس بارگاہ میں وصول نظری کس معنی میں ہوگا، ہم کہتے ہیں کہ یہ نظری رویت و مشاہدہ سے ماورا ایک بے کیف امر ہے جب تک تو اس کو نہ پہنچے اس کے معنی کو نہیں سمجھ سکے گا، گویا کہ مشابہات کی قسم سے ہے۔ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) نے تحریر فرمایا ہے کہ "وصول نظری اور وصول قدمی اس معنی میں نہیں ہے کہ وہاں شہود و مشاہدہ ہے یا قدم کی گنجائش ہے اس جگہ تو بال کی (ذبی) گنجائش نہیں ہے قدم کی کیا ہوگی بلکہ ایک مہول کیفیت والا وصول ہے، اگر صورت ثنایہ میں نظر کے ذریعے متعین ہوا تو اس کو وصول نظری کہتے ہیں اور اگر قدم کے ذریعے ہے تو وصول قدمی ہے ورنہ نظر و قدم دونوں اس بارگاہ سے بخیر و حیران ہیں۔" تحقیق مطلب یہ ہے کہ ایک مقام کا کسی واقع پر ظہور ہوتا ہے سب سے آخری ظہور اس مقام کی اصل ہے اور دوسرے ظہورات اس کے نمونے ہیں اور اصل و نمونہ میں سے ہر ایک کے احکام مختلف ہیں اگرچہ سالک نمونہ تک پہنچنے کے وقت اس کو اصل سمجھتا ہے لیکن اصل تک پہنچنے کے بعد سابقہ ظہورات کو ظلال اور نمونے سمجھے گا، پس ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ترقی ہونے کی خصوصیت مقام اصل کا خاصہ ہو جو کہ حقیقت میں مرتبہ احدیت ذات تعالیٰ ہے اور اس کے نمونوں میں ترقی کلمہ طیبہ کے ساتھ وابستہ ہو، پس شبہ جاتا رہا۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "نزول بلا کیف کس چیز سے عبارت ہے، اس تجلی سے ہے جو کہ عالم خلق سے تعلق رکھتی ہے یا اس تجلی سے جو کہ عالم امر سے متعلق ہے، اگر عالم خلق سے تعلق رکھتی ہے تو چاہئے کہ حائے بصر (دیکھنے والی حس) سے ہو اور یہ مسلمانوں کے خلاف ہے کیونکہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہے اور اگر عالم امر سے تعلق رکھتی ہے تو چاہئے کہ جو شخص عالم امر میں سیر رکھتا ہو اس کو یہاں عظیم پیش لگے

اور یہ نہایت بعید ہے۔ جواب: ہم نہیں مانتے کہ جو چیز عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے حائے بصر کے ساتھ اس کا ادراک ہو سہیل ریاضت و صفا پر عالمِ خلق کی بہت سی چیزیں منکشف ہوتی ہیں اور ملک و اہل زمانہ کے انقلاب کو مختلف شہروں میں مشاہدہ کرتے ہیں اور کعبہ اور اس کا طواف کرنے والوں کو دیکھتے ہیں اور قوتِ باصرہ کو اس مقام میں کوئی دخل نہیں ہے ورنہ چاہئے کہ اندھا شخص غیبی امور کی اس دیدِ مشاہدہ سے محروم ہو کیونکہ وہ قوتِ باصرہ نہیں رکھتا اور حالانکہ اہلِ صفا میں سے اندھا اور آنکھوں والا غیبی امور کے کشف میں برابر ہیں اور نیز چاہئے کہ جو نابینا ولایت کے درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے اس تجلی سے جو کہ عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے بے بہرہ ہو۔ اور یہ جو (آپ نے) دوسری حق میں لکھا ہے کہ جو شخص عالمِ امر میں سیر رکھتا ہو اس کو امرِ عظیم یعنی اس تجلی کا مشاہدہ پیش آتا چاہئے۔ یہ بھی غیر مسلم ہے کیونکہ عالمِ امر کے پانچ لطیفے ہیں اور ہر لطیفہ ایک عالم ہے جو عالمِ خلق سے کئی گنا زیادہ مثلاً جو تجلی کہ ایک لطیفہ سے تعلق رکھتی ہو دوسرے لطیفہ والا شخص کہ جس کی سیر اس لطیفہ میں ہے کیا ضروری ہے کہ وہ اس تجلی سے باخبر ہو بلکہ اسی لطیفہ کی سیر والے کو (بھی) اس تجلی کا علم ہونا کیا ضروری ہے، ہم اور تم کہ عالمِ خلق میں اقامت رکھتے ہیں جو کہ عالمِ امر کے ہر لطیفہ سے تنگ اور چھوٹے ہیں اور بہت سی چیزیں اس عالم میں گزرتی ہیں اور عرش و کرسی اور آسمانوں میں عجیب و غریب امور ظاہر ہوتے ہیں بلکہ بعض انقلابات روئے زمین پر وارد ہوتے ہیں بلکہ اس شہر اور علاقے میں پیش آتے ہیں اور ہم کو ان کی اطلاع نہیں (ہوتی) ہے اور نیز جو تجلی کہ عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے اس کی رویت ذاتِ حق میں و علاقہ کی رویت نہیں ہے کہ جو دنیا میں واقع نہ ہو بلکہ ظلال میں سے کسی ظل کی رویت ہے کہ جس کی رویت میں کوئی مانع نہیں ہے۔ آپ کی یہ عبارت کہ "نزول بلا کیف اس چیز سے عبارت ہے تجلی سے ہے جو کہ عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے الخ" بعض دوستوں نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس تجلی سے (عبارت) ہے جس کا ادراک عالمِ خلق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو کہ حائے بصر ہے یا اس کا ادراک عالمِ امر کے ساتھ ہے، اگرچہ یہ معنی اس عبارت سے بعید ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ نزول تشابہات کی قسم کا ایک امر ہے کہ اس پر ایمان لانا چاہئے اور اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے علم کے سپرد کرنی چاہئے، تمثیل و تشکل (مثل ہونا اور شکل اختیار کرنا) کی قسم سے نہیں ہے۔ اور جب یہ امر بعض خاص الخاص حضرات پر منکشف ہوگا تو حائے بصر کے بغیر ہوگا، اگر یہ ادراک عالمِ امر سے تعلق رکھتا ہو تو ضروری نہیں ہے کہ جس شخص کی سیر عالمِ امر تک پہنچ گئی ہو وہ اس معاملے کو یا لے یا بظاہر کوئی مانع ہوگا یا اس انکشاف کو اس میں پیدا نہیں کیا گیا ہوگا جس طرح کہ جن اور فرشتے اور تمام لطیف اجسام ہماری نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور محسوس نہیں ہوتے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ادراک

حاشہ بصر اور حاشہ قلب وغیرہ عالم امر کے ماورائے ثابوت ہے اور وہ انسانِ کامل کی ہیئت و وحدانی ہے جو کہ عالمِ خلق و عالمِ امر کے مجموعہ سے حاصل ہوئی ہے اور ہیئت و وحدانی اس کو لاحق ہوئی ہے یا (اللہ تعالیٰ) اس کا علم ضروری عارفین میں پیدا کرتا ہے، یہ شبانِ مقامات و درجات کے انکشاف میں وارد ہوتا ہے جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہیں اور وہ اہل اللہ اہل تطل سے اہل تک جاتے ہیں اور صفات سے شیونات و صفات سلیمہ تک اور اس سے ذاتِ تعالیٰ و تقدس تک ترقی کرتے ہیں، ان امور کا ادراک اگر حاشہ بصر سے تعلق رکھتا ہو تو لازم آتا ہے کہ ذاتِ تعالیٰ دنیا میں نظر آجائے، اور صفات جو کہ معانی (پوشیدہ امور) ہیں کس طرح نظر آئیں گے اور شیون و اعتباراتِ ذاتیہ اور امورِ سلیمیہ کی رویت کا کیا امکان ہوگا اور اگر (ان امور کا ادراک) عالمِ امر سے تعلق رکھتا ہو تو جس شخص کی سیر عالمِ امر تک پہنچ جائے اگرچہ اس نے دائرہ امکان کو پورا نہ کیا ہو اور فنا تک نہ پہنچا ہو یہ تمام درجات اس پر منکشف ہو جانے چاہئیں اور کوئی ذرا سی بات بھی اس پر پوشیدہ نہیں رہنی چاہئے۔ اور جو امور تمام اولیاء و انبیاء علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات پر منکشف ہوئے اس پر بھی منکشف ہونے چاہئیں اور اس کا فساد اظہر من الشمس (بالکل واضح) ہے فہا جواب کہ فہو جو ابنا [پس جو تمہارا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے۔]

آپ نے لکھا تھا کہ جو سالک کسی قدر نقص کے ساتھ متصف ہو (اگر وہ اس تجلی کے ساتھ مشرف ہو جائے تو کیا) اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ اے سعادت آثار! یہ یافت اور یہ دید کامل و کمل حضرات کے ساتھ مخصوص ہے اگر یہ سالک اس کمال تک پہنچ گیا ہے اور نقص کی بات اس نے نفسی کے طور پر کہی ہے تو اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے الحمد للہ اولاد و آخراد الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ و علیٰ آلہ الکرام و علیٰ صحبہ الاعزاء۔

وہم معہ

مکتوب ۱۲

شرح حسین منصور کے نام ان کے سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ علی نوالہ و الصلوٰۃ والسلام علی نبیہ و آلہ۔ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے دو مکتوب اس سے پہلے ارسال کئے تھے (اور) ان کا جواب مانگا تھا، میرے مقدم! ایک مکتوب نہیں مل سکا اور ایک مل گیا جو کہ چند سوالات پر مشتمل تھا، اس کا جواب لکھا ہوں۔ آپ نے خزن و بے مزگی اور بے حلاوتی کے بارے میں جو کہ پیش آتی ہے لکھا تھا اور اس کا سبب دریافت کیا تھا۔ اے سعادت آثار! واجب تعالیٰ سے ممکن کا حصہ عجز و انکسار و قرانی و نبیافت (دیکھنا) ہے

عاشقان را نصیب از معشوق جز خرابی و جان گذاری نیست

[عاشقوں کو معشوق سے خرابی اور جان گذاری کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے]

مقید مطلق کو کیا پائے اور محدود و نامحدود کو کس طرح احاطہ کرے، جہاں کہیں جانا ہے مقید یا بتدی (پلنے) ساتھ رکھنا ہے مطلق صرف کے لائق نہیں ہے اس لئے بے صلاحی و بے مزگی ہر وقت اس کی دامگیر ہوگی اور وہ غم و اندوہ کا نشانہ ہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائمی حزن اور متواتر فکر میں رہتے تھے۔

فے وصل نیست و حتی بخار بجز خوشی کہ شراب نا امیدی غم درد مستدار

[لے و حتی وصل کی شراب نہیں ہے جدائی کے خماری عادت کر لے کیونکہ نا امیدی کی شراب درد سر کا غم نہیں لکتی]

دیگر یہ کہ طالبین میں سے جس کسی کو ظہورِ کامل حاصل ہو جائے اس کو ذکر سے روک کر اسی حضور کے

ساتھ رہنے دیں اور اگر اس نے اس حضور میں ترقی پیدا کی تو بہتر ہے ورنہ پھر ذکر میں لے آئیں تاکہ ترقی کی راہ

کھل جائے، جس سالک کو نماز ادا کرنے کے دوران استغراق اس قدر غالب آجائے کہ اس کو قنوت سننے کا

شعور رہے اور سارے ارکان ادا کرنے کا ہوش رہے اس کے باوجود تمام ارکان اس سے ادا ہو جائیں اگر وہ

پورے رکن میں شعور نہ پائے تو اس کی نماز فاسد ہوتی چاہے، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ

وَ أَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ [اے ایمان والو! تم ایسی حالت میں نماز کے نزدیک نہ جاؤ کہ تم

نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو] اس سالک کا سکر اگرچہ محبت کے باعث ہے لیکن شرعاً شرف

کی رو سے کچھ فرق نہیں ہے جس وقت یہاں استغراق نماز کے جائز ہونے میں خلل ڈالے تو اس حالت کے باقی

رہنے میں کوشش نہ کریں بلکہ اس حالت کو دور کرنے میں کوشش کرنا لازم ہے۔

نیز جو چھپا گیا تھا اگر کسی سالک کو ایسی دائمی حالت پیدا ہو جائے کہ اپنے آپ کو اور ماسوا کو

معدوم پائے اور اس تعالیٰ شانہ کے سوا کچھ موجود نہ پائے لیکن کمالات کی ظہور اور اس کا حصول کے ساتھ

اختی ہو جانے پائے تو کیا اس حالت والا صوفیائے کرام کی اصطلاحی فنا تک پہنچا ہوگا یا نہیں۔ جواب: وہ

فنائے جذبہ کو پہنچا ہوا ہے فنائے مطلق کو اس وقت پہنچا ہے جبکہ یہ عدمیت کا حصول ظہور کے

علم اور اصل کے ساتھ بحق کی راہ سے پیدا ہوا ہو، اس معنی کو صاحبِ عدم خود پائے یا کوئی دوسرا عارف

کشف یا فراست سے اس کی صفات کے بحق کو معلوم کر لے اور دیکھ لے اور اس کی فنا کا حکم کرے فنائے مطلق

اس اسم تک وصول اور اس اسم میں فنایت کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ سالک کا مبداء تعین ہے اور عدمیت

وصول میں استہلاک نہیں ہے، حاصل مطلب یہ کہ اسم مذکور کی ہستی نے سالک کی قوت اور اک پر غلبہ پایا ہے

سالک نے اپنی ہستی کو اس کے سامنے پوشیدہ پایا اور اپنے آپ کو معدوم دیکھا ہے اور جب اس اسم میں

فانی ہو جاتا ہے اور وجود اور وجود کے تابع کمالات کو اس سے دیکھتا ہے اور اس کے ساتھ ملحق پاتا ہے تو فناے مطلق کو پہنچ جاتا ہے۔ دیگر یہ کہ جائز ہے کہ جو سالک محمدی المشرب نہ ہو وہ اپنے شیخ (پیر) کی صحبت و توجہ سے جو کہ محمدی المشرب ہے کمالات و ولایت محمدی تک پہنچ جائے اور اس ولایت کی خصوصیات سے مشرف ہو جائے لیکن اس کو محمدی المشرب یا صاحب ولایت محمدی نہیں کہہ سکتے کیونکہ یکمال اس میں قسری (کسی کے زبردستی کھینچنے سے) تو جی (کسی کی پیروی سے) ہے نہ کہ ذاتی و طبعی، اس کی ولایت اسی نبی کی ولایت ہے کہ وہ بالذات جس کے قدم پر ہے اور یہ جو ہمارے حضرت عالی ذرنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے کلام میں پایا جاتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیٰمات کلی طور پر خلقت کی طرف رخ رکھتے ہیں اس معنی میں ہے کہ وہ ظاہر و باطن میں مخلوق کی طرف متوجہ ہیں اور صورت و معنی کے اعتبار سے خلقت کو (اللہ تعالیٰ کی طرف) دعوت فرماتے ہیں، اس معنی میں کمان کا ظاہر خلقت کے ساتھ ہے اور باطن حق جل و علا کے ساتھ جیسا کہ دوسرے حضرات کہتے ہیں اور کمالین لولیا میں سے جو تابع اور وارث ہونے کے طور پر کمالات نبوت تک پہنچے ہیں نزول کے وقت وہ بھی ظاہر و باطن کے ساتھ مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور عروج نماز کے علاوہ اوقات میں بھی پیش آسکتا ہے اور شہی مرحوم (واپس لوٹے ہوئے) کے لئے ضروری نہیں کہ نماز میں لذت کا حاصل ہونا دائمی طور پر ہو یعنی اس کے ظاہر کے لئے، اس لئے کہ اس کا باطن اس (نماز) کے ادا کرنے کے دوران ظاہر سے منقطع ہو کر مرتبہ بیچونی کے ساتھ خاص اتصال پیدا کر لیتا ہے اور خاص قرب اور بے کیف لذت حاصل کرتا ہے اور ظاہر بھی باطن کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور لذت اندوز ہوتا ہے اور کبھی بعض عواض کے پیش آنے کی وجہ سے اس رنگا جانے کو نہیں سمجھتا اور لذت اندوز ہونے کو نہیں پاتا۔ عین و اثر سے مراد وجود و تولد وجود ہے یا ان کا غیر، اس کی تحقیق کو فقہر نے لسی ملتوب میں بیان کیا ہے وہاں سے معلوم کریں، ولی سے صغیرہ (گناہ) سرزد ہونے کا امکان ہے، وہ اس کے ارتکاب کی وجہ سے ولایت سے جزو نہیں ہو جاتا اور اپنے طریقہ قادریہ کی تعلیم کی اجازت کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا یہ سامنے موجود ہونے سے تعلق رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت سے جب آپ آئیں تو یاد دلائیں اور جو واقعہ کتاب نے لکھا تھا مبارک اور واضح ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

محمد زارہ شیخ ابوالقاسم کے نام خلقت اور اس کے لوازم کے درمیان فرق اور بعض کیفیات کے

جواب میں جو کہ انہوں نے لکھی تھیں تحریر فرمایا۔

الحمد لله على ما انعم وجعلنا من امت حبيب المبعوث الى العرب والعجم وجعل لامة
خير الامة صلى الله تعالى عليه واله وسلم اما بعد، جو ملتب کہ میرے نہایت نیک فرزند نے بیجا تھا
پہنچ کر باعث مسرت ہوا، آپ نے غلت اور اس کے لوازم کے درمیان فرق کی بات پوچھی تھی، آپ جان لیں کہ
غلت بہت بلند مقام ہے جو کہ اصالت کے طور پر حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے نصیب کے
امتیوں میں سے تعجیب و وراثت کے طور پر جس شخص کو دیا گیا ہے اس نعمت سے نوازدیں۔ اور یہاں لوازم غلت
اس کے مبادی و مقدمات سے کیا ہے اور نفس غلت کے حامل ہونے کی بشارت جو کہ آپ نے دیکھی ہے
مبارک ہو، حق سبحانہ اُس کے آثار ظہور میں لائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ نماز میں عجیب و غریب نسبتیں
رو نما ہوتی ہیں، جو نسبت و قرب کہ نماز میں ظاہر ہوتی ہے اصالت کی خبر دینے والی ہے اس عالم میں ظلال
کے شعروں (کیفیات) سے رہائی شاید نماز میں مسرا جائے جو کہ مومن کی معراج ہے، جو قرب کہ اُس کی
ارائیگی کے وقت (ہوتا) ہے اس (نماز) سے باہر بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا
اس سے پہلے جو اپنے آپ کو نور صرف پاتا تھا جو کہ حقیقت کعبہ کے ساتھ متصف ہونے سے عبارت ہے
اب نہیں پاتا اور مرتبہ و جوب کی وسعت چوٹی اور امتیاز بے کیفی کی نسبت کے ساتھ نہیں سمجھا اور حیرت
میں ہے کہ اس نہ پانے کا کیا راز ہے، کچھ حیرت کا مقام نہیں ہے کیونکہ وسعت بے کیفی جو کہ حقیقت
قرآن مجید ہے کی نسبت کے طلوع ہونے کے وقت میں اگر سابقہ نسبت پوشیدہ ہو جائے تو گنجائش
رکھتا ہے اور جبکہ دونوں نسبتوں کے درمیان تضاد نہیں ہے وہ حق کے نور کے ساتھ متصف ہو کر اس
وسعت کا پتہ لگاتا ہے اور ادراک کے نور سے بے کیفی کا امتیاز کرتا ہے، اس وقت میں اس تحقق کی عدم
یافت ہے نہ کہ اس تحقق کا عدم۔ آپ نے جس بشارت کی طلب کی تھی وہ سلسلے موجود ہونے پر
موقوف ہے۔ دیگر یہ کہ دوستوں کی لاپرواہی سے دل برداشتہ ہوں اور سب کچھ حق تعالیٰ کی جانب
سے جائیں، بندوں کے دل اس بجانہ کے تصرف میں ہیں جس طرح چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔

از خدا و ان خلاف دشمن دوست کہ دل ہر دو در تصرف اوست

[دشمن اور دوست کی مخالفت کو خدا کی طرف سے جان کیونکہ دونوں کے دل اس کے تصرف میں ہیں]

جو شخص آپ کے ساتھ دوستی کرتا ہے آپ کو حق جل و علا سے باز رکھ کر اپنے ساتھ مشغول کرتا ہے اور جو شخص
کہ آپ کے ساتھ دوستی نہیں کرتا وہ آپ کو حق جل شانہ کے ساتھ چھوڑ دیتا ہے، حق سبحانہ کے ساتھ ہوتا
بہتر ہے یا مخلوق کے ساتھ؟ کسی نے کیا خوب کہا ہے، ریاضی۔

یارب ہمہ خلق را ز من بد خو کن
وز جلد جہانیاں مرا یکسو کن
روئے دل من صرف کن از ہر جہتے
در عشق خودم بکجھت ویکرو کن

اے خدا! تمام مخلوق کو مجھ سے بدظن کر دے اور تمام دنیا والوں سے مجھ کو یکسو کر دے، میرے دل کا رخ ہر طرف سے پھیر دے، مجھے اپنے عشق میں بیک سمت و یک رو کر دے [ان دستوں کو دو کلمے شکوہ اور آرزوگی کے طور پر لکھے گئے ہیں تاکہ واضح ہو جائے۔ والسلام اولاً و آخراً۔]

مکتوب ۱۲۲

ملا موسیٰ کے نام اُن کے واریات و احوال کے جواب میں جو کہ انہوں نے لکھے تھے اور مطلوب کے ماوراء ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم دینی بھائی ملا موسیٰ اس مسکن کی طرف سے سلام عافیت انجام پر ہیں، شوق و شوق پر مشتمل مکتوب نے پہنچ کر خوش وقت کیا، علاوت و ذوق جو کہ ذکر و مراقبہ میں ظاہر ہوتا ہے جذبہ آثار میں سے ہے اور فنا و محویت کا دیکھنا ایک مبارک ہے اور انوار کا ظاہر ہونا کہ جس سے تمام گمراہ روشن ہو جاتا ہے اور جسم کی بجائے کوئی اور چیز دکھائی دیتا ہے یہ گویا بقل ہے کہ جس پر فنا ترس ہوئی ہے لیکن فنا اور یہ تقاضا ہے کہ ساتھ مقید ہے، اس بات کی کوشش کریں کہ فنائے مطلق حاصل ہو جائے اور کچھ انسان کی پیدائش سے مقصود ہے میسر آ جائے۔ اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ اس حالت کی فکر میں ہیں اور اس سے ترقی چاہتے ہیں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب جسم کا فنا ہونا نہیں ہے، نفس یہ ہے کہ شاید غیبی (ذات حق جل و علا) ہمیشہ ظاہری مشوق کی مانند نظر میں رہے اور غیر کی طرف توجہ نہ ہونے دے۔۔۔ جانا چاہئے کہ شاید غیبی اس سے بالاتر ہے کہ دید و دانش میں آئے اور ہر دور تخیل ہو جائے، حضرت خواجہ نقشبند قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور بانا گیا وہ سب غیر ہے کلمہ لا کی حقیقت کے ساتھ نفی کرنی چاہئے اس کلمہ کا ظاہر جو کہ نظر میں ہو گا حقیقت پر محمول نہیں ہے مثال بیان کرنے کے طور پر، یعنی گویا نظام میں ہے کہ وہ دائمی طور پر توجہ الیہ کی توجہ کی جائے، خلاصہ یہ ہے کہ جس حالت کی آپ آرزو کرتے ہیں اس کا آپ کی موجودہ حالت پر

قیمت رکھنا محل غور ہے۔
آں لقمہ کہ درد ہاں ننگی طلب
[وہ لقمہ طلب کر جو منہ میں نہ سمائے]

اور یہ جو آپ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ جب کبھی ان انوار کے علاوہ کچھ مکاشفات اُس جانب سے نظر میں آتے ہیں متوجہ نہیں ہونا اور دفع کر دیتا ہوں " مبارک اور اعلیٰ ہے اور سابقہ آرزو کی تلافی کرتا ہے۔ آپ نے خلوت و تنہائی کی خواہش کی تھی نیک و مبارک ہے العز لتعمینتا الصدیقین [خلوت صدیقین کی تمنا ہے] لیکن جان میں کہ جو صحبت فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کیلئے ہو تنہائی سے بہتر ہے والسلام اولاد آخراً۔

مکتوب ۱۲۳

۲۱۵

مخدومہ اذہ عالی قدر معدن الخصال ابوالقاسم کے نام دوستوں کی غلطیوں کو معاف کر دینے اور چغلیوں کی بات سننے سے منع کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، آپ کے مکتوبات شریفہ پہنچ کر مسرت بخش ہوئے آپ نے صلہ اور صفائی حاصل ہونے کی بابت لکھا تھا اچھا ہوا فتنہ کی آگ جتنی بھی بجھ جائے بہتر ہے، دوستوں سے بشریت کے تقاضے سے کوئی لغزش واقع ہوتی ہے اور کوئی امر جو کہ دوستی کے خلاف ہوتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے آپ کو درگزر کرنا چاہئے اور ان کی خوبیوں کو نظر میں رکھنا چاہئے۔

اگر فردی احسن الی من اساء (اگر تو مرد ہے تو جو شخص بدلتا کرتا اس کے ساتھ بھلائی کر) کیا گیا ہے کہ کسی شخص نے کسی شخص کے پاس کسی شخص کی بابت ناپسند بات ذکر کی تو اس نے کہا ہم نے اس کا بدلہ بھلائیوں میں جو ہماری جانب میں نظر کی تو (دیکھا کہ) یہ اس کی برائیوں سے زیادہ ہیں پس ہم نے اس کے بدلہ بھلائیوں کو لیا اور اس کی برائیوں سے درگزر کیا، اسی طرح آقا غلام کے ساتھ کرتا ہے پس غلام غلام کے ساتھ ایسا کیوں نہ کرے۔ آپ نے لکھا تھا کہ بعض صالحین نے کچھ باتیں پہنچائی تھیں، حسن ظن کے مطابق ان کے قول پر اعتماد کر کے رنجیدہ دل ہوا، ہم نے لکھا تھا کہ اہل علم سے یہ بات محل تعجب ہے آپ نے حسن ظن کی وجہ سے ان کے قول کو قبول کیا اور دوسری جانب جو کہ حسن ظن کے قابل تھی حسن ظن نہیں کیا جو شخص چغلی خوری کرے اس کی بات ماننے کے قابل نہیں ہے اور اس کا رد کرنا لازم ہے اور کترا کھنی میں ہے کہ خالد بن سنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا چغلی کا قبول کرنا چغلی سے بھی بدتر ہے کیونکہ چغلی کرنا دلالت (رہنمائی) ہے اور اس کو قبول کرنا اجازت (صیح قرار دینا) ہے اور جس نے کسی چیز پر دلالت وہ اس شخص کی مانند نہیں ہے جس نے اس کو قبول کیا اور صحیح قرار دیا، پس چغلی کو چغلی پر ذلیل کرنا اگرچہ وہ سچا ہو اس پر ان کی وجہ سے کس نے پردہ دہی کی اور حرمت کو ضائع کیا اور اگر وہ

بھوٹا ہونو اس کو مزاد کیونکہ اس نے جھوٹی بات اور بہتان کے ساتھ رحمٰن (خدا) سے جنگ کی اور شیطان کی
 مابعداری کی ہے پس جب تیرے پاس کوئی شخص آئے اور تجھ کو خبر دے کہ فلاں شخص نے تیرے بارے میں ایسا
 کیا ہے یا ریکے کہ تیرے ساتھ ایسا کیا ہے تو بیشک تجھ پر چھ پیزیں واجب ہیں ان میں سے ایک یہ کہ اس
 تصدیق نہ کر کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک چغلوں کی شہادت قابل قبول نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایتھما
 لَّذَیْنِ اٰمَنُوْا اِنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبِیٍّ مُّبْتَدِیْنِ وَاَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَتِهِ اَللّٰہِ لَیْسَ اٰیْمَانُ وَاَلُو! اگر تمہارے
 اس کوئی فاسق شخص کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کسی قوم کو کوئی ضرر پہنچا دو اور دوسرے
 کہ اس کو چغلوں سے منع کر کیونکہ یہ برائی ہے اور برائی سے روکنا واجب ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا اَللّٰہُ
 مُبْتَدِیْنِ اَمَّا اَخْرَجَتْ لِلنَّاسِ الْاٰیۃَ (تم ایک اچھی امت ہو جو کہ لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے) اور تیسرے یہ کہ اس سے
 العین اللہ کے لئے بعض رکھ کیونکہ وہ گناہ کرنے والا فاسق ہے اور گناہ کرنے والے کے ساتھ بغض رکھنا واجب
 ہے جو تجھے کسپے غیر موجود بھائی کے ساتھ برائمان نہ رکھ کیونکہ مسلمان کے ساتھ برائمان رکھنا حرام ہے
 و حرام سے بچنا واجب ہے۔ پانچویں یہ کہ جس چیز کی تجھ کو چغلوں خبر دے اس کا تجھ سے ترک کر دے کیونکہ
 اللہ تعالیٰ نے تجھ سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اس عزوجل نے فرمایا ہے وَلَا تَحْسَبُوْا (اور تجھ سے مت کرو) اور
 چھٹے یہ کہ اس چغلوں کی جس بات کو تو پسند نہیں کرتا تو بھی اس کو مت کر (یعنی اس کی چغلی کو دوسری جگہ
 بان نہ کر) پس جو چیز چغلوں تیرے پاس لائے تو کسی کو اس کی خبر نہ دے اور بعض علمائے نے کہا کہ جو شخص
 ہوتا ہے کس زمانہ میں گناہ سے بچا رہے اور اس کے دوست باقی رہیں تو اس کو چاہئے کہ اپنے نفس کو قاضی
 فیصلہ کرنے والا بنائے اور وہ قاضیوں کی طرح فیصلہ کرے گا ہوں اور ان کی جرح و تعدیل کے بغیر کسی کے
 سے میں کسی کا قول قبول نہ کرے اور کسی شخص پر کسی شخص کی تصدیق نہ کرے پس بیشک ہم نے بعض لوگوں
 کو کہنے پر بعض سے محبت کی اور بعض سے بغض رکھا، پھر ہم اپنے لئے پیمانہ ہوئے۔

مکتوبات

ہمت خاں کے نام مواعظ و نصح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے اپنے پسندیدہ کاموں کو حاصل کرنے کے ساتھ معزز و
 عادت مند رکھے۔ میرے مخدوم! حق سبحانہ نے آدمی کو بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور اس کی مرضی پر نہیں چھوڑا
 جو کچھ سمجھے کرے اور جس طرح چاہے زندگی گزارے اَللّٰہُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی وَاَنْ یُّتْرَکَ سُدًی وَاَنْ یُّتْرَکَ سُدًی وَاَنْ یُّتْرَکَ سُدًی

بہ انسان۔ خیال کرنا ہے کہ اس کو یونہی جہل چھوڑ دیا جائے گا) اس کی پیدائش سے مقصد زندگی کے وظائف جلالہ اور اس سے مطلوب اللہ تعالیٰ جہل شانہ کی معرفت ہے اس کو بعض چیزوں کا امر کیا گیا ہے اور بعض چیزوں سے منع کیا گیا ہے اور وہ شخص اس کے سوا چارہ نہیں رکھتا کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے اوامر و نواہی کے مقتضائے مطابق زندگی بسر کرے ورنہ وہ باغی ہوگا اور بہت زیادہ عذاب کا مستحق اور غضب کا مورد ہوگا، آخرت و عیدیں بیشک پوزی ہونے والی ہیں خواہ خرگوش کبتک رہے گا، اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَمْ يَنْ اِقِمْ [بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور آئے والا ہے اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے] اللہ تعالیٰ نے کمال اہتمام سے یہ انسان کے بارے میں کیا ہے کتے ہی موکل (فرشتے وغیرہ) ہر فرد کے اوپر مقرر کئے ہیں تاکہ اس کے افعال و اقوال و کلمات و سلکات کی نگہداشت کرتے رہیں اور لکھتے رہیں۔ نامراد آدمی کی جان پر افسوس ہے کہ بادشاہ کا ایک برنوس جو کسی صوبہ میں جا ملے تو اہل صوبہ کو لڑھکائی ہو جاتا ہے اور وہ بُرے اعمال سے پرہیز کرتے رہتا اور اس جگہ میں موکل (فرشتے) دن کے اعمال ناموں کو شام کے وقت لیجاتے ہیں اور رات کے مال ناموں کو صبح کے وقت لیجاتے ہیں اور اعمال پیش ہونے کے وقت اُس (انسان) کو حضرت ذوالجلال و تعالیٰ نے پتہ پیش ہونا ہی جیسے غافل ذرا بھی تنبہ حاصل نہیں کرتے اور گناہوں کے کڑھکاب میں زیادہ دیکھنے جاتے ہیں۔ میرے مخدوم! چند روزہ عمر بہت عزیز ہے اور فرصت غنیمت ہے چاہئے کہ اہم کاموں میں رہیں، افسوس ہے کہ یہ وہاں بیکار کاموں میں گزر رہے ہیں، تھوڑی کوشش سے ابدی (دائمی) ملک حاصل ہے اور تھوڑی کاپیرواہی سے چلا جاتا ہے اور کثرت سے ذکر کرنا اہم کاموں میں سے ہے اور سیرگانی و تقویٰ عزیمت کے کاموں میں سے ہے دیکھئے کون جو ان مرد ہے جو اسبابِ عیش کے ہیا ہونے اور قدر تو کر جا کر اور شان و شوکت ہونے کے باوجود حق بات کو قبول کے قانون سے تھے اور بے غرض کی محبت کو زندگی کا نصب العین بنالے ہے

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان گران رسیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کر دی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے]

مکتوب ۱۲۵

محمد معصوم کے نام ذکر و تفکر کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی آل و اصحاب پر جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہے

www.marfat.com

مخصوص ہیں صلوة و سلام کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب جو کہ آپ نے محبت کے باعث ارسال کیا تھا مسرت بخش ہوا۔ آپ نے ضعفِ دماغ کے غلبہ کی بابت لکھا تھا، اللہ تعالیٰ شغلے عاقل عطا فرمائے اور قوت بخشنے، اگر اس ضعف کی وجہ سے ذکر سانی اور صبر میں ایسی طرح مشغول نہیں ہو سکتے تو قلبی ذکر و مراقبہ و تفکر میں زیادہ مشغول رہیں، ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت یا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے، آپ نے سنا ہوگا۔ آپ جانتے ہیں تفکر کیا ہے؟

تفکر رفتن از باطل سوئے حق [تفکر، باطل سے حق کی طرف جانا ہے] اہل اللہ کی عبادت پر اور ان کے مراقبے میں اس بات کا تفکر ہے کہ علمِ اسفل سے علمِ اعلیٰ کی طرف جاتے ہیں اور دل سے مدلول تک جاتے ہیں اور ظلال سے اصول کی طرف مائل ہوتے ہیں اور صفت سے شان کی طرف عروج فرماتے ہیں اور شان سے شانِ ولے کی طرف گامزن ہوتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ ذکرِ غفلت کے دور ہونے سے عبادت ہے جس چیز کے ساتھ غفلت سے دور ہے ذکر میں داخل ہے اور خرید و فروخت وغیرہ میں سے جو کام کہ نیتِ صالحہ کے ساتھ ملا ہوا ہو ذکر ہے دنیاوی کام اس نیت کے ساتھ کرے جو جاتے ہیں اور دوا آگاہی (ہمیشہ کی حضوری) حاصل ہوتی ہے۔

دردِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق شود بارہ گر خام بود نچتہ کند شیشہ ما
[ہمارے دل میں دنیا کا غم بھی، معشوق کا غم ہو جاتا ہے، اگر خراب کچی ہو تو ہماری صراحی اس کو نچتہ کر دیتی ہے] بحرۃ نون و صادر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ترقی کا درجہ ہمیشہ کھلا رہے۔

مکتوب ۱۲۶

مولانا فصیح الدین کے نام واقعہ (حال) کی تجزیہ اور بعض مقالات لطائف کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم حاندا او مصلیا، اللہ تعالیٰ قریب کے درجات میں ترقیات مرحمت فرمائے۔ آپ نے جو مکتوب مرغوب اس مسکین کے نام موسوم کیا تھا اس کے مطالعے سے سرور و خوشوقت ہوا، حق سبحانہ شوق کی آگ کو اور زیادہ تیز کرے اور محبت کی آگ کے شعلہ کو بھڑکانے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی و دادے اور حیم قدس کے نوح میں پہنچا دے، انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] اور جو آپ نے دیکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ (قدس سرہ) نے آپ کو کئی قسم کے لہے یہ مضمون مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی و قرودوم کے مکتوب ۲۶ میں قدرے تفصیل کے ساتھ درج ہے (مترجم)

کھانوں سے ہمراہ ہوا طشت بھیجا ہے انہماک اور واضح ہے شاید کما حقہ نے اپنی خاص نسبت سے عطا کیا ہے اور کوئی آنے والا تعجب کے باعث تمہاری زیارت کے لئے آیا ہے۔ اور اسی طرح آپ نے جو یہ دیکھا کہ ابلیس لعین (شیطان) اپنے تابعین و متعلقین و معاونین و ناصرین کے ساتھ آپ کے قلب اور تمام لطائف تک پہنچا ہے جب دل اور دوسرے لطائف کو ذکر سے معمور پایا تو وہاں مقامات میں نہیں ٹھہر سکا اور یا یوس و ذلیل ہو کر واپس لوٹا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس کے لطائف ذکر سے معمور ہیں مجھ کو ان میں کسی طرح راستہ نہیں ہے اتنی۔ بیشک جس جگہ حضرت خواجہ بزرگ (قدس سرہ) کے کھلنے میں سے پس خوردہ پہنچ جائے اس جگہ شیطان لعین کو کس طرح راستہ ہو۔

آپ نے پوچھا تھا کہ حق سبحانہ نے روح کے بارے میں فرمایا ہے: قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي ۚ

[آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے] اور دوسرے لطائف بھی اسی طریق پر ہیں، پس عالم امر کے پانچوں

لطائف کے مقامات کا تعین جو کما سلسلہ عالیہ میں ثابت ہے کس معنی میں ہوگا۔ آپ جان لیں کہ عالم امر کو لامکانی کہتے ہیں اور وہ بیچونی سے کچھ حصہ نکلتا ہے اور اس (عالم امر) کے پانچوں لطائف کے ظہور کا محل

عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے۔ جانتا چاہئے کہ عالم امر کی لامکانیت اور بیچونی عالم خلق کی نسبت سے ہے جو کہ مکانیت اور چندیں و چونی کے ساتھ اعتبار ہے (لیکن) بیچونی حقیقی جلت

مخلت کی نسبت سے عین چون ہے اور اس کی لامکانیت عین مکانیت ہے پس عالم امر مکانی و لامکانی اور چون و بیچون کے درمیان گویا برزخ ہے اور دونوں طرف کی خصوصیت رکھتا ہے اور (دونوں طرف سے) بہرہ مند ہے، اس رتبہ کے باوجود جو کہ عالم ارواح رکھتا ہے حق تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے اس کو عالم خلق کے

ساتھ ایک عشق دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کو بدنِ غصہ کے ساتھ ایک خاص تعلق میرا ہے اور لامکانی ہے

کے باوجود برزخ ہونے کے باعث ایک مکان میں آرام لیتا ہے، قلب کو بائیں ہاتھ کی جانب کے ساتھ جو کہ قلب کے گوشت کے ٹکڑے کا مقام ہے تعلق ہے اور روح کو دائیں ہاتھ کی جانب کے ساتھ، اور اسی طرح

دوسرے لطائف کے مقامات معین ہیں اور اس تعلق سے اس کی لامکانیت میں کوئی نقص نہیں آتا اور جبکہ حقیقی

بیچون و لامکان (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے وَلٰكِنْ يَسْعَىٰ قَلْبُ عَجْدَى الْمُنٰمِ [اور لیکن میرے مومن بندے کا دل میری وسعت رکھتا ہے] روح میں جو کہ برزخ ہے کیوں بعید ہو اگرچہ یہ وسعت بیچونی ہے اور تشابہات کی تم

سے ہے کہ اس پر ایمان لانا چاہئے اور اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے، اور عالم امر جو کہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتا ہے عالم خلق کے ساتھ اس کے اس تعلق کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے اور اجزاء احام کے ساتھ تعلق اور وسعت کے باورار ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۷

میر محمد امین بخاری کے نام اُن کے واقعہ (حال) کی تعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے کلی طور پر (اپنی) بارگاہ مقدس کا رفیقار رکھے، جو مکتوب مرغوب
 اس مسکین کے نام موسوم کیا تھا پہنچا چونکہ شوق و تمنا کے کلام پر مشتمل تھا اس لئے (جو شوق کیا اور شوق کو
 بڑھانے والا ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ ذکر کے اس عرصہ میں محویت نے غلبہ کیا جیسا کہ کبھی وجود کا علم نہیں رہتا اور
 پھر وہی علم اپنے حال پر لوٹ آتا ہے اور اس حال میں کوئی شخص کہتا ہے کہ ابھی تجھ کو کمالات کی مصلحتیں
 چاہئیں میرے مخدوم! یہ محویت نیک و مبارک ہے حق سبحانہ اس کو اس طرح پر غالب کرے کہ عود بند کور سے
 محفوظ ہو۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ”میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ کبھی واپس نہ لوٹوں“ اور یہ جو کہا ہے کہ (تجھ کو)
 کمالات کی مصلحتیں چاہئیں یعنی بشریت کی فنا و محویت کے بعد اللہ عزوجل کے اخلاق کے ساتھ متصف
 ہونے کا مقام ہے اس کی آمادگی اور استعداد کا اظہار کرنا چاہئے، یہ آمادگی اور استعداد بھی اسی کی دین ہے وہی عطا
 کرتا ہے اور اس کی استعداد بھی دیتا ہے۔

نیا دردم از خانہ چیزے تخت تودادی ہمہ چیز من چیز نشت

[میں پہلے سے گھر کی کوئی چیز نہیں لایا تو تم ہی سب چیزیں دی ہیں میں (جی) تیری ہی چیزوں]
 اوقات کو عبادت کے ساتھ معمور رکھیں اور آخرت کی تعمیر میں کوشش کریں اور اندھیری راتوں کو گریہ استغفار
 کے ساتھ روشن رکھیں۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان گرمانہ رسیدیم تو شاید برسی

[مہنے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی رزی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تیری پہنچ جائے] (دہلا اولو آخرا

مکتوب ۱۲۸

حضرت ایشاں (عزۃ اللہ علیہا) کے ہمیشہ زادہ حاجی شیخ محمد فضل اللہ کے ناو عطا و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، اللہ تعالیٰ دونوں
 جہان کے مقاصد میں کامیاب کرے اور کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے، دل آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے

انہا لمیسر لکل عسیر (بیشک وہ ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے) آنے والوں کے ذریعہ عافیت کی خبر اور احوال کی کیفیات لکھتے ہیں، دنیاوی کاموں میں بقدر ضرورت مشغول ہوں اور باقی اوقات اشغال و اذکار میں صرف کریں اور باطن کی تعمیر میں کوشش کریں اور مقصدِ اعلیٰ میں لگے رہیں اور ہمت کو آخرت کی تعمیر میں صرف کریں اور درافتلہ روزنتوں کو دعلے خیر میں بلا رکھیں باقی احوال بخیر ہیں، والسلام علیکم علی سائرین اتبع اللہی

مکتوب ۱۲۹

مخدوم زادہ کرامی حقائق و معارف، گاہ شیخ ابوالقاسم کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، فرزندِ گرامی اس جانب سے سلام خیر انجام پڑھیں اس حدود کے احوال تمہارے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ فرزندِ نواب بھی عافیت سے ہوگا اور ہمیشہ ترقی میں رہے گا جو مکتوب کا اس سے پہلے بھیجا تھا فقیر کی بیماری کے دنوں میں پہنچا تھا اس وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی اس وقت اس مکتوب کی جس قدر جستجو کی نہیں پایا تاکہ اس کے مطابق لکھتا الخیر فیہما صنع اللہ سبحانہ اذ کچھ اللہ سبحانہ کرتا ہے اس میں بھلائی ہے جو کام کہ آپ کو درپیش ہے اس کے حاصل کرنے میں پوری کوشش ملحوظ رکھیں، جتنک آپ وہاں ہیں غنیمت ہے دینی شعوم پر بہت زیادہ راغب رہیں، ان میں سے ایک سبق بھی ہو جائے تو بہتر ہے جو وقت کہ سبق سنیج رہے (اس میں) ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور اندر سے باتوں کو روکنے اور مغفرت طلب کرنے کے ساتھ روشن رکھیں، زندگی کے دن بہت غنیمت ہیں چاہئے کہ اہم کاموں میں صرف کئے جائیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۰

۲۲۱

خواجہ احمد بخاری کے نام قرآن (پاک) کے فضائل اور اس اقدما حال کی تعمیر میں تحریر فرمایا جو انہوں نے لکھا تھا۔ الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے کچھ بھی اور اوقات کی نگہداشت کے بارے میں لکھا تھا اس کے مطالعہ سے خوشوقت ہوا، اللہ ہرزاد [لے اللہ! اور زیادہ فرما] آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کا شوق ظاہر کیا تھا اگر پیسر موعولے تو اس سے بہتر کیا ہے، نیک و مبارک ہے، حدیث نبوی علی مصدرہ الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے، قرآن والے

اہل اللہ ہیں، خاتمہ ابن جنزی، اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ حاملین قرآن اولیاء اللہ ہیں پس جس نے ان سے دشمنی کی تو بیشک اس نے اللہ سے دشمنی کی اور جس نے ان سے دوستی کی تو اس نے اللہ سے دوستی کی، قرآن نیز حدیث شریف میں ہے حاملین قرآن کی فضیلت غیر حاملین قرآن پر ایسی ہے جیسی کہ خالق کو مخلوق پر فضیلت ہے، قرآن نیز حدیث شریف میں ہے کہ حاملین قرآن کا اکرام کرو، جس نے ان کا اکرام کیا تو اس نے اللہ کا اکرام کیا۔ خبر دار! حاملین قرآن کے حقوق میں کمی مت کرو پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے مقام میں ہیں کہ قریب ہے کہ حاملین قرآن انبیاء ہوتے مگر ان کی طرف وحی نہیں کی جاتی الہی۔ جو واقعہ (حال) کہ سعادت اطوار محمد زاہد نے دیکھا تھا وہ آپ نے لکھا تھا، بہت مبارک اور واضح ہے، ادر یہ جو اس نے صحرا میں سفید بلند گنبد کہ جس کا اندرونی حصہ شفاف ہے دیکھا تھا وہ گنبد گویا عین ثابنتہ سے عبارت ہے کہ سالک کا مبداء تعین ہے اور ولایت اس تک واصل ہونے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور یہ جو چار فرشتوں نے کہا ہے کہ یہ واصلین کے وصل کی بشارت ہے اس معنی کی تائید کرتی ہے اس کے بعد یہ جو (اس) فقیر نے اسی واقعہ میں کہا ہے کہ وہ گنبد چار درجے رکھتا ہے پہلا درجہ اس گنبد میں داخل ہوتا ہے دوسرا درجہ وہ ہے جو کہ نصف زمیوں تک پہنچتا ہے تیسرا درجہ وہ ہے جو کہ اس کے اوپر پہنچتا ہے، چوتھا درجہ وہ ہے جو کہ اوپر سے نیچے آ کر دروازے سے باہر نکل کر دوسرے گنبد میں داخل ہوتا ہے آپ جان لیں کہ سالک جب اس اسم سے جو کہ اس کا مبداء تعین ہے واصل ہوتا ہے تو پہلے نکال جاتا ہے (یہ راستہ) چار درجے رکھتا ہے پہلا درجہ یہ ہے کہ دائرہ امکانی کو قطع کر کے اس کے ساتھ واصل ہو جائے، فنا کا حاصل ہوتا اس درجے کے ساتھ وابستہ ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس اسم میں سیر کرے اور اس کے کمالات کے ساتھ متصف ہو جائے اور یہ جو واقعہ میں کہا ہے کہ نصف زمیوں تک پہنچتا ہے اس بات سے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس درجے میں بقا حاصل ہو گئی ہے، تیسرا درجہ یہ ہے کہ اسم کے منتہا تک پہنچ جائے اور اسم کے ساتھ بقا حاصل کر کے اسمی کا پتہ لگائے، یہ زمیوں درجے سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ سے تعلق رکھتے ہیں کہ (یہ) کمالات میں عروج ہے اور چوتھا درجہ نزول سے تعلق رکھتا ہے جو کہ سیر عن اللہ یا اللہ ہے اور سیر فی الاشیاء ہے اور یہ جو واقعہ میں کہا ہے کہ اوپر سے نیچے آ کر اور گنبد سے باہر ہو کر دوسرے گنبد میں آ گیا ہے اس میں ان دونوں سیروں کی نشاندہی کی گئی ہے اور دوسرا گنبد عالم امکان کا گنبد ہے یا سالک کے قالب کا گنبد ہے، اور آپ کو اور خواجہ شریف کو نزول کی بشارت ہے اور محمد زاہد کے لئے ابھی وقت نہیں پہنچا اور یہ جو ان چار فرشتوں نے کہا کہ تیرے باطن کا فانیہ یہی ہے یہی اس تعبیر کی تائید کرتا ہے، اس واقعہ کی تعبیر جو آپ نے دریافت کی تھی اس کے بارے میں جو کچھ کہ میرے ناقص خیال میں آیا ہے یہ ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۱

خواجہ عبداللہ کولابی کے نام ذکر چہرہ وغیرہ کی مجلس میں حاضر ہونے کے بارے میں ان کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا
 بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوة و ارسال تیار شد کے بعد عرض کرتا ہوں کہ گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش
 ہوا، آپ نے شوق کا اظہار کیا تھا اس طرف کے دوستوں کو بھی مشتاق جانیں اور حدیث (قدسی) وانا الیہم
 لا نشد شوقاً (اور میں ان کی طرف زیادہ شدت کا شوق رکھتا ہوں) مطالعہ کریں حتیٰ سحائے شوق کی آگ کو پھر گا
 تاکہ آفاق و انفس سے پوری طرح ربانی دلائل اور شیون و اعتبارات سے گزار دے اور معیت ذاتی تک پہنچائے
 اندہ قریب مجیب (جیسا کہ وہ قریباً اور قبول کرنے والا ہے)۔ آپ نے پوچھا تھا کہ جس مجلس میں کہ سلسلہ
 کبرویہ وغیرہ کے لوگ اور اذیتیں پڑھتے ہیں اس میں بیٹھا چاہئے یا اس مجلس کو ترک کرنا چاہئے؟ میرے مخدوم
 کے ذکر چہرہ کرنے کی صورت میں چونکہ ذکر فی نفسہ اچھا اور نتیجہ بخش ہے اگر آپ بیٹھیں اور اپنے طریقہ میں مشغول رہیں
 تو سچائش رکھتا ہوں اور مستحسن ہے اگر اس نظریہ سے کہ ذکر میں چہرہ کی تائید عت ہے خود کو علیحدہ رکھیں تو
 یہ بھی آپ کے لئے مناسب ہے اور آپ مختار ہیں، مختصر یہ ہے کہ اس قسم کی جگہوں میں حکمت کی رعایت
 کریں اور وقت و حال کا لحاظ رکھیں اور دل کے فتویٰ پر عمل کریں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ نیکی وہ ہے
 جس کو طرف نفس کو تسکین ہو جائے اور قلب اس کی طرف مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جس کی طرف نفس کو
 تسکین نہ ہو اور قلب اس کی طرف مطمئن نہ ہو اگرچہ مفتی صاحبان کچھ کو فتویٰ دیدیں۔ دیگر یہ کہ شہادہ کا طالب
 کی طرف توجہ کرنا ایم فانی (اور نفی و اثبات کے ذکر میں یکساں ہے اس کے باطن پر توجہ کرنی چاہئے تو ذکر کرنے والے کو
 ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے اور جس کی طرف توجہ کی جائے اس کو جس طریقہ پر امر کیا گیا ہے اس میں مشغول رہنا چاہئے۔
 اور یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ فقیر نے آپ کو ایک بڑا کاغذ دیا ہے اور اس کاغذ میں ایک طرف حضرت
 رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تصویر ہے اور ایک جانب اس مسکین کی تصویر ہے اور ایک ساعت
 کے بعد دیکھا کہ اس مسکین کی تصویر آنحضرت علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر سے واضح ہوا اور
 بشارت کا باعث ہوا، گویا پہلا حصہ قاب قوسین کے قریب سے (تعلق رکھتا ہے) اور جو کچھ آپ نے اس کے
 بعد دیکھا ہے وہ اوارنی سے (مناسبت رکھتا ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

۱۳۱۔ اس معنی کی جیڑ منہ محمد داری میں اس الفاظ میں قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لو ابصت جنت تسأل عن البر والاکرام قل نعم
 قال فجم اصابعه فضرب بها صدره وقال ستفت قلبك ثلاثاً البر والاکرام ستفت الیہ النفس واطمان الیہ القلب
 والاشہاد اجا لہ فی النفس ویزد فی الصدر وان افتاک الناس (خطبات الاحکام لجمعات العالم ص ۴۰)

نہیں کیا اور مطلوب سے نایافت سوا کچھ معلوم نہیں ہوتا اور سچ و بے صفتی اور الٰہی غم لاحق ہونے پر یہی دید بابت اور ہم کا بلند ہونا اور جو کچھ حاصل کیا اس پر کفایت کرنا بھی اس دید کے شعبوں میں سے ہے اور احکام شرعیہ اور تمام سنن نبویہ علیٰ مصدرہ الصلوٰۃ والسلام والتجسس کے بجالانے اور بدعت اور ان امور سے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں پر سب کو کرنے پر ثابت قدم رہنا بھی اس مقام کے مناسب ہے اور یہ جو اپنے قصائے الٰہی پر راضی رہنے اور غم و مصیبت سے جو کچھ اس تعالیٰ شانہ کی طرف سے پہنچتا ہے اس کے متعلق شرح صدر کے لوازم کے بارے میں لکھا ہے، بہت بڑی نعمت ہے اللہم زدنا لک اشرا و زدنا رفا کھرا اصل مستقیم ہدایت سے مراد اس تعالیٰ شانہ کے افعال کے ساتھ ہی شرح صدر اور اس سجاوے و تعالیٰ کے مقتضیات (احکام) میں سینہ کی تنگی کا دور ہونا ہے **فَمَنْ يَتَرَدَّ اللهُ اَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْاِسْلَامِ** [پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے] **وَ اِذَا الْاٰتِيَتْهُمْ مِنْ لَدُنَّا اَجْرًا عَظِيْمًا وَاَهْدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيْمًا** [اور اس وقت تم ضرور ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم دیتے ہیں اور ضرور تم ان کو سیدھے راستے کی ہدایت کرتے ہیں]۔

مکتوبات

جان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے عرض کے جواب میں جو کہ کیفیات و احوال پر مشتمل تھا اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ احوال و بشارات میں حصول پر دلالت نہیں رکھتے۔

یہ فقیر جو صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب نے جو اس مسکین کے نام لکھا کیا تھا پہنچ کر مسرت بخشی چونکہ پسندیدہ احوال و واقعات پر مشتمل تھا مزید مسرت کا باعث ہوا۔ پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کے شوق و ذوق کو زیادہ کرے اور تمہاری توفیق عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا اس سے پہلے ایسا تھا کہ مخلوقات میں سے ہر ایک مخلوق کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و بے اختیار پاتا تھا حتیٰ کہ کافر فرنگ کو بھی اپنے سے بہتر جانتا تھا اور جو فعل کا اس فقیر سے واقع ہوتا تھا اس کو شر محض جانتا تھا، میرے مخدوم! یہ حال اصل ہے اور یہ نقص کی دید اور (اپنے ہر فعل کو) شر محض سمجھنا بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے اور فنا و نیستی کی خبر دینے والی ہے کیونکہ مستی اور اس کے توابع جب اپنی اصل کی طرف رجوع کرتے ہیں تو سالک میں نیستی اور شرمونے کے سوا کچھ نہیں رہتا اور اچھائی کی ذرا بھی بجا اپنے اندر محسوس نہیں کرتا۔ ممکن کی ذات عدم ہے جو کہ ہر شر و فساد کے نشوونما کی جگہ ہے، جو دار و تمام کمالات اس میں

مستعار و امانت ہیں، اور امانت اس کے مالک کو واپس کر دینے کے بعد اپنے افعال کو بشریحاً سمجھنے اور قصور کی دید کے سوا جو کہ اس کی ذات کا مقتضی ہے اس کو کچھ نصیب نہیں ہوگا، بڑے بڑے دریا جو کہ نظر آتے ہیں اور آپ ہر ایک کو الگ الگ عبور کرتے ہیں بہت خوب ہے، سلوک کے راستے میں اس قسم کے بہت سی دریا عبور کرنے پڑتے ہیں اور یہ جو حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام آپ سے فرماتے ہیں کہ تو ہماری ملکیت سے ہے بہت بڑی بشارت ہے، شاید کہ آپ ان کی ولایت سے حصہ حاصل کریں گے۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ آپ چل گئے اور کوئلہ ہو گئے ہیں اور اس کوئلہ کو لوگوں نے سیاہی بنا لیا ہے اور لوگ اس سے الگ الگ لکھتے ہیں اس کے بعد معلوم ہوا کہ قرآن لکھتے ہیں، اس کی تعبیر ظاہر ہے، جو نبی نہ جو بشریت محبت کی آگ سے جل جانا اور فانی ہو جانا ہے اور الفاظ قرآنی کے ساتھ بقا حاصل کرتا ہے حق تعالیٰ (کا کلام) تم سے ظہور پاتا ہے کیونکہ عشق کی آگ کے جلانے ہوئے لوگوں کا مونس اس کا کلام ہے کہ اس عالم میں اس کی مانند کوئی مظہر نہیں ہے اور اس کی صفت حقیقی بنفسہ جلوہ گر ہوئی ہے اور صفت سے موصوف کا راستہ کھلا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے، آگاہ رہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے، اور اسی طرح یہ جو آپ نے دیکھا ہے، کہتے ہیں کہ معدوم ہوجا، فقیر (خواجہ محمد مصحفی) کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قدموں میں، اسی وقت قدم مبارک نظر آئے اور میں مبارک قدموں کے نیچے معدوم (نہیت) ہو گیا، یہ ایک بشارت ہے خاص انخاص فنا کی طرف ایک اشارہ ہے قدم مبارک کے نیچے جو فنا ہوتی ہے وہ خاص امتیاز رکھتی ہے۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ ایک عظیم بے پایاں صحرانے ایک ساعت میں طے کیے، یہ بھی نیک و بشارت ہے۔ اور جس واقعہ میں کہ آپ نے اپنے آپ کو آدمی پتھلی کی مقدار بے حس و حرکت گوشت کا ٹکڑا دیکھا ہے وہ فنا اور عذرا ذاتیہ کے ظہور کی خبر دینے والا ہے جو کہ بے حس و حرکت جامد (بے جان چیز) کے عنوان سے ظاہر ہوا ہے جیسا کہ ہمارے حضرت عالی قدرنا اللہ سبحانہ بسره الاقدس نے تحریر فرمایا ہے اور برادر دینی دوست بیگ کے جو احوال و واقعات آپ نے لکھے ہیں یعنی فنا کے قلبی کی بشارت کا حصول اور اولیاء کے گروہ میں شمولیت اور خود کو غائب پانے کا مراقبہ اور معرفت کے مرتبہ کا ظہور اور اس سے حصہ پانا اور اس کے بارے میں حضرت عالی (قدس سرہ) کا دعا کرنا اور مصافحہ کرنا اور آیت کریمہ **وَقَالُوا لَوْلَا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مَخْلُصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ** (اور ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ تمام باطل ادیان سے یکسو ہو کر دین کو) اسی کے لئے خالص کرنے والے ہوجاؤ پڑھنے کی نصیحت کرنا سب واضح ہوا، اچھے واقعات اور بشارت ہیں اور ایک کریمہ پڑھنے کا امر کرنا نماز قائم کرنے پر زغیب ہے جو کہ دین کا ستون ہے اور کمال درجہ کے

قرب کا مقام ہے اور زکوٰۃ دینے پر (ترغیب ہے) جو کہ مال کو پاک کرتا ہے اور نیز اخلاص حاصل کرنے پر ترغیب ہے کیونکہ عبادات کے اعمال اور اذکار کی قبولیت اس سے وابستہ اور یہ سیر و سلوک کا نتیجہ ہے۔ اور جانتا چاہئے کہ واقعات و خواب بشارات سے زیادہ نہیں ہیں کما استعداد ہونے کی بشارت دیتے ہیں اور قوت کی خبر دینے والے ہیں نہ کہ فعل کی، کچھ جان کھپانی چاہئے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش میں آسپنے، جو کچھ بیداری میں ظاہر ہوتا ہے وہ اس شخص کی ملکیت ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

چو غلام افتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شیم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

[چرا میں آفتاب کا غلام ہوں اس لئے سب کچھ آفتاب ہی کہتا ہوں میں۔ شب ہوں شب پرست ہوں کہ خواب کی بات بیان کر دوں]

والسلام اولاد آخرت۔

مکتوب ۱۳۲

حقانہ نگاہیں جی جی صلی اللہ علیہ وسلم کی بخاری کے نام اس بارے میں کہبتدار میں ظاہر باطن کے
 میں نگاہوں ہونا اور باطن کی قطع ہونے کے بظاہر ملکہ و آلودہ نظر آتا ہے اور ممکنہ ذلت کے
 عدم ہونا اور حقیقت کعب و حقیقت خلت و حقیقت صلوة و حقیقت قرآنی و حقیقت محمدی کاروان کی تپنا
 اور ان کے مناسب امور کے یلن میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله على نواله والصلوة والسلام على جيبه محمد وآله أما بعد، جو مکتوب مغرب آپ نے
 پشاور سے بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، نقص و قصور کی دید اور وجود بشری کے نگاہ میں برائے خاص طور پر
 طاعات اور تبرک مقامات میں ایسا ہونے کی بابت آپ نے لکھا تھا واضح ہوا میرے مخدوم اظہار جو کہ فی
 نفسہ ظلمت و کدورت ہے باطن سے ملنے وقت اس کے ساتھ روشن اور تروتازہ نظر آتا ہے باطن کے اذواق
 و انوار کے ساتھ ظاہر بھی منور اور ذوق و شوق کے ساتھ متصف ہوجاتا ہے جب باطن ترقیات کے سبب ظلمت
 سے منقطع ہوجاتا ہے اور دونوں کے درمیان بعد مشرق میں پیدا ہوجاتا ہے تو باطن کے انوار و اذواق ظاہر تک
 بہت کم پہنچتے ہیں اس لئے مگر و آلودہ نظر آتا ہے اور غم و اندوہ کے ساتھ متصف ہوجاتا ہے اور نیز کمالات
 حاصل کے ساتھ لاحق ہونے کے بعد عدم کے سوا جو کہ ہر شے و نقص کا مقام اور جتنا برا کہا جائے اس سے بھی
 بدتر ہے کچھ نہیں رہے گا اور طاعات و تبرک مقامات میں ذاتی ظلمت و کدورت بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہے
 اذ بصدہا تبین الاشیاء (کیونکہ چیزیں اپنی ضد کے ساتھ پہچانی جاتی ہیں) — اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ مراد
 میں ایک بہت بلند حال ظاہر ہوا، ایک بہت بڑی چیز کو اٹھا کر فقیر کے سامنے ڈال دیا گیا اس کے اوپر پردہ تھا

کہا گیا کہ یہ سب تیری نسبتیں ہیں پردہ کو اٹھایا گیا تو وہاں سے ایک نور بلند ہوا اس نے مجھ کو اور تمام عالم کو احاطہ کر لیا ایسا خیال آیا کہ (یہ) حقیقت قرآنی ہوگی (پھر) دوسرا پردہ پہلے پردہ سے زیادہ زینت والا ظاہر ہوا وہ پردہ بھی (اٹھا دیا گیا تو ایک نور وہاں سے) بلند ہوا جو پہلے نور پر چھا گیا خیال ہوا کہ حقیقت صلوة ہوگی اس کے بعد دوسرا پردہ ظاہر ہوا جب اس کو بھی اٹھا دیا گیا تو ایک بہت بڑا نور ظاہر ہوا کہ جس نے مجھ کو اور تمام عالم کو احاطہ کر لیا، میں نے اپنے آپ کو بہت منور اور زینت کے ساتھ آراستہ دیکھا اس وقت میں خیال ہوا کہ (یہ) دائرہ خلعت ہوگا اور اس وقت میں ایک اور حال ظاہر ہوا کہ یہ سابقہ انوار و احوال گویا نور میں لاشیٰ ہو گئے ہیں اور اپنے آپ کو بھی اس نور میں پایا تھا، خیال آیا کہ حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور محبوبیت ہی ہوگی۔ میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے لکھا ہے سب سجد نورانی اور بہایت اعلیٰ ہے لیکن یہ سب (بشریات ہیں حق تعالیٰ قوت سے فعل میں لائے اور گوش و آغوش میں پہنچائے، اتنا ہے کہ آپ کو ولایت ابراہیمی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پایا ہے اور اس وجہ سے مقام خلعت کے ساتھ کچھ مناسبت حاصل ہے، اگر اس عجیب مقام سے کچھ نسبت حاصل کر لی ہو اور اس کے گلزاروں سے پھول چن لئے ہوں تو کیا تعجب ہے۔ محبت جو کہ محبوبیت کا باعث ہے وہ بھی خلعت کے شعبوں میں سے ہے جب یہ خلعت غالب آجاتی ہے اور بقراری کا نشہ پیدا کرتی ہے تو محبت سے موسوم ہوتی ہے نفس خلعت سراسر انس و الفت ہے، محبت ہے جو کہ خلعت کے تمام افراد سے گرفتاری کے نشہ کے ساتھ ممتاز اور علیحدہ ہو گئی اور زمانہ کی عجیب چیز بن گئی ہے اور کچھ اور ہی ثمرہ دیا ہے۔

ازال انیون کہ ساتی درے افگند حریفان رانہ سرماندرونہ دستار

[اس انیون کی وجہ سے جو کہ ساتی نے شراب میں ڈال دی ہر ہم مشروں کو نہ سر کا ہوش) رہا ہے نہ پگڑی رکنا]

لے محبت کی نشانیوں والے! چاہئے کہ حقیقت قرآنی تک پہنچا اینکے لام علیہم الصلوٰۃ والسلام

حقائق سے عبور اور ان کے کمالات کے حصول کے بعد صورت پذیر ہو، اس لئے کہ انبیاء اور قائم الایمان علیہم الصلوٰۃ والبرکات بھی مخلوق ہیں اور قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے پس اس کی حقیقت تک وصول ان حقائق سے

گذرنے کے بعد ہوگا، حدیث شریف میں ہے کہ عالمین قرآن کی غیر جاملین قرآن پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی

فضیلت اس کی تمام مخلوق پر ہے، قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے افضل ہے اور تمام کلاموں پر قرآن کی فضیلت ایسی ہے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اس کی تمام مخلوق پر ہے، اویہ جو اپنے حال میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور نبی المومنین

کو دیکھا ہے کہ ان کے انوار آسمان تک پہنچے ہوئے ہیں اور تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں، مبارک ہے، حق سبحانہ ان کے

انوار و برکات سے بہرہ مندر ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی۔

لے غالباً کچھ الفاظ ہوا کتابت سے رہ گئے ہیں جن کا ترجمہ اضافہ کیا گیا ہے مترجم

مکتوب ۱۳۵

صوفی سعادتمند کا بی کے نام تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے مراتب تک ترقی عطا فرمائے۔ مکتوب مرغوب جو آپ نے اس مسکین کے نامہ موسوم کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے ملاقات کے شوق کا اظہار کیا تھا، دوستوں کو بھی مشتاق جانیں اور حدیث شریف و اتالیہم کلاشد شوقاً (اور میں ان کی طرف البتہ زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں) پڑھیں، یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ بلند مقام انتہائی صفائی میں ظاہر ہوا ہے اور بعض دوستوں نے کچھ باتیں کہیں اور تم کہتے ہو کہ حقیقت قرآنی (جو) مجھ پر ظاہر ہوئی تھی اب خوب واضح ہو گئی اور مجھ تم دوستوں سے کہتے ہو کہ دوسرا مقام میری نظر میں آیا تم نے اس کو دیکھا یا نہیں دیکھا دوستوں سے کچھ ہاں یا نہیں نہ نکلی اور نیز تم نے دیکھا ہے کہ گویا تمہارے چہرہ کو نقش کیا گیا تھا اور اس پر حقیقت قرآنی کی مہر کر دی گئی اور تم نے کوئی نسبت اپنے اوپر پائی تین روز تک وہی کیفیت رہی، میرے مخدوم! دونوں واقعے روشن اور اعلیٰ ہیں اور حصول کی باستعداد کی خبر دینے والے ہیں، امیدوار ہیں کہ قوت سے فعل میں آئے اور گوش سے آغوش تک پہنچے۔

می تو اندک دید انکب را سخن قبول آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را

[وہ زمانہ جس نے بارش کے قطرہ کو موقی بنا دیا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ میرے آنسوؤں کو شرف قبولیت عطا فرمائے] آپ نے دوسرا حال لکھا تھا کہ ایک عزیز ابلق (چکبرا) گھوڑے پر سوار ہے مجھ کو بھی اپنے پیچھے سوا کر لیا ہے ہم ایک مجلس میں آئے ایک دیا ر ظاہر ہوئی اور درمیان سے دو ٹکڑے ہو گئی، ایک بلند مقام ظاہر ہوا پھر اس مقام سے بلند تر دوسرا مقام ظاہر ہوا پھر اس مقام سے بلند تر مقام نظر آیا، کہا گیا کہ اس مقام میں کوئی حجاب نہیں رہا، میں اس کے سینے سے بیہوش ہو گیا میں دو تین گھڑی تک پڑا رہا اگرچہ لوگ جگاتے تھے لیکن ہوش میں نہیں آتا تھا ہوش میں آنے کے بعد میں نے اپنے اوپر عجیب حال مشاہد کیا تین روز تک مجھ پر یہ حالت رہی، "اے سعادت آثار! ہو سکتا ہے کہ جس سوار نے تم کو ابلق گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھایا وہ تمہارا رہبر ہو جو کہ عالم معنی میں تمہارے سیر و سلوک کا ذمہ دار ہے اور ابلق گھوڑا روح کی سواری ہو جو کہ عالم چون و عالم بیچون کے درمیان بزدخ ہے اور دونوں رنگ رکھتی ہے اور دیوار جو کہ دو ٹکڑے ہو گئی وہ تمہارا وجود بشری تھا جو کہ ظلمت و کدورت سے پڑے، حقیقت کا آفتاب

طلوع ہونے کے وقت ٹکڑے ہو کر الگ ہو گیا ہے اور ظلمت و کدورت سے جو کہ اُس کا ذاتی (وصف) تھا چٹکارا پالی ہے، اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ اِذَا دَخَلُوْا اَقْرَبَیْمًا فَاَسَدُوْا وَّهَآ وَجَعَلُوْا اَعْرَۡۃَ اٰهْلِهَا اِذْ لَئِنَّ وَاٰلَکَیْہِمْ یَفْعَلُوْنَ ؕ [بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تڑپا لاکر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت دار لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے]۔ اور یہ جو دیوار کے دو ٹکڑے ہونے کے بعد بلند مقام ظاہر ہوا ہو سکتا ہے کہ تمہارا مبداء تعین ہو (جو کہ اسم الہی کا اظہار ہے اور یہ جو اس سے بلند نزد و سہر مقام ظاہر ہوا اسم الہی ہو جو کہ مبداء تعین کی اصل اور اسم کلی ہے کہ مبداء تعین اس کلی کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے اور تیسرا مقام جو کہ سابقہ مقام سے بلند نظر آ یا شان ذاتی ہو جو کہ اسم کلی کی اصل ہے اور ذات تعالیٰ و تقدس میں محض اعتبار ہے اور چونکہ شان اور ذات کے درمیان اسم کے سوا پرہ نہیں ہے اس لئے آپ نے سنا کہ حجاب نہیں رہا۔ یہاں ایک نکتہ ہے، جاننا چاہئے کہ بیہوشی حجاب چاہتی ہے جب حجاب بالکل اٹھ جائے تو بیہوشی نہیں رہتی۔ ع

تو عین ذات می نگری در تبسمی [تو مسکراتے ہوئے عین ذات کو دیکھتا ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ میں حلقہ میں بیٹھا تھا کہ صاحبزادہ گرامی فرماتے ہیں اکثر دستوں نے مقام بنی اسرائیل سے عروج کیا، پھر فرمایا کہ عرش کے اوپر ایک مقام ہے دستوں نے اس سے عروج کیا، آپ لکھیں کہ عرش کے اوپر کونسا مقام ہے۔ میرے مخدوم! یہ سوال اس شخص سے کرنا چاہئے کہ جس نے اس واردات کی خبر دی ہے، بہر حال ہم کہتے ہیں کہ عرش کے اوپر جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے عالم ارواح کا مقام ہے اور عالم ارواح مکانی و لامکانی کے درمیان برزخ ہے اور دونوں کا رنگ رکھتا ہے اس عالم میں قلب و روح و سر و خفی و اخفی پانچ لطیفے ہیں اور ان پانچوں میں سے ہر ایک لطیفہ ایک عالم ہے جو اس عالم سے جو کہ عرش سے نیچے ہے کئی گنا زیادہ ہے اور دائرہ امکان ان پانچوں لطیفوں پر مشتمل ہو جاتا ہے اور ان پانچوں لطائف کے طے کرنے پر فنا کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اس کے بعد کمالات الہی جل شانہ میں شروع ہوتا ہے جو کہ بقا کا مقام ہے اور اس میر کی انتہا کو علام الغیوب تعالیٰ شانہ جانتا ہے اور یہ جو کہا ہے کہ انہوں نے مقام بنی اسرائیل سے عروج کیا، ہو سکتا ہے کہ مقام بنی اسرائیل مقام سر و خفی سے کنایہ ہو کیونکہ بنی اسرائیل دو اولوالعزم پیغمبروں حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰت والسلام کے تابع ہیں اور یہ دونوں لطیفوں کو ان دونوں پیغمبروں علیہما السلام کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے، ولایت موسیٰ مترکی ولایت عیسیٰ اور ولایت عیسیٰ خفی کی ولایت ہے اور ان دونوں ولایتوں سے گزرنے کے بعد اخفی کا مقام ہے

جو کہ ہمارے پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اخفی کی ولایت ہے اور یہ جو اس کے بعد کہا کہ عرش کے اوپر ایک مقام ہے انھوں نے اس سے عروج کیا ان دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہوا کیونکہ یہ دونوں ولایتیں بھی جو کہ مقام بنی اسرائیل سے کتابہ ہیں عرش کے اوپر ہیں اور ان سے عروج ممکن بلکہ واقع ہے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب

خواجہ محمد شریف بخاری کے نام تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کمال واکمال رکال ہونے اور کمال کرنے کے اعلیٰ مرتبہ پر ترقی عطا فرمائے۔ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا چونکہ اعلیٰ کیفیات پر مشتمل تھا خوشی میں اضافہ کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ تائیسویں شب کو تراویح میں قرآن مجید کا ختم سن رہا تھا کہ عظیم فیض و برکات نازل ہوئے، انھوں نے وجودِ بشری لوپوری طرح خالی کر دیا کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ اس قدر فیض و برکات نازل ہوئے کہ تمام خالی جسم بوجھ دیا احاطہ میں نہیں سماتے تھے، اتنا جانتا ہوں کہ جس وقت انوار کا ظہور ہوا تو انھوں نے بائیں جانب سے شروع کیا میں جس قدر گہری نظر سے دیکھتا تھا نورِ محض کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا اس نور نے اتنا ب کے طلوع ہونے کی مانند عام کو احاطہ کر لیا۔ میرے مخدوم! اس جگہ کے بعض درویشوں نے بھی سی رات میں عجیب چیزیں مشاہدہ کیں اور اس رات کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوئے اور ترقیات حاصل کیں، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ بھی فیضیاب ہوئے اور انوارِ تجلی کے پرتوں میں محو و مستہلک ہو گئے۔

بلے ہر جا شود مہر آشکارا سہارا جز تھاں بودن چہ یارا

[بیشک جس جگہ سورج ظاہر ہو جائے سہا (ایک ستارہ کا نام) چھپ جانے کے سوا اور کیا کر سکتا ہے]

حالِ احدیت کا طلوع صفاتِ بشریت کو فنا کرنے والا ہے اذ انجلی اللہ بشی محض لہ [جب اللہ تعالیٰ سی چیز پر تجلی نازل فرماتا ہے تو وہ اس کے لئے جھک جاتی ہے] اور پھر آپ نے ان انوار کے ساتھ بقاعاً حاصل اور عدم (فنایت) کے بعد آپ وجودِ مہیوب کے ساتھ متحقق ہو گئے اور اسی نور نے عالم کو احاطہ کر لیا۔

ع شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو مسم [شکرانہ ادا کر کہ تیرا خون بہا میں ہوں]

س معنی کی تائید کرنے والا وہ مضمون ہے جو کہ اس آیت کریمہ میں آوَمِنْ كَانْ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا نُورًا لِّمَنْثَنِي بِرَبِّ النَّاسِ [کیا ایسا نہیں کہ وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنا دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا

نور (یعنی ایمان) دیدیا کہ جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلنا پھرتا ہے] — کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے چنانچہ (حدیث مبارکہ) الحق ینطق علی لسان عمر (حق، عمر رضی اللہ عنہ) کی زبان پر جاری ہوتا ہے] اس بات کی علامت ہے اور آیت مبارکہ (لکن مثلم فی الظلمات لیس یخارجہا) کیا اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کی صفت یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے جن سے وہ نکلنے والا نہیں ہے] ابو جہل لعین کے بارے میں ہے۔ الحمد للہ سچا ہے کہ آپ نے ابو جہل کی ظلمتوں سے نکل کر انوارِ فاروقی کا سہارا پکڑا ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۳۷

شیخ جنید جتئی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور ضروری نصائح و ذکر لطائف عشرہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔ (یہ فقیر) حمد و صلوة کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ نے جو مکتوب محبت کے طور پر بھیجا تھا اس نے خوش وقت کیا۔ آپ نے جو یہ حال دیکھا (اور) لکھا ہے کہ "حضرت گنج شکر نے تمہارے لئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول فرمائے اور تیرے گناہوں کو بخش دے اور تم کو گود میں لیا ہے اور ملاقات کا سبب پوچھا ہے اور تم نے ان سے کچھ چیزوں کی درخواست کی ہے اور انہوں نے حکیمانہ طریقے سے جواب دیا ہے تم کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے ہیں اور تم ان کے گرد سات چکر لگا کر ان علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات کے قدموں میں گر پڑے ہو اور انہوں نے صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک کو تمہارے سر پر بلا ہے اور تم نے آنسو اور علیہ الصلوٰت والسلام کی خدمت میں بھی چند چیزوں کی درخواست کی ہے انہوں نے صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جواب پروردگناہ میں دیا ہے " سب نیک و مبارک ہے، اپنے کام میں لگے رہیں اور ہر روز ترقی کے طالب رہیں اور آپ نے اسی حال میں جو کچھ جہت کے قاضی کے بارے میں التماس کی ہے اور کہا ہے کہ نیک ہے اور نہایت سخی ہے، آنسو (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ سخاوت کو پسند کرتا ہے پھر آپ نے قاضی مذکور کے بارے میں دعا کی اور اس کے لئے دین و دنیا کی مجموعی طلب کی، آنسو اور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والسلام نے فرمایا کہ جس شخص نے اسلام اور احکام شریعت کی عمدہ طریقے پر تعمیل کی اس کے لئے دین و دنیا واجب ہو گئی " یہ دونوں اس قاضی کے لئے بڑی بشارتیں ہیں اور ان کی استقامت احکام شریعہ کے بجالانے اور حسن اسلام پر محبت ہیں اگر وہ ایسا کرے دین و دنیا دونوں اس کی

ملکیت ہیں، اللہ تعالیٰ قاضی کو جزائے خیر دے اور دونوں جہان کی ترقیات سے نوازے کہ آپ جیسے درویشوں کی رنجوشی خدائے جل و علا کے لئے کرتا ہے۔ آپ نے مشار الیب کے بارے میں فاتحہ کی درخواست کی تھی، پڑھی گئی، امید ہے کہ نتیجہ بخش ہوگی۔ اور یہ جو آپ نے سابقہ مکتوب میں لکھا تھا کہ (راقم) نفی اثبات کے ذکر میں مشغول ہے پچیس مرتبہ تک تکلف کے ساتھ کہتا ہے اور کبھی کبھی بے تکلف بھی کہا جاتا ہے: میرے مخدوم! جس قدر تکلف و تشویش کے بغیر کہا جائے کہیں ملکیت (تعداد) سے کیفیت اور حصول اثر کی طرف زیادہ مشغول ہوں جو کہ ماسوا کی نفی ہونے کیونکہ نفی کرنے کا نتیجہ نفی ہونے سے اس قدر ہے کہ ذکر کہنے میں رکیں نہیں جلدی جلدی کہیں اور تیزی کے ساتھ خیال کریں، خیال ایک لمحہ میں زمین سے سات آسمانوں تک پہنچ جاتا ہے! اس صورت میں سہولت کے ساتھ بہت زیادہ کہا جاتا ہے بعض دوست ایک سانس میں ہزاروں تک پہنچاتے ہیں لیکن مدار کیفیت اور اثر کے حاصل کرنے پر ہے، دیگر آپ نے ذکر کے وقت خطرہ قلب کے دور سونے کے بارے میں لکھا تھا، آپ جان لیں کہ ہر وقت اور ہر حال کہ جس میں خطرہ نہ آئے ایک نعمت ہے خاص طور پر ذکر کے وقت بہت بڑی نعمت ہے لیکن فتنائے قلب میں معتبر ہے کہ خطرہ مطلق طور پر تمام اوقات میں دل سے دور ہو جائے اور ماسوا کو اس حد تک بھلا دے کہ اگر تکلف کے ساتھ ماسوا کو وزن میں آئے اور اللہ اس تک ماسوا کو یاد کرے تو یاد نہ آئے، اس نسیان کی وجہ سے جو کہ دل کو ماسوا سے حاصل ہونے پر خوشی و غم و فک و اندیشہ کچھ دل تک نہ پہنچے مستہلک کو کیا خبر اور مستغرق کو کیا شعور۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "نفس کیا چیز ہے جو کہ یہ سب صفات یعنی امارہ و لوامہ و ملہمہ و راضیہ و مرضیہ رکھتا ہے اور بزرگوں نے کہا ہے کہ نفس کو مارنا چاہئے، نفس کو مارنے کے بعد کیا چیز باقی رہتی ہے؟" کہ (جس سے) آدمی کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو کیونکہ معرفت نفس سے تعلق رکھتی ہے اور روح و نفس متحد ہیں یا نہیں اور دونوں جانب پر بزرگوں نے شبہات (قائم) کئے ہیں، و من عرف نفسه فقد عرف ربه اور جس نے اپنے نفس کو پہچانا تو ضرور اس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس سے مراد نفس کا پہچانا ہے یا نفس کا مرنا! آپ جان لیں کہ آدمی دس لطیفوں سے مرکب ہے پانچ لطیفے عالم خلق سے اور پانچ عالم امر سے، میں ان لطیفوں میں سے ایک نفس ہے اور نفس عالم خلق سے شمار کیا گیا ہے اور لطیفہ روح عالم امر سے، پس (یہ) دونوں لطیفے مختلف ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تمام لطائف کی طرح جدا معاملہ ہے اور ہر ایک کی ولایت و سیر و سلوک جدا ہے اور جس کسی نے متحد کہا ہے وہ کام کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے اور نفس امارگی کی حالت میں بھی اور اطمینان کی حالت

میں ہی لطائف کا سردار ہے اور لفظ انا سے بھی ہر شخص کی مراد وہی ہے اور وہ بالذات آسمانی احکام کا منکر ہے اور ایات (میں) و خودی و رفعت پسندی اور تکبر کرنا اس کی ذات میں ودیعت ہیں اور وہ برائی اور بیکاری کی طرف بہت ہی زیادہ امر کرنے والا ہے حدیثِ قدسی میں آیا ہے عاد نفساً فانھا انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس سے دشمنی کریں بیشک وہ میری دشمنی پر کمر بستہ ہے] صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنا اور اہل اللہ کی خدمت کرنا، اس (نفس) کی اصلاح اور اسے مطیع کرنے کے لئے ہے جب اللہ جل شانہ کے فضل سے نفس اپنی صفاتِ رزیلہ سے خالی ہونے لگتا ہے اور اسلام (قرابتِ درازی) قبول کر لیتا ہے تو لوگوں سے جدا ہوتا ہے اس کے بعد کلمہ پھر بتدریج فنا کے کامل و ثقل کے اہل کے واسطے سے مطلق ہو جاتا ہے اس وقت وہ اپنے مولا (اللہ تعالیٰ) سے راضی اور مولا اس سے راضی ہو جاتا ہے اور وہ اپنے جبلِ مرکب سے جو کہ وہ رکھتا تھا نکل کر اللہ جل شانہ کی معرفت و قرب تک پہنچ جاتا ہے پس یہ سب نفس کی صفات ہیں جو کہ اس پر بدلتی ہیں اور نفس کا مارنا اور اس کا مر جانا اس کا صفاتِ رزیلہ سے نکل جانا ہے پس وہی نفس ہے جو کہ بعد و دوری کے بعد قرب و معرفت سے مشرف ہو جاتا ہے اور یہ جو وارد ہوا ہے من عرف نفسه فقد عرف ربه [جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا] (اس سے) مراد نفس کا پہچانا ہے اور نفس سے مراد ذاتِ انسان ہے جو کہ دس لطائف سے مرکب ہے اور ہو سکتا ہے کہ لطیفِ نفس (مراد) ہو جو کہ انسان میں عمدہ ہے یعنی جس شخص نے اپنے آپ کو یا اپنے لطیفِ نفس کو اس کی عدیبتِ ذاتی کے عنوان کے ساتھ پہچان لیا یعنی وہ (کہ) اس کی ذاتِ عدم ہے اور کمالاتِ وجودی اس میں عاریتی اور مرتبہ و خوب سے استفادہ کئے ہوئے ہیں اور اس تعالیٰ شانہ کی صفات و کمالات کے ظلال ہیں پس جس شخص نے اپنے آپ کو ظلیت کی صفت کے ساتھ (اور) اہل کو اصالت کے عنوان کے ساتھ پہچانا وہ ظل سے اہل کی طرف روڑا (اور) اہل سے زموقت کا طرف راستہ پایا کیونکہ ظل سے اہل کی طرف شاہراہ ہے اس وقت وہ انسانی کمال کو پہچا اور جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا اس نے دیکھ لیا۔ مولوی (رومی) قدس سرہ کا شعر ہے

چوں بدلاستی کہ ظل کیستی فارغی گر مردی و گزریستی

[جب نونے جان لیا کہ تو کس کا ظل ہے تو خواہ تو مردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

ہو سکتا ہے کہ من عرف نفسه سے مراد نفس کا مرنا ہو یعنی جو شخص کا اپنے نفس کو فنا کے حقیقی کے ساتھ قافی کر دیتا ہے وہ حق جل و علا کی معرفت کو پہنچ جاتا ہے اس لئے کہ معروف میں فنا ہونا ہی معرفت ہے۔ آپ نے پوچھا تھا کہ شرع شریف میں بندہ کو فاعل مختار کہا گیا ہے اور حالانکہ نصوص

(آیات) واحادیث میں آیا ہے: مَنْ يَتَّبِعْ رِيسِي اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَتَّبِعْ رِيسِي فَلَا هَادِيَ لَهُ [جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے تو اس کو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے تو اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہے] بِمَنْ يَتَّبِعْ رِيسِي اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَتَّبِعْ رِيسِي فَلَا هَادِيَ لَهُ [اس کے ساتھ بہت سے لگ گمراہ ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ بہت لوگ ہدایت پاتے ہیں]، ایمانِ رحمن (اللہ تعالیٰ) کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے اور اس کا قدر خیر و شر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس اُس ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ بیشک تم میں سے کوئی شخص ضرور اہل جنت کے عمل کے مطابق عمل کرے گا یہاں تک کہ اس کے اور اُس (جنت) کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے پھر اس پر کتاب (نوشتہ تقویٰ) سبقت کرے گی تو وہ اہل جنت کے مطابق عمل کرے گا اور اس میں داخل ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ سوال کا ماحصل یہ ہے کہ اہل شرع بندہ کے لئے اختیار کو ثابت کرتے ہیں اور یہ آیات واحادیث اس کے خلاف حکم کرتی ہیں اور اختیار کا سلب ہونا ظاہر کرتی ہیں اس لئے باہم تضاد ثابت ہوا۔ جو اب کوئی تضاد نہیں ہے، اس کی وضاحت یہ ہے کہ شک نہیں کہ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا خاص اُس تعالیٰ شانہ کا فعل ہے، خیر و شر، ایمان و کفر، طاعات و معاصی میں سے جو کچھ بھی ہے سب اس سبحانہ کے ارادہ کی تقدیر سے ہے جیسا کہ آیات واحادیث اس پر دلیل ہیں اور وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ذَوَاتًا عَمَلُونَ [اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اذیت مند اعمال کو پیدا کیا] کی دلیل سے بندہ کے افعال کا خالق حق جل و علا ہے نہ کہ بندہ جیسا کہ معتزلہ نے گمان کیا ہے اور وہ گمراہی کے بیابان میں (سرگردان) رہ گئے ہیں، اور نیز ہم بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ بندہ اپنے فعل میں مجبور نہیں ہے جیسا کہ جبریہ نے کہا ہے اور وہ گمراہ ہو گئے ہیں کیونکہ حرکت برائے گرفت اور حرکتِ رعشہ میں فرق ضروری ہے (کہ پہلی اختیار اور دوسری غیر اختیاری ہے) اور مکلف بنانے اور دائمی ابدی عذاب دینے کا حکم جبر (مجبور ہونے) کی نفی کرتا ہے اس کے باوجود کہ حق تعالیٰ نے عذاب و ثواب کو بندوں کے عمل کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ [پس ان کے اعمال کا بدلہ ہے] پس معلوم ہوا کہ بندہ کو اپنے فعل میں کچھ دخل ہے اور اس کو کسب کہتے ہیں اگرچہ فعل کا پیدا کرنا حق تعالیٰ (کی طرف) سے ہے، بندہ کو ارادہ اختیار دیا گیا ہے لیکن بندہ کو اس کے ارادہ کے ساتھ آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے بلکہ احکام شرعیہ کا مکلف بنایا گیا ہے) مکلف بنانے اور عذاب و ثواب دینے کا مدار اسی ارادہ کے استعمال پر ہے بندہ کے ارادہ کو استعمال کرنے کے بعد فعل کی پیدائش حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ پس (مذکورہ) آیات واحادیث (افعال کی) پیدائش کے اعتبار سے ہیں اور اہل شرع کا قول کسب کے اعتبار سے ہے جو کہ

مکتوب مرغوب جو کہ آپ نے حاجی احمد نرک کے ہمراہ اس مسکن کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر سرت بخش ہوا، آپ نے آتش شوق کی شدت کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا، اللہ تعالیٰ اس آگ کو مشتعل کرے اور محبت کے شعلے کو سر بلند کرے تاکہ آفاق و انفس سے پوری طرح رہا کر دے اور ذات و صفات کی اقرابت تک پہنچائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ایک مدت ہوئی کہ ہم یک رنگی کے سمندر میں مستغرق ہو گئے ہیں جو کہ بے رنگ ہے اور تمام موجودات اس میں مثل جاب ظاہر ہوتی ہیں، اُس تعالیٰ شانہ کی بارگاہِ قدس بے پایاں ستمد ہے کہ تمام اشیاء اس میں قانی ہیں ان سب کا دیکھنا اور سننا اسی سے ہے کوئی دوسرا نظریں نہیں آتا، میرے مخدوم! یہ حال اعلیٰ ہے اور جمع کے مقام سے پیدا ہوا ہے، اس عنایت کا شکر یہ بجالائیں اور محبت کو باندھ رکھیں اور جمع سے فرق بعد انجم تک آئیں تاکہ مخلوق کو حق (تعالیٰ) سے جہاد رکھیں اور حادث کو قدیم سے جدا پائیں ظل سے اصل کی طرف آئیں بلکہ اصل کو بھی ظل کی طرح چھوڑ دیں اور شہود سے غیب کی طرف جائیں، احوال لکھتے رہیں اور دوستوں کو ایمان کی سلامتی کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں، اوقات کو ذل و فخر کے ساتھ آباد رکھیں، مہربت کو طاعات و عبادات کے معمولات کی ادائیگی میں چست باندھیں، اور قیو قیامت کا زاد راہ تیار کریں، اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار سے منور رکھیں اور اس تھوڑی قیمت (مٹریں) میں مولائے حقیقی کو راضی کریں، طالبوں کی طرف توجہ سے دریغ نہ رکھیں اور ان کی ترقیاً کے ذمہ دار رہیں لیکن ان کے آنے سے ڈرتے اور کاپتے رہیں ایسا نہ ہو کہ اس ضمن میں اس شخص (آپ) کی خزان چاہی ہو، بارگاہِ قدس میں التجا و آہ و زاری کرتے رہیں اور خود بینی و غور سے پناہ چاہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَعَلٰی سَائِرِ مَنْ اَتَّبَعَهُ الْهُدٰی۔

مکتوب ۱۳۹

شیخ بائزید سہارنپوری کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَرِجَالِ السَّلَامَةِ کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت کا سبب ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت کے ساتھ ہیں اور دلجمعی کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور حالات قابل اطمینان ہیں۔ آپ نے جو قرآن مجید حفظ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے مبارک ہے، حق سبحانہ تکمیل کو پہنچائے اور اس کے فیوض و برکات سے بہرہ مندر کرے، حفظ کرنے میں آیات کا جھفد نہ کرے، یہ سب سے داخل ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ لذت یابی و شوق و دلجمعی گویا تلاوت میں

محدود ہو گئی ہے، ذکرِ نفی و اثبات اتنی لذت نہیں دیتا لیکن چونکہ ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے ہر روز پانچ چھ ہزار بار کہہ لیتا ہوں۔ میرے مخدوم، کلام مجید کی تلاوت کیوں لذت نہ بخشنے اور شوق کو زیادہ نہ کرے جبکہ قرآن اس تعالیٰ شانہ کی حقیقی صفت ہے کہ جس نے پردہ غیب سے تختِ ظہور پر جلوہ فرمایا ہے اور حیرت زدہ مشتاقوں کو وصال کی بوعطا فرما کر اکرامِ اشتاق الی اللہ فلیستمع کلام اللہ [آگاہ رہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے پس اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سُنے] کی خوشخبری کے ساتھ اور من اراد ان یحد شربہ فلیقرء کلام اللہ [جو شخص اپنے رب سے بات کرنے کا خواہاں ہے تو اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھے] کے مزہ کے ساتھ بشارت دی گئی ہے صفت سے موصوف کی طرف راہ ہے اور کلام کو تکلم سے جدائی نہیں ہے۔

اند ر سخن دوست نہاں خواہم گشت تا بر لبِ او بوسہ زخمِ چو نش بخواند

[میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہوجاؤں گا تا کہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لبوں کو بوسہ دے لوں]

اور کلمہ نفی و اثبات جو کہ کلمہ توحید ہے دوسرے فائدے رکھتا ہے، باطن کو پاک کرتا ہے اور متفرق تعلقات کا جو کہ بشریت کے لوازم سے ہیں انا لہ کرتا ہے بلکہ وجود بشریت کو جڑ سے اکھاڑتا ہے اور فتنانک پہنچاتا ہے اور فتنانک رہنمائی کرتا ہے اور وظل سے اصل تک لیجاتا ہے اور اس سے دوسری اصل تک اور اس اصل سے تیسری، چوتھی اور پانچویں اصل تک (اور) الی ماشاء اللہ (جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے) متحقق کر دیتا ہے۔ اور آپ نے مطلوب کی عظمت و کبریا کی متعلق اور اپنی بے استعدادی و ناامیدی و عاجزی و حیرت کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا بیشک ممکن واجب سے کیا پائے اور مقید سے مطلق کو پانے کی استعداد کہاں سے لائے جہاں تک بھی جائے قید سے رہائی نہیں پاتا اور امکان کے دارغ سے داغدار ہے مابالذات لا یفک عن الذات [جو ذات کے ساتھ ہے وہ ذات سے جدا نہیں ہوتا ہے] قُرب و وصل کے لئے مناسبت کا پایا جانا ضروری ہے اور ہم جس کے درپے ہیں وہ تمام مفقود ہے پس ناامیدی ہر حال میں نقدِ وقت ہوگی اور عاجزی و نادانی حاصل (ہوگی) کسی نے خوب کہا ہے۔

ہمہ صبح وصل جو یاں من و شام ناامیدی کہ سیاہ تخت ہجرم شب من سحر ندارد

[سب لوگ وصل کی صبح کو تلاش کرنے میں (لیکن) میں ہوں اور ناامیدی کی شام ہے کیونکہ میں ہجرت کا مارا ہوا سیاہ تخت ہوں میری رات صبح نہیں رکھتی]۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی۔

مکتوبہ ۱۲

حصہ نساں (عزہ الوقی) کے برادر زادہ شیخ خلیل اللہ کے نام قریب فرائض و قرب نوافل کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ فرزند اعز شیخ خلیل اللہ
 استقامت کے ساتھ رہیں اور ہمیشہ ترقی میں ہوں، چند سطریں قرب فرائض و قرب نوافل کے بیان اور
 بعض شبہات کے حل میں جو کہ اس مقام میں کھٹکتے تھے لکھی جاتی ہیں، ہوش کے کان سے سُنیں، حدیثِ قدسی
 میں وارد ہوا ہے کہ جس نے میرے کسی دوست کے ساتھ دشمنی کی تو میں اُس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں
 اور میرا بندہ میری طرف اور کسی چیز سے قرب حاصل نہیں کرتا جو اس چیز سے زیادہ محبوب ہو جس کو میں نے
 اس پر فرض کیا ہے اور بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت
 کرنے لگتا ہوں، پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے
 اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے
 اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں ضرور اس کو
 عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں ضرور اس کو پناہ دیتا ہوں۔ اس کو امام بخاریؒ نے
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ صوفیائے کرام جنہوں نے کہ اذکار و اشغال اختیار کئے ہیں اور ریاضتوں اور
 چلوں کو انتخاب کیا ہے اور ترقیوں کے حصول اور مقامات و معرفت و فنا و بقا تک پہنچنے کو اس سے
 وابستہ کیا ہے اور طالبوں کی تربیت اور مریدوں کو سلوک طے کرانا ان امور کے ذریعہ کرتے ہیں اور ان کے
 ساتھ وابستہ تصور کرتے ہیں اور اسی طرح توہمات جو کہ وہ مریدوں پر کرتے ہیں اور صحبت کی ترغیب
 اور آداب کی رعایت پر شوق دلاتے ہیں اور انہوں نے کام کا مدار ان امور پر رکھا ہے یہ سب نوافل کی
 قسم سے ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ صوفیہ کے طریقہ کا اختیار کرنا اور پیرو مشد کی طلب جو قرب و وصل کا
 ذریعہ ہے یہ بھی نوافل کے دائرہ میں داخل ہے پس مقامات کا حاصل ہونا اور معرفت کے درجات
 تک پہنچنا نوافل پر موقوف ہے نہ کہ فرائض پر کیا کسی نے دیکھا ہے کہ کوئی شخص مذکورہ امور کو بجالائے
 بغیر محض فرائض کے ادا کرنے سے قرب و معرفت کو پہنچا ہو ورنہ چاہے کہ عوام بھی جو کہ فرائض کے ساتھ
 توفیق دیتے گئے ہیں عارفین و مقربین ہوں حالانکہ حدیثِ قدسی اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ

۲۳۸

محبوب ترین اعمال جو قرب بخشے ہیں فرائض ہیں پس جو قرب کہ فرائض پر مرتب ہوگا وہ قرب نوافل سے زیادہ کامل و مکمل ہوگا اور صوفیہ کے طریقہ پر چلنے اور ان کے اذکار و اشغال کی کوئی ضرورت نہ ہوگی۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ شک نہیں ہے کہ قرب فرائض قرب نوافل سے زیادہ کامل و مکمل ہے لیکن فرائض اس وقت قرب بخشے اور ترقیات کا پھل دیتے ہیں جبکہ مذکورہ امور بجالائے جائیں ورنہ فرائض ابرار کے اعمال میں داخل ہوں گے نہ کہ مقربین کے اعمال میں پس ان نوافل کا ادا کرنا قرب فرائض کے ظہور کے لئے شرط ہوگا جیسا کہ وضو نماز کے لئے (شرط ہے) جب تک اذکار و اوراد اور ظاہری پیرو اختیار کرنا اور اس کے آداب کی رعایت وغیرہ جو کہ سلوک کے راستہ میں ضروری ہیں نہ بجالائے اور باطن کی پاکی ان کے وسیلہ سے حاصل نہ ہو جائے قرب فرائض کی لیاقت پیدا نہیں کرتا اور ولایت خاصہ سے مشرف نہیں ہوتا، اگر کہا جائے کہ طہارت باطن فنا کے ساتھ وابستہ ہے اور اس گروہ کے نزدیک قرب نوافل فنا کرنے والا نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کمال طہارت جو کہ ماسوا سے کلی انقطاع ہے اگرچہ فنا سے وابستہ ہے لیکن اس کے مبارکات جو کہ تعلقات کا منقطع کرنا ہیں ان نوافل کے ساتھ وابستہ ہیں اور اس قطع تعلقات کو سلوک کہتے ہیں اور سیرالی اللہ سے موسم کرتے ہیں اور جب سیرالی اللہ آخری نقطہ تک پہنچ جاتی ہے اور وہ ماسوا کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے تو فنا حاصل ہو جاتی ہے اور سیر فی اللہ کہ جس کو جذبہ کہتے ہیں کی ابتدا حاصل ہو جاتی ہے اور وہ ولایت میں پہلا قدم رکھتا ہے تاکہ کہا جائے کہ ”اوپر کے کمالات کا حصول اور ولایت کے درجات اور قرب کے دقائق میں ترقی بھی اعمال صالحہ یعنی کلمہ طیبہ و تلاوت قرآن وغیرہ کے بجالانے سے وابستہ ہے جو کہ نفلی اعمال میں سے ہیں پس ان اعمال کا کمال سیرالی اللہ تک پہنچنے پر ختم نہیں ہو جاتا، یہی کلمہ طیبہ ہے کہ جس کے توسط سے اصول کو طے کرتے ہیں اور ایک اصل سے دوسری اصل تک اور وہاں سے اور اوپر تک ترقی کرتے ہیں اور ۲۳۹

ولایت صغریٰ سے ولایت کبریٰ تک اور ولایت کبریٰ سے ولایت علیانگ ترقی کرتے ہیں“ ہم کہتے ہیں کہ یہ اذکار و اعمال ولایت کے درجات کے لئے تمہیدات و مبارکات ہیں پس یہ اذکار جیسا کہ نفس ولایت کے لئے تمہیدات ہیں درجات ولایت کے لئے بھی مبارکات و تمہیدات ہیں۔ نیز یہ سوال کہ ”ولایت محض وہی چیز ہے اور اس کے مبارکات کسی ہیں جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے پس فنا و بقا کہ ولایت جس سے عبارت ہے وہی چیز ہوگی اس لئے فرائض و نوافل دونوں مبارکات ہیں داخل ہوں گے کیونکہ کسی امور میں اس صورت میں قرب فرائض کو فنا کرنے والا کہتا اس اعتبار سے ہوگا اور اگر اس اعتبار سے کہیں کہ اس عطیہ الہی کا پھل دینے والے ہیں تو دونوں قلوب کے درمیان کیا فرق ہوگا کیونکہ قرب نوافل

جو کہ مبارکات سے ہے اس عطیہ الہی کا پھل دینے والا ہے۔ جواب: نوافل مقدماتِ بعیدہ سے ہیں اور فرائض مقدماتِ قریبہ سے ہیں وہ (نوافل) موانع کے دور کرنے کی مانند ہیں کہ تعلقات کو قطع کرنا ہے اور یہ (فرائض) ولایت کے حصول کا ذریعہ ہیں جو کہ عطیہ الہی ہے یعنی ان (فرائض) کے بعد (متصل ولایت حاصل ہوتی ہے) یہ (نوافل) استطاعت کی مانند ہیں جو کہ فعل سے پہلے ہے اور یہ (فرائض) اس استطاعت کی مانند ہیں جو فعل کے متصل ہے۔

مکتوبات

شیخ محمد یاقوت لاہوری کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حمد و صلوة و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت کا سبب ہوا، اس میں مندرج تھا کہ اس زیارت میں اپنے وجدان سے ایسا پایا ہے کہ اسمِ الباطن مثلاً علیم و قدیر کی سیر میں ابتدا واقع ہوئی اور قلب کو ایک وسعت حاصل ہوئی ہے۔ میرے مخدوم اجواب لکھتے وقت اس معاملہ میں کچھ توجہ کی گئی اس کے ساتھ آپ کی کچھ مناسبت پائی، آپ کے عروج کا قصد دیکھا کہ آپ نے اس اسم کے ساتھ کچھ اتصال پیدا کر لیا ہے اور اس ولایت تک جو کہ ولایتِ علیا ہے کچھ وصول حاصل ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ اس ولایت سے جو کہ ملائرا علی کی ولایت ہے کامل حصہ عطا فرمائے۔ یہ مقام اگرچہ ولایت کا اعلیٰ مقام ہے حتیٰ کہ انبیاءِ علیم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت پر فوقیت رکھتا ہے اور ان (انبیاء کرام) کی افضلیت نبوت کے راستہ سے ہے اور قلب کی وسعت اس مقام میں اس وسعت زیادہ ہے جو کہ سابقہ مقام میں تھی کیونکہ وہ وسعت ذات کو ملحوظ رکھے بغیر اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کی وسعت کے مطابق ہے اور اس وسعت میں ذات تعالیٰ ان کمالات کے ساتھ ملحوظ ہے، ان دونوں وسعتوں میں بہت فرق ہے اسماء و صفات کو ذات تعالیٰ کے بالمقابل کیا نسبت اور کیا شمار ہے۔ یہ جو آپ نے کچھ کچھ اپنے اعضا کو فقیر کے اعضا کا ظل پایا (فقیر سے) آپ کی کامل مناسبت کی خبر دینے والا ہے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوبات

شیخ ولی جہتی کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم (یہ فقیر حمد و صلوة کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا آپ نے نماز کے اندر بدن میں ذکر سرایت کرنے کی بابت لکھا تھا بہت خوب ہے اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں ہمت اس بات پر صرف کریں کہ ذکر سے مذکور تک پہنچ جائیں اور وسائل سے مقصد کی جستجو کریں۔ آپ نے لکھا تھا کہ میں جمعہ کی راتوں میں سوتا نہیں ہوں، ان راتوں میں سے ایک رات دو تین گھنٹی وقت باقی رہ گیا تھا کہ نیند آگئی، دیکھا ہوں کہ ایک سفید ریش شخص ظاہر ہوا اس نے کہا من عرف نفسه فقد عرف ربه [جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا]۔ اس نے یہ کہا اور پوشیدہ ہو گیا اور میں بیدار ہو گیا اور سہم گیا۔ اور آپ نے دوسرے جمعہ کی رات میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے وَ ذُو النَفْسِ الْكَافِرَةِ أَفَلَا تَنْبَعِرُونَ^۱ [اور کیا تم اپنی جانوں میں نہیں دیکھتے ہو] لایعرفانہ خیر اللہ۔

[اسہ لو انتر کے سوا نہیں پہچانتا]۔ ایک اور حال میں جو آپ نے بہت سی چیزیں دیکھی ہیں اس دوران میں کوئی بزرگ فرماتے ہیں اس کلام قدسی پر عمل کرو کہ بیشک ابن آدم (انسان) کے جسم میں گوشت کا لوتھر ہے اور اس لوتھرے میں فوائد (دل) ہے اور فواد میں ستر ہے اور ستر میں خفی ہے اور خفی میں اخفی ہے اور اخفی میں انا (نفس) ہے۔ لے سعادت آثار یہ احوال مذکور کا پتہ دیتے ہیں اور انسانی کمال کی طرف دعوت دیتے اور معرفت کی طرف راستہ دکھاتے ہیں اور پہلے واقعہ میں گویا اثر سے موثر کی طرف جائے اور نفس کے انقلابات سے اُس کے مقلب کی جستجو کرنے اور باطل سے حق کی جانب تفکر کرنے کی طرف اشارہ ہے اور دوسرا واقعہ شہود انفسی کی طرف اشارہ کرتا ہے خواہ ذات مطلوب کا شہود ہو یا مطلوب کی نشانیوں کا شہود ہو اور نیز عارف کی کُلّی فنا کی طرف اشارہ ہے معرفت وہی ہے کہ اپنے آپ سے اپنے ساتھ ہو اور عارف کو فنایت کے سوا اس سے کچھ نصیب نہ ہو، کسی نے خوب کہا ہے

۲۶۱
[از حضرت ذات بہرہ استہلاک است (بارگاہ ذات حق سے حصہ فنایت ہے)]

اور یہ جو کہا ہے کہ تم اس کلام قدسی پر عمل کرو یعنی عالم امر کے لطائف میں سے ہر ایک کے کمالات کی ساتھ متحقق ہونا چاہئے کہ جن کی انتہا عالم امکان پر ختم ہوتی ہے، اس کے بعد عالم وجوب کے کمالات میں آغاز (ہوتا) ہے اور اخفی میں انا (نفس) ہے۔ میں اس طرف اشارہ ہے یعنی اخفی سے گزرنے کے بعد کمالات وجوب ہیں (پہلے) دو احوال میں میرا نفسی کی طرف اجمالی طور پر اشارہ ہے اور اس آخری حال میں اس اجمال کی تفصیل کی طرف اشارہ ہے یعنی عارف کامل وہ شخص ہے جو کمال لطائف میں سے ہر ایک کے کمالات تک پہنچے اور ہر ایک کو طے کر کے عالم وجوب کی طرف پرواز کرے، اگر کہا جائے کہ عالم امر کے لطائف پہنچ ہی نہیں کہ جن میں سے ایک روح ہے اور اس حدیث قدسی میں روح کا ذکر

نہیں آیا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے فواد روح سے کنایہ ہو اور گوشت کا لوتھڑا جو کہ قلب کی حقیقتِ جامعہ کا محل ہے اس کا بیان قلب کے بیان کی بجائے کافی سمجھ لیا گیا ہو واللہ عند اللہ تعالیٰ اور مجمع علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

ایک مکتوب سیادت مآب سید مبارک کے نام لکھ کر بھیجا ہے اشارتہ تعالیٰ پہنچے گا۔ دوسرا حال جو آپ نے دیکھا ہے اس کی تعبیر ظاہر ہے اور سلطانِ ذکر کی خبر دینے والا ہے کہ جس کی علامت آپ اپنے اندر بتا رہے ہیں، محبت اطوارہ سابقہ احوال باوجود یکہ کمال کی طرف دعوت دینے اور معرفت کی طرف بلانے والے ہیں بمشترات ہیں اور نیز ان کمالات کی استعداد کا پتہ دینے والے ہیں، امیدوار رہیں اور کوشش کریں کہ معاملہ فوت سے فعل میں اور گوش سے آغوش تک آجائے۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

مکتوب ۱۲۳

محمد رفیق دہلی کے نام ان کے (مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ، مکتوب مرغوب جو آپ نے محبت کی وجہ سے بھیجا تھا اپنی سرت بخش ہوا، آپ نے اس کیفیت کی خواہش کی تھی جو ظلال سے ماورا رہے چونکہ آپ کی محبت کا رابطہ اس نسبت عالیہ والوں کے ساتھ درست ہے (اس لئے) امیدوار رہیں، فان المرء مع من احب [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] آپ نے لکھا تھا کہ "امیدوار ہے کہ ظلال سے نکل آئے اور مطلوب حقیقی تک پہنچ جائے اور ایمان شہودی کے شرف سے مشرف ہو جائے اور اس آگاہی سے جو کہ خواجہ نقشبند قدس سرہ نے حضرت مولانا سعد الدین کا شغریٰ سے حاصل کی تھی واقف ہو جائے۔" آپ جان لیں اول یہ کہ بندہ وارزو سے کیا کام، بندگی اس وقت درست ہوتی ہے کہ کوئی آرزو خواہش نہ رہے اور کوئی مراد و مقصود سینہ کی وسعت میں نہ رہے اور حق جل و علا کی مراد کے ساتھ قائم ہو جائے یعنی اس تعالیٰ شانہ کی مراد کے علاوہ سالک کی مراد نہ ہو اور ارادہ کی صفت اس میں نہ رہے اگرچہ درجات و معانی قُرب ہی کا ارادہ ہو۔ ایک بزرگ نے ایک سالک سے پوچھا ما ترید [یعنی تو کیا چاہتا ہے] اُس نے جواب دیا میں کیا ترید، ان بلا رہی [میں چاہتا ہوں کہ میں کچھ نہ چاہوں] اُس بزرگ نے کہا یہ خود عین ارادہ ہے۔ دوسرے یہ کہ طالب کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فضل طلب کرے اور اپنی استعداد کے کمال کا خواہاں رہے اپنے کمال تک پہنچنے سے پہلے معین شخص کے کمال کی خواہش کرنا فضول بات ہے ہاں اپنی استعداد کے

ماتب حاصل کرنے کے بعد اگر دوسروں کے کمالات طلب کرے تو گنجائش رکھتا ہے جیسا کہ ماثورہ درودوں میں جو کماصلیت علیٰ ابراہیم و علیٰ آل ابراہیم انک جمید مجید (جیسا کہ تو نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم (علیہم السلام) پر رحمت بھیجی ہے بیشک تو تعریف اور بزرگی والا ہے) وارد ہوا ہے وہ بھی اس بات کا پتہ دیتا ہے اور یہ جو قرآن مجید میں ہے، وَلَا تَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللهُ بِكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ (اور جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تم اس کی آرزو مت کرو) مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر دنیاوی مال و متاع سے کی ہے، تیسرے یہ کہ مولانا سعد الدین کاشغری درمیان کے دو واسطوں سے حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہ) کے مرید ہیں حضرت خواجہ کا مولانا سے نسبت و آگاہی اخذ کرنا کس طرح ہوگا۔ چوتھے یہ کہ آپ نے دو مختلف آرزوئیں کی ہیں، آپ آرزو کرتے ہیں کہ ظلال سے نکل آئیں (ادب) مطلوب حقیقی تک پہنچ جائیں اور پھر (ظلال کی) آرزو کرتے ہیں (اور) لکھتے ہیں کہ ایمان شہودی کے ساتھ مشرت ہو جائے کیونکہ ایمان شہودی مراتب ظلال سے وابستہ ہے مطلوب حقیقی شہود و مشاہدہ سے برتر ہے اس دائرہ عیانت و وصول ایمان غیب سے تعلق رکھتا ہے شہود و مشاہدہ سب ظلال سے متعلق ہیں والسلام اظہاراً

مکتوبہ ۱۲۲

سیادت پناہ سید محمد علی بارہہ کے نام تحریر فرمایا۔

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله في المبدأ والمعاد والصلاة والسلام على رسولنا والحمد لله
 اما بعد، مکتب گرامی نے مشرف کیا چونکہ دوستوں کی سلامتی پر مشتمل تھا (اس لئے) مسرت کا باعث
 ہوا، اوقات کو منضبط کرنے کی کوشش کریں اور باطن کی تعمیر اور اندرون کو باسوا سے خالی کرنا ضروری
 امور میں سے شمار کریں اور مولائے حقیقی کی رضامندی کو اہم مطالبہ ہیں سے سمجھیں اور وجود بشریت کی نفی کرنا اس
 راستہ کے واجبات سے جائیں اور اس سبب و علا کی رضامندی کا درجہ تصور فرمائیں، کلمہ طیبہ پر اس قدر ہمیشگی
 کریں کہ اپنا کوئی نام و نشان نہ دیکھیں اور لایذ کر اللہ الا اللہ [اللہ کو اللہ ہی یاد کرتا ہے] کا مطالعہ کریں
 اس معنی میں نہیں کہ بندہ حق تعالیٰ ہو جاتا ہے بلکہ بندہ نہیں رہتا اور ذکر کی نسبت کی اس سے نفی ہو جاتی
 ہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ وجود بشریت کی نفی میں ایک ساعت کوشش کرنا کلفت کے ساتھ عبادت کرنے والوں
 کی کئی سال کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ وجود بشریت کی نفی کرنا ایمان کا کمال ہے اور اعمال کی ایمان کے
 بالمقابل کچھ مقدار نہیں ہے، دوستوں سے دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائرین اتبع البدی

مکتوبہ ۱۲۵

مخدوم زادہ صاحب کمالات سعیدی و معنوی نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام حضور قلب کے حاصل ہونے کے بارے میں جو کہ ذکر سے بالا ہے اور قلب کے لیے لکھا گیا ہے مع آن سرور دین دنیا علی الصلوٰۃ والسلام سے خاص بشارت کے تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب نے پنچاگر خوش وقت کیا۔ آپ نے ذکر قلبی کے جاری نہ ہونے اور یادداشت کے حصول اور اس کے زائل نہ ہونے کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا حضور و توجہ قلبی ذکر سے بالا والطف ہے اس (ذکر) سے اس کا بشارت شمار کہ مذکور کا حضور (صفتِ اسم) ہو جائے اور وہ یاد کر دے یادداشت میں آجائے اگر اس وقت میں ذکر مفقود ہونے تو کیا ڈر ہے خاص صورت پر جبکہ معاملہ فائے قلب تک جا پہنچے تو ذکر جاری ہوتا درکار نہیں ہوگا کیونکہ ذکر مذکور کا وسیلہ ہے جب مذکور آگیا تو ذکر کی ضرورت جاتی رہی اور یہ فائدہ مذکور کا ریچہ اور معرفت کی دلیل ہے اور فائے نفس میں ذکر و توجہ و حضور کا زوال لازمی ہے اور تمام نسبتوں سے خالی ہونا ضروری ہے نسبتوں کے زائل ہونے اور صفات کے اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد اگر حضور و توجہ ہے تو خود بخود ہے عارف کو منعدم (نیست) ہونے کے سوا اس وقت میں کچھ نصیب نہیں ہے ذکر کہاں اور حضور کس کو ہے۔ اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب کھینچا اور آپ فریاد کرتے ہیں یا رسول اللہ خذ بیدی یا شفیع المذنبین خذ بیدی یا رسول اللہ میرا ہاتھ پکڑ لیجئے یا شفیع المذنبین میرا ہاتھ پکڑ لیجئے [مبارک و بشارت ہے امید ہے کہ یہ دستگیری آخرت کی تجات کا وسیلہ ہو جائے اور درجات کے حاصل ہونے کا درجہ بن جائے۔ والسلام

مکتوبہ ۱۲۶

یہ مخدوم زادہ عالی درجہ صاحب کمالات اعلیٰ نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام کمالات نماز اور اس کے فضائل اور عدم محض کے ساتھ ملحق ہونے کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حمد و صلوة و ارسال دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب پنچاگر مسرت بخش ہوا

چاہئے کہ اسی طرح پر ظاہر و باطن کے احوال کے متعلق لکھتے رہیں کہ غائبانہ توجہ کا باعث ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ نماز فرض و نماز تہجد میں کبھی ایک گونہ حلاوت و کیفیت پیدا ہوتی ہے اور تمام اعضا کو احاطہ کرتی ہے اس حال میں جی چاہتا ہے کہ نماز کو طویل ادا کرے اور صبح کے حلقہ پر بھی اکثر یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اے سعادت آثار! جو حلاوت و کیفیت کہ نماز کی ادائیگی کے دوران خاص کر فرض نماز میں پیش آتی ہے بہت اعلیٰ ہے اور اس (حلاوت و کیفیت) پر جو کہ نماز سے باہر پیش آتی ہے کئی درجہ فضیلت رکھتی ہے، نماز کو طویل قنوت (طویل قیام) کے ساتھ ادا کریں اور رکوع و سجود کو بھی طویل کریں اور کبھی زمین پر (مصلیٰ وغیرہ) کسی چیز کے حائل ہوئے بغیر نماز ادا کریں اور پیشانی کو مٹی کے ساتھ لگا دیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "بتدہ کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اُسے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا چہرہ خاک آلود ہو" اور کبھی صحرا کی طرف نکل جائیں اور جس جگہ کہ کوئی شخص نہ دیکھے خاک کے اوپر نماز کو طویل اور خشوع و رغبت کے ساتھ پڑھیں، اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب و رغبت کرنی چاہئے اور کلمہ طیب کے تکرار پر حریص رہیں اور مرادات و تعلقات کی نفی کریں اور ظلال سے اصول کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور یہ جو آپ خود کو محض خالی پاتے ہیں اور قلبی ذکر کم محسوس ہوتا ہے اور اپنے آپ کو میلا اور مردود دیکھتے ہیں شاید کہ حقیقتِ عدمیہ کے ظہور سے ہے کہ تعلقات کو رد (نفی) کرنے کے بعد سالک عدم صرف دیکھتا ہے اور خالی محض ہو جاتا ہے اپنے اندر ذکر و حضور کا احساس نہیں کرتا اور بھلائی کی بونہیں دیکھتا، میلا اور مردود جو کچھ (بھی) خود کو ثابت کرتے ہو بر محل ہے کیونکہ کمال اہل کمال کی طرف لوٹ جاتا ہے اور شر و نقص باقی (رہتا) ہے، والسلام

مکتوب ۱۲۷

حافظ محمد شریف لاہوری کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة دار سال تسلیات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عاقبت اور ظاہری و باطنی استقامت کی دعا کی گئی ہے، مکتوب گرامی پہنچ کر مسرت بخش ہوا، فقیر ان دنوں میں دردِ معاصل کی وجہ سے بیمار تھا اب اللہ سبحانہ کے کرم سے رو بصحت ہے اور پہلے سے بہتر ہو کر ضروری فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ میاں محمد باقر چند روز صحبت میں رہا

بہت خوش کیا، اس راستہ کے بعض ضروری فوائد اخذ کئے اور تھوڑے عرصہ میں خوب ترقی کی ہے حق سبحانہ کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے۔ والسلام اولاً و آخراً۔ میرے مخدوم و مکرم! سعادت آثار میاں محمد باقر کی درخواست پر کچھ توجہ تمہاری جانب کی گئی اسی نواح کو آپ کے انوار کی شعاعوں سے روشن و متور پایا، اور دکھا کہ وہاں کی مخلوق آپ کی طرف کچھ توجہ رکھتی ہے اس ضمن میں ایک خلعت نے بھی آپ کو احاطہ کر لیا ہے شاید کہ اس جگہ کے مدار ہونے کا خلعت ہو، والعیب عند اللہ سبحانہ اور غیباً سبحانہ کے پاس ہے) ربنا اننا من لدنک رحمت وھی لنا من امرنا رشدا۔

مکتوب ۱۲۸

میرا نام محمد صنف کے نام ان کے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح میں مع بشارت عالی تحریر فرمایا۔
 الحمد للہ الرحمن الرحیم تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوئی ہے اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے اور وہ نہایت نہ پان اور عاف کرنے والا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کی کتاب قرآن مجید، نوریت و انجیل و زبور ہے افضل ہے اور ان کی آل و اصحاب پر اٹھائے جانے اور جمع کئے جانے یعنی قیامت کے دن تک صلوة و سلام ہو، ابابعد، گرامی نامہ جو آپ نے اس مسکن کے نام لکھا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور دوستوں کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ آپ نے سب فاضلہ کی خواہش کی ہے اور حاضری میں رہنے والے دوستوں پر رشک کا اظہار کیا ہے، میرے مخدوم! ہم نے آپ سے کسی چیز سے دریغ نہیں کیا ہے اور جن امور کی قدرت رکھتا ہوں ان میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی ہے اس کے باوجود دل آپ کی طرف منوجہ اور آپ کی ترقی کا طالب ہے۔ خطا لکھنے کا ارادہ کرتے وقت کچھ آپ کی جانب قدرے توجہ واقع ہوئی اور آپ بیش قیمت اعلیٰ خلعت کے ساتھ ظاہر ہوئے اور آپ کے انوار تمام عام پر چھپائے اور آپ نے ایک گونہ اتصال و الحاق فقیر کی حقیقت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ترقیاں حاصل کی ہیں۔ بعض آئینوں (تلموزات) کے امیدوار ہوئے ہیں۔ آپ نے جو دوستوں کے بارے میں رشک کیا ہے، رشک خود محمود ہے لیکن آپ (بھی) کم درجہ نہیں رکھتے اور دوستوں میں ممتاز ہیں ہاں جو خصوصیات کہ نفس کو ان کی استعداد کی وجہ سے حاصل ہیں وہ دوسری بات ہے اور بحث سے خارج ہے ہر شخص استعداد کی ذمہ داری کی وجہ سے کسی امر کے ساتھ مخصوص ہے۔

ع ہر خوش پسند را حرکاتِ درگراست [براچھے بیٹے کی حرکات مختلف ہیں] جو چیزیں کہ اس وقت آپ کو حاصل ہیں اکثر طالبوں کا ہاتھ اُن کے دامن تک نہیں پہنچا اور جن امور میں اجاب ہر دست رغبت رکھتے ہیں اور جدوجہد کے ساتھ ان کے حاصل ہونے کے خواہاں ہیں مدت ہوگی کہ آپ ان کے ساتھ متصف ہیں بلکہ اُن سے گذر کر اُن سے زیادہ نازک اسرار سے جاملے ہیں اور جو خصوصیت کہ آپ (اپنے) ساتھیوں کے باعث رکھتے ہیں ممتاز ہے جو فیوض و برکات آپ کی صحبت میں ہیں ان میں کسی دوسرے کا شریک ہونا معلوم نہیں ہوتا، اجاب و مریدین آپ کے کمالات کے آئینے ہیں اور آپ کے معانی ہیں جو کہ مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہیں اور آپ کا حُسن ہے کہ اس نے اس لباس میں ظہور کیا ہے دوستوں میں دو شخصوں کے احوال جو آپ نے اس مکتوب میں درج کئے تھے ان کے مطالعہ نے بہت لطف اندوز و مسرور کیا اور باطنی لذتیں بخشیں اللہ ہرزاد [اے اللہ! اور زیادہ فرما]۔ میر عبد اللہ کے احوال دوسرے دوست کی نسبت بلند و برتر ہیں لیکن اس قدر جاننا چاہئے کہ اس قسم کے امور جو طالبوں کو پیش آتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کی استعداد کے مطابق ہوتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انعکاس کے ذریعے سے آتے ہیں ان کی استعداد اس جگہ تک نہیں پہنچتی، جو سمجھ بھی ہے بہت بڑی نعمت ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی۔

مکتوب ۱۲۹

سیادت پناہ سید ابوالخیر شاہ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حامداً و مصلياً، مکتوب شریف پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ اس سے پہلے ظاہر ہوتا تھا کہ ایک طرح کی ہستی باقی رہتی ہے اب یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نہ عین باقی رہتا ہے نہ ع
چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست [جب میں تمام معشوق ہو گیا تو عاشق کون ہوں؟]
اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجالائیں اور عین و اثر کے نازل ہونے کو بہت بڑی سعادت سمجھیں اور اسلام حقیقی و اطمینانِ نفس کا وسیلہ جانیں، انسان کا کمال اسی محویت و فنایت میں ہے سالک کی ہستی سے جس قدر باقی ہے اور کمال و خیر کو جس قدر اپنے اندر ثابت کرتا ہے اسی قدر نقص و شر کے ساتھ موسوم ہے اس کا کمال نیستی اور کمال کی نفی کرنے میں ہے اس کی بھلائی، بھلائی کے سلب میں ہے لیکن زوال۔ فنا کا کمال اُس سے انانیت کے پوری طرح سلب ہونے میں ہے، اس وقت میں وہ

انا الحق نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ (ایسا کہنا) انانیت کے باقی رہنے کی خبر دیتا ہے، پس میں تمام معشوق ہو گیا،
 کیا گنجائش رکھتا ہے، بیچارہ جو کہ تمام تعلقات سے خالی ہو گیا ہے اور مراتب میں سے کسی مرتبہ میں ثابت
 نہیں ہے اور عدم محض اور نفی خالص کے ساتھ جا ملا ہے، وہ اپنے معشوق ہونے کا اثبات کس طرح کرے
 اور اپنے آپ کو عین مولیٰ کس طرح تصور کرے، وہ نفی و عدمیت کی ایک قسم کے ساتھ مطمئن ہے کیونکہ
 وہ اپنی بندگی کے ثابت کرنے سے ڈرا ہوا ہے جو کہ ثبوت کی آمیزش رکھتی ہے اور اپنی مولویت (مولا سے
 نسبت ہونے) کے ثابت کرنے پر کس طرح جرأت کرے اور ذاتی نقص و شر کے باوجود اپنے آپ کو معشوق
 کس طرح تصور کرے جو کنذاتی حسن و جمال کے ساتھ موصوف ہے، آپ نے لکھا تھا کہ کسی بزرگ نے کہا ہر ع
 قلندر آنکہ فوق الوصل جوید [قلندر وہ ہے جو کہ وصل سے اور پیمائش کرے]

”وصل سے اوپر سے کیا مراد ہوگی۔ میرے مخدوم! وصل دو ہونے اور وصل کے باقی رہنے کی خبر دیتا ہے پس
 ہمیں سے گذر جانا چاہئے اور نفی صرف اور حیرت کی طرف آنا چاہئے جیسا کہ آپ نے خود کسی بزرگ سے
 نقل کیا ہے اور (اس کی) تعریف کی ہے ع

چوں وصل در تلخج سیراں چہ کار و دار [جب وصل کی گنجائش نہیں ہے تو جدائی کا کیا کام ہے] والسلام

مکتوب ۱۵

سیرت پینا لیر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً ومصلياً، اللہ تعالیٰ نبی کریم اور ان کی بزرگ آل علیہم وعلیہم الصلوٰت
 والبرکات کے صدقے ہمیشہ ترقیات میں رکھے، گرامی نامہ جو کہ شوق و آرزو مندی کے اظہار پر ختم تھا خوشی
 بڑھانے اور شوق کو بھر کالنے والا ہوا، اپنے کام میں خوب مشغول اور ترقی کے امیدوار رہیں۔ جو حال کہ
 آپ نے دیکھا تھا اچھا ہے، شکر کریں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو لعین (شیطان) کے جال سے محفوظ رکھا بلکہ
 غالب کیا امید ہے کہ اور بھی زیادہ محفوظ رکھے گا شیطان آناقی کے شر سے بھی اور شیطان انفسی (کے شر)
 سے بھی۔ فرزند کی محبت حق عافیت کے ساتھ پہنچ گیا اور دوستوں کو مسرور و خوش وقت کیا، نوجوانی میں عجیب
 ہمت حاصل کی ہے حق سچا اپنے کم سے صلح کے گروہ میں داخل فرمائے اور اس کی صحبت و محبت کی برکت
 سے ہم ہوس پرستوں کو ہوا و ہوس کی قید سے رہائی بخشے اِنہ قریب بھیج [بیشک وہ قریب ہے اور]
 قبول کرنے والا ہے] اور چونکہ آپ فقرا کے ساتھ محبت استوار رکھتے ہیں (اس لئے) جہاں کہیں میں ان کے

فیوض و برکات سے امیدوار ہیں المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] اوقات کو معمور رکھنے میں کوشش کریں اور باقیات صالحات رہنے والی نیکیوں کے حاصل کرنے میں جریں رہیں دوستوں سے دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی۔

مکتوبات ۱۵۱

نیر سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفوا، سیادت پناہ! اس فقیر کی جانب سے سلام عاقبت انجام پڑھیں جو مکتوب کہ آپ نے محبت کے باعث بھیجا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ سلامتی کے ساتھ پہنچ گئے اور خلیفہ وقت کو خیریت سے دیکھا، آپ نے اہل زمانہ کی نامنائبتی و غفلت کے بارے میں لکھا تھا، میرے مخدوم! اپنے آپ کو اچھی طرح رکھنا چاہئے اور موایاے محقق علیٰ جلت عظمت

کی خوشنودیوں میں کوشش کرنی چاہئے، لوگ کسی طرح رہیں اگر آپ راہ راست پر رہیں تو ان کی غفلت و گمراہی آپ میں مسرت نہیں کریگی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ فَرِحْ بِحُكْمِ اللَّهِ إِيْمَانٌ وَالْوَالِدَامُ إِتْمَانٌ فَكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ

پالی توجہ شخص گمراہ رہا اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف واپس جانا ہے [ہاں بیشک ترک کرنا اور تنہائی اختیار کرنا اولیٰ ہے لیکن حکمت اور فتنہ کو برا نگینہ نہ کرنے کی رعایت کے ساتھ ہو، آپ نے اکثر اوقات میں اپنے اندر خاص کیفیت کے پلنے اور شرح صدر کی طرح جو کہ آپ اس سے پہلے

کہتے تھے اطمینان نفس معلوم کرنے کے بارے لکھا تھا بہت لطف اندوز ہوا، اللہ ہمزدا [لے اللہ اور زیادہ فرمایا] معلوم ہوتا ہے کہ ولایت کبریٰ انجام کو پہنچ گئی ہے اور اوپر کے مقام کے اتوار و کمالات نے پرتو ڈالا اور

زنگین کر رہا ہے ہم امیدوار ہیں کہ عنقریب اس مقام میں کامل طور پر دخول حاصل ہو جائے گا اور وہاں کے گلشنوں سے تازہ پھول حاصل ہو جائیں گے اور اطمینان نفس اور اس مقام کے جو کہ معصوم بندوں

(فرشتوں) کا مقام ہے اور آیت کریمہ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَوْحَىٰ لَهُمْ وَلَا يُعَلِّمُونَ مَا يُؤْمَرُونَ بِالْعِلْمِ (جو کچھ ان کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس چیز کا ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ اس کو بجالاتے ہیں) ان کی شان میں ہے، حاصل ہونے کی علامت گناہوں کا کم سرزد ہونا اور طاعات و عبادات کی توفیق اور دارالغرور (دنیا) سے کنارہ کشی اور دارالقرار (آخرت) کی تیاری ہے۔

۲۷۹

۲۷۹

۲۷۹

برادر دینی محمد باقر نے آپ سے رضامندی کا بہت زیادہ اظہار کیا تھا ہم بہت مسرور ہوئے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے فقراء کی خدمت اور اہل اللہ کی دلجوئی و رضامندی بہت بڑی سعادت ہے، دیکھئے کون صاحب نصیب (اس کی طرف) ہدایت پاتا ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۲

نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔

حد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت افزا ہوا، سلامت اور استقامت کے ساتھ رہیں، آپ نے خاتمہ کے خوف کے بارے میں لکھا تھا، میرے مخدوم ایہ خوف ایک بہت بڑی نعمت ہے دیکھئے کون سعادت مند ہے کہ جس کو اس خوف کے ساتھ گزارتے ہیں اور اس درد میں مبتلا کرتے ہیں، اس (اللہ تعالیٰ) کے دوست اس درد میں گرفتار ہیں اور یہ ابہام (خاتمہ کا مہم ہونا) ان سے آرام و آسائش چھین لیتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ اکثر اوقات نماز میں عجیب لذت حاصل (اور) خاص کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ کیوں ایسا نہ ہو جبکہ نماز مومن کی معراج اور دنیا سے آخرت میں جانا ہے، جو حالت کہ معراج کی رات میں پیش آتی تھی اس کا نمونہ نماز میں ہے، قرب کا کمال یہاں (نماز میں) ہے اور حجابات کا دور ہونا اس مقام میں ہے جیسا کہ (حدیث شریف میں) وارد ہوا ہے، یہ لذت یابی مقہیوں کی کیفیت ہے، آپ نے لکھا تھا کہ ”جو لذت و کیفیت قرآن مجید کی تلاوت کے وقت میں پیش آتی ہے اس کیفیت سے زیادہ ہے جو کہ لسانی ذکر میں پیش آتی ہے اور بعض اوقات ایسا خیال میں آتا ہے کہ پڑھنے والا کوئی دوسرا شخص ہے میں طیفلی ہوں، میرے مخدوم تلاوت کے وقت قلب صفت کلام ساتھ متصف ہوتا ہے جو کہ اُس تعالیٰ شانہ کی حقیقی صفت ہے اور معلوم ہے کہ صفت کو اپنے موصوف کے ساتھ کس قسم کا قرب و اتحاد ہے پس یہ کیفیت و لذت تمام کیفیات سے ممتاز ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشت تا بر لب او بوسہ زخم چو نش بخواند

(میں دوست کے ظام میں بوسہ ہو جاؤں گا تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب پر بوسہ دوں)

کبھی تلاوت کے وقت میں تلاوت کرنے والا اپنی زبان کو حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت کی مانند پاتا ہے، تلاوت کرنے والا گویا کوئی اور ہے اور اس کی زبان آگ سے زیادہ نہیں ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ حق، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری ہوتا ہے، نیز وارد ہوا ہے کہ

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے غصے سے ڈرو پس بیشک اللہ تعالیٰ اُس کے غصے کے ساتھ غصہ کرتا ہے آپ نے لکھا تھا کہ "ولایتِ کبریٰ کی کیفیت کے علاوہ ایک اور کیفیت اپنے اندر پاتا ہوں اور دونوں کیفیتوں میں نمایاں فرق ظاہر ہوتا ہے۔ اے سعادت آثار! فقیر نے اس سے پہلے ولایتِ کبریٰ کے ناموں آپ کے بارے میں لکھا تھا اور اب بھی اوپر کی ولایت سے کچھ حصہ معلوم ہوتا ہے یہ یافت رپا (اسی سے ہے اور چونکہ یہ ولایت ملا را علی کی ولایت ہے جو کہ معصوم ہیں، کوشش کریں کہ پاکوں (معصوموں) کی صفت کے ساتھ موصوف ہو جائیں اور عصمت رپا کد امنی ہے بہرہ درہوں — آپ نے اپنے مبارک تعین کے متعین کرنے اور نیز اپنی ولایت کے تعین کے بارے میں کہ آپ کس نبی کے زیرِ قدم ہیں دریافت کیا تھا نیز لکھا تھا کہ "اپنے آپ کو لطیفاً خفی کے انوار کے فیوض پر، اہمیت کامل مناسبت پاتا ہے اور اپنی ولایت کو اخفی کی ولایت پاتا ہے اور اس بات کے پانے میں ہرگز اور مطلق شک نہیں ہے، میرے مخدوم! یہ فقیر بھی آپ کی مناسبت اخفی کے ساتھ مخصوص سمجھتا ہے اور آپ کی ولایت کو (لطیفاً) اخفی کی ولایت تصور کرتا ہے اس لئے اس صورت میں آپ اپنے پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ قدم ہوئے اور آپ کا ابتدا تعین صفت اجمال علم ہوا والعلم عند اللہ سبحانہ (اور علم اللہ سبحانہ کے پاس ہے) — آپ نے میرا سخن کی نوکری کے ترک کے بارے میں لکھا تھا الخیر فی ما صنع اللہ سبحانہ [حق سبحانہ جو کچھ کرتا ہے اس میں بھلائی ہے] حق تعالیٰ فقر کے عادات و اطوار پر استقامت عطا فرمائے، آپ بے چین نہ ہوں اللّٰتّٰی من الرحمن [تاخیر رحمن (اللہ) کی طرف سے ہے] فقر اور اس پر استقامت بہت بڑی سعادت ہے، صابر فقر اکل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے جلیس ہوں گے، لیکن بہرہ چیز جو کہ حکمت اور اہل حقوق کی رضا کی رعایت سے واقع ہو وہ زیادہ بہتر و مناسب ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۵۳

سیادت پناہ میر محمد اسحق کے نام تحریر فرمایا۔

حاضر و مصلیٰ، دلی دوستوں کا محبت آمیز و شوق انگیز مکتوب مسرت افزا اور لذت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "جو محبت اس طرف منسوب ہے وہ اس محبت سے اوپر ہے جو کہ اس تعالیٰ شانہ کی مقدس بارگاہ سے منسوب ہے، اور اس کی وجہ سے اکثر خوف و خشیت میں رہتا ہے" اے سعادت آثار! جو کچھ آپ نے لکھا ہے میں توجیہات رکھتا ہے پہلی توجیہ ابتدائی حالت کے مناسب ہے اور دوسری توجیہ

متوسط حال والوں کے مناسب ہے اور بتدیوں کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتی اور تیسری توجیہ فقہیوں کا حال ہے۔ پہلی توجیہ یہ ہے کہ جو محبت پروردگار کے ساتھ ہے وہ حق جل و علا کی محبت کا وسیلہ ہے اس معنی میں کہ جب تک اس محبت کو درست نہ کرے اس محبت تک جو کہ اصلی مقصود ہے نہیں پہنچا کیونکہ ابھی وہ اس محبت کے قابل نہیں ہے پس اگر مطلب تک پہنچنے سے پہلے وسیلہ کو قوی تر پائے تو گنجائش رکھتا ہے اور اس محبت سے مراد وہ محبت ہے جو سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے اس لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ فنا فی الشیخ فنا فی اللہ کی تمہید ہے اور شک نہیں ہے کہ فنا محبت کا نتیجہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ جو محبت عالم چون کے ساتھ متعلق ہے وہ عالم چون سے ہے اور جو محبت کہ بیچون سے تعلق رکھتی ہے وہ محبت پیر بیچون ہے کہ ایک دم سے چون کے ادراک میں نہیں آتی، پس اگر چون کی محبت کو بیچون پر غالب پائے تو گنجائش رکھتا ہے اگرچہ حقیقت میں بیچون کی محبت غالب ہو، کیا تو نہیں دیکھتا کہ شوق و جوش اور جلانا چھونا اور روننا جو عشق مجازی میں ہے وہ عشق حقیقی میں کم ہوتا ہے کیونکہ وہ بیچون سے کچھ حصہ اور بے کیفی سے کچھ نشہ رکھتا ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ مرتبہ ذات بحت تعالیٰ میں کسی چیز کے ثابت کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس مرتبہ عالیہ سے سلب کے سوا عارف کا کچھ حصہ نہیں ہے، پس محبت کا ثابت کرنا بھی راہ میں رہ جانا کہ جو کہ مرتبہ صفات میں ہے اور اس بات کی تفصیل رسالہ مبداء و معاد سے معلوم کرنی چاہئے جو اس معرفت میں ہے جو کہ حضرت عالی قدس سرہ لائے اپنی بات اور رابعہ بصری کی بات کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمائی ہے۔ آپ نے اپنے باطنی احوال کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، ہم امیدوار ہیں کہ ولایت کبریٰ کا معاملہ انجام کو پہنچ گیا ہو گا اور آپ کی ولایت کے اتوار و اسرار روشن اور فائز ہونگے ہوں گے، اس بارے میں غائبانہ توجیہ کی گئی اور آپ نے محسوس کی ہوگی۔ والسلام

مکتوب ۱۵۲

نیریاوت پناہ میر محمد اسحق کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد لله رب العالمين والسلام على رسوله محمد وآله اجمعين (ما بعد)، مکتوب شریف

پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے تعلق نوکری کے ترک ہو جانے کے بارے میں لکھا تھا ہزار شکر ہے کہ سہولت عافیت کے ساتھ میسر ہوا، نیک و مبارک ہے، حق سبحانہ استقامت عطا فرمائے۔ آپ نے استقامت کے لئے فاتحہ دعا چاہی تھی فاتحہ پڑھی گئی اور توجیہ کی گئی۔ آپ نے قلب کی وسعت کے بارے میں لکھا تھا وسیع کیوں نہ ہو جبکہ

وہ یسعی (میری گنجائش رکھتا ہے) کے شرف سے مشرف ہوا ہے اور رحمن کا عرش بنا اور بندگان جامع کہلایا اور مولیٰ جل شانہ کا مقام نظر قرار پایا ہے، انسان جو کہ نسخہ جامع ہے جو کچھ اس کی کلیت میں ثابت ہے وہ تنہا قلب میں ثابت ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "جولذت و حضور و جمعیت کہ فرض نماز میں ہے وہ فرض کے علاوہ میں نہیں، و خاص طور پر سجدوں میں کہ ان سے سر اٹھانا اچھا نہیں لگتا" بیشک نماز مومن کی معراج اور کمالِ قرب کا مقام ہے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی راحت کو نماز میں تلاش کیا ہے اور قرآن عظیمی فی الصلوٰۃ (میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے) فرمایا ہے اور جولذت کہ فرض نماز میں پیش آتی ہے غیر فرض پر کمالِ فضیلت رکھتی ہے، سجدہ کے بارے میں کیا لکھے، سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب کرنا اور اس پر حلیں ہونا چاہئے اور نیز آیا ہے کہ بندہ کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اسے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا چہرہ خاک آلود ہو، اور نیز وارد ہوا ہے کہ بندہ سجدہ کی حالت میں اللہ کے زیادہ قریب ہوتا ہے، کبھی کبھی چاہئے کہ نماز میں کسی واسطہ (مصلیٰ وغیرہ) کے بغیر ادا کی جائے اور سجدہ کیا جائے اور نماز میں طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدوں پر راغب رہیں اور نوافل میں اگر چاہیں تو رکوع و سجدہ و قومسکی ماثور دعائیں پڑھیں، فقیر نے بھی ان دعاؤں کو احادیث کی کتابوں کے ایک سالہ میں جمع کیا ہے اگر وہاں سے یاد کر لیں تو مناسب ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اگر حقیقت کعبہ معبودیت و مسجدیت کے اعتبار کے ساتھ مقید ہو تو چاہئے کہ اس حقیقت تک وصول کمالاً نبوت کے حامل ہونے سے پہلے ہو کیونکہ کمالاتِ نبوت شیون و اعتبارات سے اوپر ہیں اور حالانکہ معاملہ برعکس ہے! میرے مخدوم! اس سوال کا جواب ایک مرتبہ کہ جس کا ظاہر کرنا فی الحال مصلحت سے دور ہے مختصر طور پر لکھا جاتا ہے کہ کمالات کا فوقیت رکھنا ان اعتبارات سے ہے جو کہ ولایتِ کبریٰ میں داخل ہیں اور صفات کے اصول ہیں نہ کہ مطلق اعتبارات، حضرت عالی (قدس سرہ) نے حقیقت کعبہ کو ایک جگہ سراوقاتِ عظمتِ کبریائی (عظمت و کبریائی کے سراپدے) لکھا ہے اور ایک جگہ تو صرف اور کسی جگہ اسی کو حقیقتِ احمدی قرار دیا ہے اور سب تعبیرات اعتباراتِ معتزلہ (نیچے درجے میں) ہیں اور کمالاتِ نبوت ان سے بھی معتزلہ (نیچے درجے میں) ہیں۔ آپ نے اپنے مبداء تعین کی تشغیل اور اپنی ولایت کے تعین کے بارے میں پوچھا تھا انشاء اللہ تعالیٰ (یہ فقیر) اس بارے میں غور کرے گا۔ اگر معلوم ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ اطلاع دیگا۔

آپ کے والد شریف کی روحانیت کے لئے فاتحہ پڑھی اور ختم قرآن مجید کا ثواب بھی بخشا اور

لیت کا اثر ظاہر ہوا اور کچھ فرحت اُن میں ظاہر ہوئی اور نسبت کے دینے میں بھی توجہ کی اور اس کا اثر ظاہر ہوا، والغیب عند اللہ سبحانہ اور غیب (کا حال) ہائے سبحانہ، جانتا ہے [آپ نے اپنے آنے کے بارے میں پوچھا تھا، کیا مانع ہے، آپ کا گھر ہے لیکن دوستوں کے مشورہ و سلامت اور اہل حقوق کی مرضی سے آئیں اس طرح پر کہ فتنہ کے بیدار ہونے کا باعث نہ ہو۔ اور جو حال بنے دیکھا ہے روشن و مبارک ہے۔ (یہ) سطور لکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کو ولایت موسوی علی نبینا علی الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت ہے اور (آپ کا) مبدأ تعین صفت کلام ہے، پھر بھی اس امر میں برکتی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

مکتوب ۱۵۵

فضائل مآب محمد امین خانقا آبادی کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد کہ احوال ہر طرح سے خیریت کے ساتھ گذر رہے ہیں، دوستوں کی خیریت و جمعیت استقامت اللہ بومامول ہے، جو مکتوب آپ نے محبت کی راہ سے بھیجا تھا اُس نے پہنچ کر خوش وقت کیا۔ آپ نے فتنہ علم اور حقیقت کعبہ کے ساتھ کچھ مناسبت لکھی تھی، صفت علم کے ساتھ کیوں مناسبت نہ ہو جبکہ آپ شیخ کامرئی وہی صفت ہے اور اسی ذریعہ سے فیوض و برکات ہمیشہ پہنچتے ہیں اور رقیباں پاتے ہیں اگر آپ ذاتی مناسبت کے بارے میں لکھا ہے تو نیک و مبارک ہے فقیر بھی انشاء اللہ تعالیٰ غور کرے گا اور ہم امید تھے ہیں کہ آپ حقیقت کعبہ ربانی سے پہرہ مند ہو جائیں اور اس کے اولاد کے ساتھ متحقق و متور ہو جائیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ مولانا احمد ریکی نے حضرت عالی (قدس سرہ) کی خدمت میں لکھا تھا "بعض اکابر نے پایا ہے کہ آدمی جو کچھ کرے صاحب زماں کے حکم سے کرے تاکہ فائدہ دے اگرچہ شرع کے موافق کام ہوں" یہ بات صحیح ہے تو تمام شرعی کاموں میں (آپ کے) فرمان کا امیدوار ہے حضرت عالی نے ان کو تحریر فرمایا کہ

یہ عبارت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ و فتاویٰ کے مکتوب ۲۵۴ میں درج ہے: "عارف صاحب زبان بمنزلہ ہمد موتا ہے اور لوگوں کی استعدادیں مختلف ہوتی ہیں اس لئے وہ لوگوں کو ان کی استعداد کے مطابق امور شرعی ناقلاً کی اجازت دیتے" حضرت موصوف کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مکتوب الیہ کے لئے کسی دوسرے شخص سے جو اس وقت صاحب زبان و اجازت حاصل کر کے اُن کو اجازت دی ہے، اس کے مطلب میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس وقت تک حضرت صاحب موصوف خود نے صاحب زبان نہیں تھے بلکہ کوئی دوسرا شخص تھا جس سے حضرت نے ان کیلئے اجازت حاصل کی ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت وقت بھی صاحب زبان تھے لیکن حضرت موصوف نے اولیئے کلام و صاحب زبان کے طریقہ کے مطابق حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ سے رزق استوارہ یا انبیا الہام وغیرہ اجازت حاصل کی ہوگی و انشاء اللہ علم بالصلوب (مستفاد از شرح مولانا نصر اللہ خان کابلی) اور یہی دوسرا احتمال قوی ہوتا ہے۔ (ترجمہ)

آپ کے لئے اجازت حاصل کر کے آپ کو اجازت دیدی، لیکن جان میں کفائدہ سے مراد خاطر خواہ فائدہ نہ کہ مطلقاً اور آپ نے بھی اس حقیر سے اجازت طلب کی تھی، یہی معذورم! اگرچہ فقیر کی اجازت کو کوئی دخل نہیں ہے (پھر بھی) ہم نے آپ کو اجازت دی۔ والسلام

مکتوب ۱۵۶

۲۵۲

جان محمدیگ کولابی کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، جو مکتوب کہ آپ نے محبت کی راہ سے بھیجا تھا پہنچ کر خوش وقت کیا، آپ نے لکھا تھا کہ جو کچھ دید و دانش میں آتا رہا وہ سب اس کا غیر تھا، مطلوب حقیقی سے کوئی چیز ہاتھ نہیں آئی ہمیشہ عمر بے حسنی میں گذرتی ہے اور رنج و اضطراب ہر وقت دامنگیر ہے۔ بیشک اسی طرح ہے ممکن واجب سے اور حادث قدیم سے اور چون بچوں سے کیا پائے، مقید مطلق سے کیا حاصل کرے، ممکن و مقید جہاں تک جائے اور ترقیات حاصل کرے قید و امکان سے نہیں نکلتا اور جو واطلاق کے ساتھ متحقق نہیں ہوتا۔

سیدہ رونی ز ممکن درد و عالم جدا ہرگز نشد و اشرا علم

[مکن سے اس کی سیاہی ہوئی ہوں جہاں میں ہرگز جدا ہونے والی نہیں ہے اور اشرا بہتر جانتا ہے]

اس لئے فقدان (گم کرنا) ہر وقت دامنگیر ہوا اور جدائی و ناامیدی تقدیر وقت ہوئی کسی نے خوب کہا ہے۔

سیر ہویندیا ندارد یار چوں تو اں شد ز عمر بر خوردار

[دوست ہمارے ملانے کا خیال نہیں رکھتا، عمر سے کس طرح بہرہ انور ہوا جاسکتا ہے]

شیخ عطار فرماتے ہیں۔

نی بیانی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت او فقر کل تو رنج کم بر

[کیا تو نہیں دیکھا کہ جب پیغمبر عظیم الشان ہستی کو فقر کامل (بشریت کلی انقطاع) حاصل نہیں ہوا (اس لئے) تو بھی اس کا رنج نہ کرنا]

فقر کل سے مراد بشریت و امکان کی قید سے رہائی پانا اور (واجب تعالیٰ کے ساتھ) متحقق ہے جو کہ

محال ہے پس نیافت و فقدان ہر وقت حاصل زندگی اور عجز و حیرت شامل حال ہے، پس وصل و اتصال

کس طرح اور جد و حال کہاں ہے سیر و سلوک سے مقصود عجاہات کا دور ہونا ہے خواہ امکانی ہوں یا حویلی

جو کما سما و صفات و شیون و اعتبارات ہیں نہ یہ کہ مطلوب کو قید میں لے آئیں اور عنقا کو شکار کر لیں

لہذا اس کو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عروقا و لوقی قدس سرہ بھی عارف صاحبیہاں تھے لیکن کس نفسی کجیافت ما اظہار نہیں فرمایا (مترجم)

افسوس و افسوس ہم کب تک آب نما سراپ سے تسلی حاصل کریں اور پری صورت دیو پر فریفتہ ہیں سے
 بوقت صبح شوق چوروز معلومت کہ پاکہ باختہ عشق در شب دیکھو
 [تجہ کو صبح کے وقت دن کی طرح معلوم ہو جائیگا کہ تو نے اندھیری رات میں کس کے ساتھ عشق بازی کی ہے] والسلام

مکتوبات ۱۵۷

محمد شاہ گزیر دار کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور ارسال تسلیات کے بعد عرض ہے کہ جو مکتوب مرغوب آپ نے اس مسکین کے نام تحریر کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا عافیت و دلجمعی کے ساتھ رہیں اور شریعت و سنت کے راستہ پر قائم رہیں اور ظل سے اصل کی طرف آئیں اور صفت سے ذات کی طرف مائل ہوں۔ آپ نے کسی چیز کے ساتھ بھی دل کا تعلق نہ ہونے اور اپنے آپ کو تمام ماسوائے بیگانہ پانے اور غیروں کی محبت سے پرے طور پر پہنچا ہوا جانے کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا کہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ دل غیروں کی محبت سے منقطع ہو جائے اور غلبہ احدثا کثرت کے رنگار کو باطن کے آئینے سے پوری طرح دور کر دے اور اپنی محبت میں یکسو و یکرو بنا دے اور یہ بے تعلق معرفت حاصل ہونے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی، بزرگوں نے کہا ہے "جتک نہ پلئے رہانی نہیں پاتا" معرفت ہی ہے جو کما س کے بے تعلق اور رہانی کا ذریعہ بنتی ہے اصل پر جو کما سوا سے جدا ہونے کا سبب بنا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ اس سبب مایوسی و فراموشی و بیگانگی کے باوجود جو کچھ کہ حاصل رکھتا تھا اس کو بھی اپنے اندر نہیں پاتا، قلوب خانہ اغیار سے خالی اور شاہی تخت آراستہ ہے بادشاہ کی ضرورت ہے میں اس کو بھی نہیں پاتا ہوں۔ غرض یہ ہے کہ اگر ہم اس طرف ہیں تو خورہ نسیان کیا چیز ہے اور اگر اس طرف ہیں تو معشوق کہاں ہے؟ میرے مخدوم! معشوق ہماری دید و دانش سے باہر ہے اور ہماری گفت و شنید سے برتر ہے جو کچھ ہمارے ادراک و فہم میں آتا ہے اور وہم و خیال میں سما ہے وہ نہیں ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا، سنا اور جانا گیا ہے یہ سب غیر ہے، کلمہ لا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہئے، کسی نے خوب کہا ہے

گر معشوق خیالے در سراسر است نیست معشوق آن خیال دیگر است

[اگر تیرے سر میں معشوق کا کوئی خیال وہ معشوق نہیں ہے (بلکہ) دوسرا خیال ہے]

اکابر کے طریقہ کا سلوک طے کرنے سے مقصود حجابات کا دور ہونا ہے تاکہ اسلام حقیقی صورت پذیر ہو جائے

اور شرک کے دقائق سے کچھ نجات حاصل ہو جائے اور نفسِ امارہ کی امانیت و بقاوت و سرکشی جو کہ اس کی ذات میں ودیعت کی گئی ہے زائل ہو جائے اور حقیقی فنا کے ساتھ مشرف ہو جائے اور اطمینان تک پہنچ جائے اور راضی و مرضی ہو جائے نہ یہ کہ مطلوب کو جمال میں لائے اور عقدا کو شکار کرے۔ ع

عقدا شکار کس نہ شود رام باز چیں [عقدا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جمال اٹھالے] دست چاہتے ہیں کہ معشوق کو آغوش میں لے لیں اور سمیرغ کو شکار کر لیں (یہ) مشکل کام ہے عادت قدیم کا کیا ادراک کرے اور مقید مطلق کا کیا احاطہ کرے، مقید جہاں تک جائے قید کو اپنے ساتھ لے جائیگا اور یہ عیب ہمیشہ اس کا دامنگیر ہوگا اور مطلق قیود سے پاک اور عیوب سے بری ہے پس اس کا طالب ہر وقت مجرنا امید کی ساتھ مہو ہو کر۔

۵ سر پونڈیا ندرارد یار چوں توں شد رنجت بر خوردار

[دوست ہمارے ملانے کا خیال نہیں رکھتا بخت کس طرح بہرہ اندوز ہوا جاسکتا ہے]

جو حصہ کہ عارف کو اس بارگاہِ عالی سے حاصل ہے وہ استہلاک و اضمحلال (فنا) ہے۔ ع

از حضرت ذات بہرہ استہلاک است [حضرت ذات (تعالیٰ ثانیہ) سے حصہ غایت (کا حصول) ہے]

اس کے حق میں کمال اپنے آپ سے کمال کی نفی کرنا ہے اور بھلائی کے سلب (نفی) میں بھلائی ہے اگر کمال یا بھلائی کو اپنی طرف نسبت کرے تو خائن ہوگا اور (اپنے) مولا کے ساتھ ہمسری و شریکت کا دعویٰ کریگا۔ بچارہ کہ جس کا کمال اور بھلائی کمال اور بھلائی کے سلب میں ہے اپنے صاحب کے کمال و جمال سے کیا ادراک کرے اور کیا پائے۔ ۵

گیرم کہ بغم خانہ ما یار خرامد کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غم خانہ دل میں یار فروش خرام ہے (لیکن) اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہی والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۱۵۸

۲۵۶

میرک معین الدین کے نام تحریر فرمایا۔

حد و صلوة و ارسالِ تسلیات کے بعد عرض ہے، کام کی ذمہ داری یہ ہے کہ باطن ماسوا کی محبت و گرفتاری سے بلکہ غیرت کی دیدورانش سے رہائی حاصل کرے اور ظاہر شرعی احکام سے آراستہ ہو، اس نعمت کا حاصل ہونا صوفیائے کرام کی خدمت کے ساتھ وابستہ ہے اور ان کی صحبت میں مطلب سہولت کے ساتھ میسر ہے اور اس کے بغیر مشکل ہے، شرعی احکام کے ساتھ پوری طرح آراستہ ہونا اور طاعات کی ادائیگی

اور تمہیات سے اجتناب میں آسانی ہونا فلکے نفس کے ساتھ وابستہ ہے جتک نفس بغاوت و سرکشی اور امارگی کی اتانیت سے جو کہ اس کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے خالی نہ ہو جائے اور فرمانبرداری اطمینان تک پہنچنے شریعت کی حقیقت کا حاصل ہونا صورت پذیر نہیں ہوتا، اطمینان سے پہلے شریعت کی صورت اور اطمینان کے بعد حقیقت ہے اور صورت و حقیقت کے درمیان زمین و آسمان کا بلکہ اس سے بھی زیادہ فرق ہے، شریعت کی صورت اہل ظاہر کے نصیب ہے اور اس کی حقیقت اہل حقیقت کے نصیب ہے، ایمان کی صورت جو کہ عوام کو نصیب ہے اور اس کو ایمان مجازی کہتے ہیں زوال و خلل سے مامون نہیں، المجازی یعنی [مجازی نفعی ہو جاتی ہے] آپ نے سنا ہوگا اور ایمان حقیقی جو کہ خواص و اہل حقیقت کا ایمان ہے زوال سے محفوظ اور خلل سے مامون ہے، آیت کریمہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ** (اے ایمان والو! اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ) میں گویا اس ایمان کی طرف اشارہ ہے اور قایم قدم جس قدر راسخ ہوگا ایمان اسی قدر کامل ہوگا۔ (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان تمام امت کے ایمان پر زیادہ ترجیح والا ہوا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کیونکہ ان کی فتا اکمل تھی اور ان کا تقویٰ بہت زیادہ تھا حق تعالیٰ نے ان کو قرآن مجید میں آئتی (بیت زیادہ متقی) فرمایا جو شخص اتقی ہے وہ نص کے مطابق اللہ کے نزدیک اکرم اور جو شخص کہ اکرم ہے وہ قرب کے مراتب میں سب سے زیادہ ہے اور یقیناً ایمان قرب کے اندازے سے ہے اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کی شان میں فرمایا "جو شخص یہ چاہے کہ کسی ایسے مردے کی طرف دیکھے جو سطح زمین پر چل رہا ہو تو اس کو چاہے کہ ابن ابی قحافہ (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھے بیشک وہ میت کامل تھے ورنہ تمام صحابہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے خرف سے اُس موت کے ساتھ جو کہ موت سے پہلے ہوئے) مردہ تھے پس ان (صدیق اکبر) کی تخصیص اس صفت میں ان کے کمال پر دلالت کرتی ہے اور ان کے ایمان کے کامل ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ انہوں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) محض سنتے ہی تصدق کی اور دلیل و معجزہ کے لئے احتجاج نہیں کیا، ان کی شان میں وارد ہوا **مَا ظَنَنْتُكَ يَا شَيْخَ اللَّهِ تَالِثُ شَهْرٍ** اتیرا ان دو (رسول اللہ و ابو بکر رضی اللہ عنہما) کے بارے میں کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے) والسلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَشَارِيَه

مکتوب الیہم مکتوبات معصومیہ ہر سہ دفتر

مکتوبات معصومیہ ہر سہ دفتر کے مکتوب الیہم کی فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے پیش کی جاتی ہے امید ہے کہ قارئین کرام پسند فرمائیں گے۔ (مترجم)

الف

(۱۵) اسد اشریگ - اول ۲۰۴	(۱) آدم تنوی (شیخ) دوم ۵۹ - ۱۳ - ۴۶ - ۴۴
(۱۶) اسرائیل (سید) دوم ۹۱ - سوم ۱۰۷ - ۱۱۶ - ۲۰۳	(۲) ابراہیم خواجہ، اول ۱۷۳
(۱۷) اسمعیل خان بیگ (مرزا) اول ۲۰۹	(۳) ابواسحق (حافظ) سوم ۲۲ - ۱۱۹ - ۱۹۷
اسلام خان ملاحظہ ہو میرضیاء الدین حسین	(۴) ابوالخیر شاہ آبادی (سید) دوم ۱۴۹
(۱۸) اشدراد (مولانا) اول ۵۸ -	سوم ۴۳ - ۲۰۱
(۱۹) الیاس (شیخ) اول ۱۶۵ -	(۵) ابوالفضل کشمیری (مولانا) دوم ۲۳
(۲۰) امام الدین پنجابی (شیخ) سوم ۹۲	(۶) ابوالفیض کابلی، دوم ۳۸
(۲۱) امان اشدریہ شیخ حمید بنگالی (شیخ)	(۷) ابوالقاسم (مخدوم زادہ) دوم ۱۰۲ - ۱۲۱ -
سوم ۳۴ - ۸۱	۱۲۳ - ۱۲۹ -
(۲۲) امان اشدر بیان پوری (مرزا) اول ۲۴	(۸) ابوالقاسم بن محمد مراد لاہوری، دوم ۶۱
۴۶ - ۱۸۶ - ۲۰۵ - ۲۲۷ -	(۹) ابو محمد لاہوری (ملا) سوم ۴۰
(۲۳) امان اشدر قاضی زادہ برہان پوری (خواجہ)	(۱۰) ابوالمظفر برہان پوری (شیخ) دوم ۳۹ - ۷۱ -
دوم ۹۴ - سوم ۹۳ - ۱۲۶ - ۱۸۵ -	سوم ۵۴ - ۹۰ - ۱۲۵ - ۲۳۹ -
(۲۴) امان بیگ بدخشی	(۱۱) ابوالمعالی (مرزا) سوم ۱۷ - ۵۶ - دوم ۱۰۱ -
سوم ۱۶۷ - ۲۳۷ -	(۱۲) ابوالکلام (شیخ) سوم ۱۵۳ -
(۲۵) امیر خان (سیادت پناہ) دوم ۱۰۰	(۱۳) احمد بخاری (خواجہ) دوم ۳۲ - ۱۳۰ -
(۲۶) امین قدیم - دوم ۱۰۵	سوم ۶۸ - ۱۰۹ - ۱۲۴ - ۱۳۲ -
(۲۷) انور نور مرانی (شیخ) سوم ۱۳۱ -	(۱۴) اسد اشدر افغان (شیخ) اول ۵۰
۱۵۵ - ۲۰۴ -	

(۳۲) جمال الدین (ملا) اول ۱۷۷-۱۸۱

(۳۳) جنید جہتی (شیخ) دوم ۱۳۷

ح

(۳۴) حامد لولا (دوم) ۲۶

(۳۵) حبیب اللہ حساری (ملا) (حاجی)

(دوم) ۱۳۲-۱۶۰-۲۳۰-۵۷

(۳۶) حسن (شیخ) اول ۱۵۹-

(۳۷) حسن علی بٹاوری (ملا) اول ۳۹-۶۱-۶۵

۷۳-۹۸-۱۲۵-۱۳۳-۱۳۵-۱۳۹-

۱۷۸-۲۱۳-۲-۲-سوم ۱۱۵-

(۳۸) حسین (حاجی) اول ۲۶-۱۵۳-۱۷۵-

۱۹۹-

(۳۹) حسین الخلوئی الرومی (مدنی) (شیخ) دوم ۴۰

(۴۰) حسین منصور ہالندی (شیخ) (دوم) ۹۲-۱۰۹-

۱۲۰-۱۳۰-۱۳۳-۱۳۵-۱۳۹-۱۴۲-۱۷۰-

(۴۱) حمید احمدی (شیخ) اول ۹۲

(۴۲) حیدر لاہوری (قاضی) سوم ۳۲

خ

(۴۳) خالد سلطان پوری (شیخ)

سوم ۲۰۸

خان محمد ملاحظہ ہو جان محمد

خلیل اللہ، ملاحظہ ہو محمد خلیل اللہ

د

(۴۴) درویش محمد بک جالندری (شیخ) سوم ۵۵

(۴۵) دوست محمد بک سوم ۱۹۰-۲۲۸

(۴۶) دینار (خواجه) اول ۱۰-۹۰

ب

(۲۸) باقی بخاری (میر) دوم ۴۴

(۲۹) بایزید (شیخ) ولد بدیع الدین سہارنپوری-

دوم ۴۲-۴۳-۴۴-۸۰-۸۵-۱۳۹

سوم ۱۰۸-۱۵۲-

(۳۰) بختاور خان سوم ۴

(۳۱) بدر بگ سمرقندی دوم ۹۳-سوم ۹۶

(۳۲) بدر الدین سلطان پوری (شیخ) اول ۳۵-

دوم ۷۵-۱۱۴-۷۵-

(۳۳) برخوردار کابلی (مولانا) دوم ۱۰۶-

پ

(۳۴) پیر نذیر گوار والد ماجد حضرت مجدد الف ثانی قدس

اول ۱-تا ۷-

(۳۵) یاد شاہ مخنی (خواجه) سوم ۸۳

(۳۶) یابینہ محمد کابلی (صوفی) سوم ۱۸-۱۹-

۱۷۸-۲۰۲-۲۱۲-

(۳۷) پیر محمد حافظ (دوم) ۹۰

ت

(۳۸) تربیت خان اول ۱۶۴

(۳۹) تیمور بگ کلابی سوم ۸۲-۱۸۶-

ج

(۴۰) جان محمد بگ (خان محمد بگ) کولابی (ملا) سوم ۱۳۳-۱۵۴

سوم ۴۶-۷۸-۱۱۳-۱۳۸-۱۳۸-

(۴۱) جعفر خاں (خواجه جلال الملکی) سوم ۹۳-۹۸

۱۱۱-۱۲۳-

ض

- (۷۶) ضیاء الدین حسین (میر) ملقب باسلام خاں ^{۱۲۳}
 اول ۱۵ - ۱۶۹ - سوم ۱۲ - اول ۱۵ - اول ۲۱۸ دوم
 (۷۷) ضیائی نمودودی (خواجہ) سوم ۶۷

ط

- (۷۸) طاہر بدخشی جونپوری (شیخ) اول ۹۱
 (۷۹) طاہر بیگ (مرزا) - اول ۷۵ -

ع

- (۸۰) عادل بیگ پسر کامل بیگ - سوم ۱۳۵
 (۸۱) عارف کشمیری (قاضی) سوم ۵
 (۸۲) عارف لاہوری (مولانا) دوم ۸۳
 (۸۳) عباد اللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی (میر) اول ۲۱۰ - ۲۳۹
 (۸۴) عبد الاحد و ہمت (حضرت شاد نعل) دوم ۱۱۹ -
 سوم ۲ - ۱۳۰ - ۱۶۸ - ۲۰۵ - ۲۲۸
 (۸۵) عبد الجلیل دہلوی (حافظ) سوم ۱۳۱ - ۱۹۱
 (۸۶) عبد الحکیم لاہوری - دوم ۱۱۰
 (۸۷) عبد الحمید برہانپوری (شیخ) - اول ۷۷
 (۸۸) عبد الحی شینی (شیخ) اول ۹۳
 (۸۹) عبد الخالق بنگالی (شیخ) - سوم ۱۹۹
 (۹۰) عبد الرحمن بنگالی (سلطان) سوم ۱۳۹ - ۱۴۵
 (۹۱) عبد الرحمن نقشبندی (خواجہ) دوم ۱۶
 (۹۲) عبد الرحمن برادر شیخ عرب بخاری (شیخ) سوم ۲۸
 (۹۳) عبد الرحمن (میر) دوم ۷۰
 (۹۴) عبد الرزاق (ملا) - دوم ۳۶ - ۳۷
 (۹۵) عبد الرشید (حافظ) اول ۱۹
 (۹۶) عبد السلام کابلی (خواجہ)
 سوم ۱۷۷ -

س

- (۵۷) رشید آغا اول ۱۶۸ - ۱۸۷ - ۱۹۸
 (۵۸) رعایت خاں - سوم ۸۷
 (۵۹) رفعت بیگ اول ۳۸ - ۴۰ - ۸۱ - سوم ۵۲ - ۷۶

ز

- (۶۰) زاہد بقرق انداز (صوفی) سوم ۶۱
 (۶۱) زین العابدین بکی (سید) دوم ۴۱

س

- (۶۲) سجاد ملا خونہ عبد الحق (میر) اول ۱۹۷
 (۶۳) سر انداز خاں - سوم ۱۷۵
 (۶۴) سعد اللہ کابلی (صوفی) دوم ۱۳۵ - سوم ۲۶
 (۶۵) سلطان وقت مظہر (عالمگیر) اول ۶۳ - دوم ۵
 سوم ۶ - ۱۲۲ - ۲۲۱ - ۲۲۷
 (۶۶) سلیم بنگالی (حاجی) دوم ۵۵ - ۶۰ - ۱۳۸
 (۶۷) سید علی بارہہ - دوم ۸۸ - ۹۵ - ۱۳۳ - سوم ۷۱
 ۱۱۳

ش

- (۶۸) شاہ جیو (حضرت) دوم ۱۱۸
 (۶۹) شاہ خواجہ ترندی - اول ۲۵ - ۱۲۶
 شاہ مراد قلی پشادری (ملاحظہ ہو مراد قلی)
 (۷۰) شرف الدین حسین لاہوری (میر) دوم ۶۲ - ۶۵ -
 سوم ۸۷ - ۱۰۵ - ۱۷۲
 (۷۱) شرف الدین سلطانپوری (شیخ) سوم ۱۳۳ - ۲۲۲
 (۷۲) شمس الدین علی خلخالی (میر) - اول ۲۳۲
 (۷۳) شمس الدین خوشگی - اول ۳۶
 (۷۴) شمشیر خاں - دوم ۱۱ (غالباً میر محمد یعقوب) سوم ۱۹۳
 (۷۵) شہداد (ملا) اول ۱۱۷

غ

(۱۲۱) غازی سرسندی (مولانا) - دوم ۱۸ - سوم ۶۸
 (۱۲۲) غضنفر (مرزا حاجی) (دوم ۲۱ - سوم ۴۹ - سوم ۲۳)
 (۱۲۳) غلام محمد افغان - اول ۳۷ - سوم ۳۸
 (۱۲۴) غلام محمد فاروق - دوم ۹

ف

(۱۲۵) فاضل کابلی (ملا) سوم ۸۰
 (۱۲۶) فتح خان شیرپوری - اول ۱۵۲
 (۱۲۷) فصیح الدین (مولانا) دوم ۱۲۶ - سوم ۲۱۹
 (۱۲۸) فضل اشدر بریا پوری (شاه) - اول ۱۰۷
 (۱۲۹) فقیر اشدر بنگالی (شیخ) سوم ۹۷
 (۱۳۰) فیض اشدر بنگالی (شیخ) اول ۲۲۳
 (۱۳۱) فیض محمد فتح آبادی (ملا) سوم ۷۹

ق

(۱۳۲) قاسم بیٹی (خواجہ) - سوم ۲۱۳
 (۱۳۳) قاسم پیر صوفی مغربی (ملا) - سوم ۲۳۵
 (۱۳۴) قاسم روپڑی (ملا) سوم ۵۸
 (۱۳۵) قلیج اشدر خان - اول ۱۱

گ

(۱۳۶) گدا محمد (خواجہ) اول ۱۷۴
 (۱۳۷) گل پہلوی (مرزا) سوم ۶۲
 (۱۳۸) گل محمد مفتی پشاور (ملا) اول ۲۱۲

ل

(۱۳۹) لطف اشدر بن سید خان (مرزا) اول ۱۰۰ - ۱۷۶
 (۱۴۰) لطیف بخاری (مرزا) سوم ۱۰ - ۱۶۱ - ۲۳۱

(۹۷) عبدالصمد کابلی (خواجہ) - اول ۲۳ - ۸۳ - ۱۸۸

سوم ۳۱ - ۱۵۶ - ۲۱۴

عبدالعظیم جلال آبادی (ملاحظہ ہو محمد عظیم
 (۹۸) عبدالغفار بیٹی (خواجہ) دوم ۵۶

(۹۹) عبدالغفور (حافظ) اول ۱۲۸

(۱۰۰) عبدالغفور سمرقندی (مولانا) اول ۱۵۷

(۱۰۱) عبدالفتح پیر میر محمد نعمان (میر) سوم ۲۵

(۱۰۲) عبدالکریم (حافظ) اول ۳۳ - ۱۶۶ - ۱۶۷

(۱۰۳) عبدالکریم کابلی (شیخ) دوم ۱۴

(۱۰۴) عبداللطیف بمبیرہ زادہ (شیخ) سوم ۵۳

(۱۰۵) عبداللطیف شکر خانی (شیخ) اول ۹ - ۱۱۵

- ۱۶۰ - ۲۰۷

(۱۰۶) عبدالمصطفیٰ سلام خانی (خواجہ) سوم ۸

(۱۰۷) عبدالمصطفیٰ بخشی کابلی (میر) سوم ۳۷

(۱۰۸) عبدالمصطفیٰ بشاروری (میر) سوم ۱۷۶

(۱۰۹) عبدالمصطفیٰ مندی (حافظ) سوم ۱۷۱

(۱۱۰) عبدالمصطفیٰ بایعید اشدر کولابی (خواجہ) - دوم ۱۳۱

سوم ۳۳ - ۲۴۴

(۱۱۱) عبدالبہاری بدایونی (شیخ) اول ۲۳۳

(۱۱۲) عبدالمصطفیٰ بگ (مرزا) اول ۲۵ - ۲۹ - ۵۷ - ۱۰۴

۱۲۳ - ۱۲۴ - ۱۳۷ - ۱۴۱ - ۱۵۴ - ۱۸۲ - ۲۲۴

(۱۱۳) عثمان کولابی (میر) سوم ۱۶۳ - ۲۳۶

(۱۱۴) عرب بخاری (شیخ) اول ۱۵۵ - ۲۹ - ۶۶

(۱۱۵) عزیز (میر) سوم ۱۸۰

(۱۱۶) عطارد اشدر (میر) اول ۱۸۵

(۱۱۷) عطارد اشدر مورتی (ملا) سوم ۲۷ - ۸۸

(۱۱۸) عمار (سید میر) دوم ۱۰۸

(۱۱۹) عمر الحضری (شیخ) سوم ۲۵۲

(۱۲۰) عنایت اشدر (قاضی) سوم ۹

م

- (۱۵۷) محمد بیگ بختی (سید) سوم ۸۴
 (۱۵۸) محمد جان اکبر آبادی (شیخ) اول ۲۱
 (۱۵۹) محمد جان طالقانی (حاجی) اول ۲۰
 (۱۶۰) محمد جان و سکی (ملا) یا محمد خان دوم ۹۷- سوم ۱۵۸
 (۱۶۱) محمد حسین کابلی (صوفی) سوم ۱۱۱- سوم ۱۳۶- ۲۱۰
 (۱۶۲) محمد حکیم ولد قاضی سلم (خواجہ) اول ۱۳۰-
 (۱۶۳) محمد حنیف کابلی (خواجہ) اول ۱۴- ۲۲- ۴۷-
 ۵۵- ۷۹- ۸۶- ۸۸- ۸۹- ۱۲۰- ۱۵۸- ۱۷۰-
 ۲۰۱- ۲۰۳- ۲- ۸- ۱۰- ۱۳- ۱۵- ۱۷- ۱۹- ۲۰-
 ۲۲- ۲۳- ۲۵- ۲۷- ۳۰- ۸۱- ۱۲۸-
 سوم ۲۳- ۷۷- ۱۵۴-
 (۱۶۴) محمد خانی (میر) اول ۴۸- ۴۹- ۱۲۷- ۲۱۱-
 (۱۶۵) محمد غلیل اشدر برادر زادہ (شیخ) دوم ۱۴۰- سوم
 ۳- ۱۹۵- ۲۱۶-
 (۱۶۶) محمد رضا پسر رعایت خان- سوم ۸۶-
 (۱۶۷) محمد رؤف کابلی- دوم ۱۴۳-
 (۱۶۸) محمد زاہد جدید (صوفی) دوم ۱۰۵-
 (۱۶۹) محمد زباں پسر رعایت خان- سوم ۸۵
 (۱۷۰) محمد زباں (میر)- دوم ۱۷-
 (۱۷۱) محمد سعید (برادر بزرگ شیخ) سوم ۱- ۶۶-
 (۱۷۲) محمد سعید فاروقی (شیخ)- سوم ۲۰
 (۱۷۳) محمد سعید سارنگپوری- سوم ۷۴
 (۱۷۴) محمد سعید بہار پوری- دوم ۷۲
 (۱۷۵) محمد سیف الدین (مخدوم زادہ خواجہ) اول ۱۹-
 ۲۳۵- سوم ۲۲۰- ۲۳۲- ۲۳۳- ۲۳۳-
 (۱۷۶) محمد شاہ گزبردار (میرزا) دوم ۳۱- ۳۹- ۴۵- ۱۵۷-
 (۱۷۷) محمد شریف قادم (حاجی) یا حاجی شریف- دوم
 ۵۳- سوم ۱۳۷- ۲۰۶-
 (۱۷۸) محمد شریف بخاری (خواجہ) دوم ۱۳۶- سوم ۶۹- ۱۵۱-
 ماہ (خواجہ) ملاحظہ ہو محمد صدیق پسر خواجہ عبد الرحمن
 (۱۴۱) محب علی ملتانی- سوم ۱۸۹- ۲۲۴
 (۱۴۲) محسن سیالکوٹی (مولانا)- دوم ۴۸
 (۱۴۳) محسن کشمیری (شیخ)- اول ۱۴۳-
 (۱۴۴) محمد ابراہیم (میر) ولد میر محمد نعمان- اول ۷۸
 (۱۴۵) محمد ابراہیم (میر) ولد شیخ میر- دوم ۱۵۰- ۱۵۱-
 ۱۵۲- سوم ۱۵۹- ۱۷۳- ۱۹۲- ۲۲۵-
 (۱۴۶) محمد اسحق (میر) ولد شیخ میر- دوم ۱۵۳- ۱۵۴-
 سوم ۱۵۹- ۱۶۵- ۲۲۶
 محمد اسرائیل (سید) ملاحظہ ہو اسرائیل-
 (۱۴۷) محمد اشرف (مخدوم زادہ خواجہ)- اول ۲۲۹- ۲۳۸
 ۱۴۵- ۱۴۶- سوم ۲۵۳
 (۱۴۸) محمد افضل (ملا)- اول ۷۰- ۱۹۴-
 (۱۴۹) محمد افغان (حاجی)- اول ۳۳- ۱۷۱-
 (۱۵۰) محمد امین بخاری (مولانا) دوم ۱- ۲۸- ۱۲۷-
 سوم ۲۹- ۱۷۰-
 (۱۵۱) محمد امین حافظ آبادی (مولانا) دوم ۱۵۵-
 سوم ۱۰۲- ۱۹۶-
 (۱۵۲) محمد امین لاہوری (مولانا) اول ۱۱۹- دوم ۱۱۶
 (۱۵۳) محمد اشرف کھاسرہندی (شیخ) سوم ۱۰۴-
 محمد اورنگ زیب (دین پناہ سلطان عالمگیر)
 (ملاحظہ ہو سلطان وقت)
 (۱۵۴) محمد باقر فتح آبادی- دوم ۶۹
 (۱۵۵) محمد باقر لاہوری (شیخ) دوم ۴۷- ۱۴۱- سوم ۱۱
 ۱۰۰- ۱۰۱- ۱۲۸- ۱۵۰- ۱۵۷- ۱۹۴- ۲۱۸-
 ۲۳۸- ۲۴۶-
 (۱۵۶) محمد بن محمد طیب النہامی- دوم ۷۹-

(۱۹۸) محمد عبید اللہ (مخدوم زادہ شیخ) اول ۶۸-	(۱۷۹) محمد شریف (سیادت پناہ) سوم ۲۱۷
۱۱۰-۱۸۳-۱۹۱-۱۹۲-۲۱۹-۲۳۶-	(۱۸۰) محمد شریف کابلی (شیخ) اول ۱۱۲-۱۵۰-
سوم ۱۱۷-۱۱۸-	(۱۸۱) محمد شریف لاہوری (حافظ) اول ۱۳۱-۱۳۱-
(۱۹۹) محمد عبید اللہ (پیر زادہ خواجہ) اول ۸۵-۱۲۱-	۱۳۲-۲۲-۹۸-۱۳۷-سوم ۱۳-۱۲-
۱۵۶-۲۳۰-	(۱۸۲) محمد صادق بخاری ثم المدنی (خواجہ) اول ۲۲-
محمد علی بارہہ	سوم ۶۲-۱۱۰-
(ملاحظہ ہو سید علی بارہہ)	(۱۸۳) محمد صادق پیر نصیر خاں (میرزا) دوم ۲۳-۸۳-
(۲۰۰) محمد علیم جلال آبادی (شیخ) اول ۲۸-۱۴۰-	سوم ۱۶-۳۷-۱۹۸-۲۱۵-
سوم ۵۴-۹۵-۱۱۲-۱۲۱-۱۳۷-	(۱۸۴) محمد صادق پشٹی سوم ۱۳۳-
(۲۰۱) محمد فاروق (خواجہ) اول ۹۰-۹۹-۱۰۶-	(۱۸۵) محمد صادق کابلی (حافظ) دوم ۱۱۷-سوم ۲۲۱-
۱۰۸-۱۰۹-	(۱۸۶) محمد صالح تھانیسری (شیخ) اول ۱۰۵-
(۲۰۲) محمد فاروق (میرزا) اول ۸۰-	(۱۸۷) محمد صالح کولابی (خواجہ) اول ۶۹-
(۲۰۳) محمد فضل اللہ (حاجی) ہمیشہ زادہ دوم ۱۳۸-	(۱۸۸) محمد صبغۃ اللہ (مخدوم زادہ شیخ) اول ۶۳-۱۸۹-
سوم ۲۵۰-	۱۹۶-۲۱۵-۲۳۱-سوم ۲۵۲-
(۲۰۴) محمد قلی (ملا) اول ۶۲-	(۱۸۹) محمد صدیق (مخدوم زادہ شیخ) سوم ۷-۷۰-
(۲۰۵) محمد کاشف اول ۸۲-۱۴۲-۱۷۲-	(۱۹۰) محمد صدیق بدخشی ملقب بہ ہدایت (خواجہ) سوم ۹۱-
(۲۰۶) محمد کاظم (خواجہ) اول ۹۶-۲۳۳-	(۱۹۱) محمد صدیق سوم ۱۰۳-
(۲۰۷) محمد محسن (حافظ) دوم ۶۷-	(۱۹۲) محمد صدیق پشاور (مولانا) اول ۱۸-۵۶-
(۲۰۸) محمد مسافر (ملا) اول ۷۲-	۵۹-۶۶-۸۴-۱۱۱-۱۱۴-۱۱۸-۱۲۲-۱۲۳-
(۲۰۹) محمد معصوم دوم ۱۲۵-	۱۲۹-۱۳۳-۱۳۸-۱۳۹-۱۳۹-۱۳۹-۱۳۹-
(۲۱۰) محمد معین دوم ۲۶-	۱۷۹-۱۳۹-۱۳۹-۱۳۹-۱۳۹-۱۳۹-
(۲۱۱) محمد تقیم اول ۵۱-	۱۷۹-۱۳۹-۱۳۹-۱۳۹-۱۳۹-۱۳۹-
محمد کی جعفر خاں (خواجہ)	۳-۱-۲۲۸-۲۲۶-۲۲۰-۲۱۴-۱۷۹-
(۲۱۲) محمد منصور (میر) اول ۸۷-	۳۵-۷۵-۱۲۰-
(۲۱۳) محمد موسیٰ (شیخ میر) سوم ۱۷۹-	(۱۹۳) محمد صدیق کشمی (خواجہ) اول ۶۹-۱۶۱-
(۲۱۴) محمد مومن گیلانی ثم برہانپوری (شیخ) دوم ۵۸-	(۱۹۴) محمد صدیق ملقب بہ خواجہ ملہ سوم ۱۲۹-۱۸۱-۲۰۷-
۹۴-سوم ۱۲۲-	(۱۹۵) محمد صلاح کابلی دوم ۱۲-
(۲۱۵) محمد مرکب بیگ بدخشی گرز بردار دوم ۱۱۲-	(۱۹۶) محمد عارف (حاجی) اول ۲۱۳-۲۲۵-
سوم ۲۹-۶۰-۲۲۰-	دوم ۵۰-
	(۱۹۷) محمد عاشور بخاری (حاجی) اول ۱۴۵-
	دوم ۳۲-۱۳۲-سوم ۲۵۱-

۱۸۵-۱۲۷ (۲۲۳) مومن (خواجہ) قاضی زلالہ سوم	(۲۱۶) محمد نعمان (میر) اول ۸-۱۴-۵۲-۹۷-۱۰۱
۱۳۶ (۲۲۴) میر دلپوی (شیخ) سوم	۲۰۳-۱۸۴-۱۶۳-۱۶۲-۱۳۸-۱۰۳-۱۰۲
۱۳۹ (۲۲۵) میرزا خان (ملا) ملا خذہ بوزالو	۲۲۲-۲۲۱-۲۱۷
۱۲۷-۳۰ (۲۲۶) میرکشیخ (سیادت سنگا) اول	(۲۱۷) محمد نقشبند (مخدوم زادہ) (خواجہ) اول ۶۷-۱۱۳-۱۹۳
	۱۹۵-۲۳۷-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷
	(۲۱۸) محمد نقی سوم ۱۰۶-
۲۱۱ (۲۲۷) نصیرخان سوم	(۲۱۹) محمد وفا حساری (خواجہ) اول ۴۲- سوم ۲۳۳
۸۲ (۲۲۸) نظام الدین کولابی (حاجی) دوم	(۲۲۰) محمد ہادی (میرزا) (میرزا) ہادی دوم ۴- سوم ۵۱
۱۷۲-۱۳۲ (۲۲۹) نعمت اشرف بنگالی (سید) سوم	(۲۲۱) محمد ہاشم کشمی (خواجہ) اول ۵۳-۲۰۶
۷۴-۲۷ (۲۳۰) نعمت اشرف قادی (شاہ) اول	(۲۲۲) محمد یار خادم حضرت خواجہ نقشبند سوم ۶۳
۱۵۱-۱۳۹-۱۳۶ (۲۳۱) نعمت اشرف شاہی (ملا) اول	(۲۲۳) محمد کنی (حضرت خواجہ) ہادی اول ۱۸۰- سوم ۱۳۶
۱۶۶-۲۵ (۲۳۲) نور محمد باری (سید) دوم ۹۶-۹۹- سوم ۱۶۶	(۲۲۴) محمد کنی بصر قاضی چوکی کابی سوم ۱۶۹-۱۸۳-
۲۱ (۲۳۳) نور بیگ (صوفی) اول ۲۰۰- سوم ۲۱	(۲۲۵) محمد یعقوب (سیادت پتلیور) سوم ۱۹۳- شیشہ
۹۳ (۲۳۴) نور محمد پٹی (شیخ) اول	(۲۲۶) محمد یوسف خادم اول ۲۰۸- سوم ۱۱۴
۲۸ (۲۳۵) نور محمد سورتی (شیخ) سوم	(۲۲۷) محمد یوسف گردیزی سوم ۱۶۲-۱۸۸-۲۲۳
۱۸۲- (۲۳۶) نوروز بختاوراوشی (میر) سوم	(۲۲۸) ملا قلی (شاہ) سوم ۲۰۹-۲۳۳
	(۲۲۹) مسافر (ملا) اول ۷۲- ندری (خواجہ) سوم ۷۰
	(۲۳۰) مشتاق برکی (ملا) سوم ۲۳۲-۳۶-
	(۲۳۱) مصطفیٰ بنگالی (حاجی) دوم ۵۲-۶۲- سوم ۵۰
	منظر بابتہدی (شیخ) ملاحظہ ہوا بالکفر
	(۲۳۲) منظر حسین (میر) دوم ۸۶
	(۲۳۳) معصوم (میر) اول ۱۶
	(۲۳۴) معقول (میلان) سوم ۷۲
	(۲۳۵) معین الدین (میرک) دوم ۸۹-۱۵۸-
	(۲۳۶) منغل (میر) اول ۴۶
	(۲۳۷) منظر حسین (میر) دوم ۱۰۳
	(۲۳۸) مہر نر خان اول ۲۱۶
	(۲۳۹) موسیٰ (ملا) دوم ۱۳۲-
	(۲۴۰) مومن بیگ کابی اول ۷۱
	(۲۴۱) مومن جذبی (خواجہ) اول ۱۲-۹۵-

ن

(۲۲۷) نصیرخان سوم ۲۱۱

(۲۲۸) نظام الدین کولابی (حاجی) دوم ۸۲

(۲۲۹) نعمت اشرف بنگالی (سید) سوم ۱۷۲-۱۳۲

(۲۳۰) نعمت اشرف قادی (شاہ) اول ۷۴-۲۷

(۲۳۱) نعمت اشرف شاہی (ملا) اول ۱۵۱-۱۳۹-۱۳۶

(۲۳۲) نور محمد باری (سید) دوم ۹۶-۹۹- سوم ۱۶۶

(۲۳۳) نور بیگ (صوفی) اول ۲۰۰- سوم ۲۱

(۲۳۴) نور محمد پٹی (شیخ) اول ۹۳

(۲۳۵) نور محمد سورتی (شیخ) سوم ۲۸

(۲۳۶) نوروز بختاوراوشی (میر) سوم ۱۸۲-

و - ع - ی

(۲۳۷) ولی محمد جیتی (شیخ) اول ۱۳۲-۱۱۵

(۲۳۸) ہمت خان اول ۲۱۸-۲۱۳

(۲۳۹) یار محمد اول ۳۲-

بغیر نام کے: اول ۱۳-۳۱- سوم ۲۵۵

خواتین کے نام

(۲۶۰) بیگم بیو سوم ۸۹

(۲۶۱) جاناں بیگم اول ۲۳-۵۴

(۲۶۲) حاجی بیگم سوم ۱۸۳-

(۲۶۳) سیدہ بی بی دوم ۳۳

(۲۶۴) ماہ بیو دوم ۱۱۳-

بغیر نام کے خواتین کے نام: دوم ۵۱-۷۵- سوم ۱۸۷

تمت

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کے دو تاریخی شاہکار

”انوار معصومیہ“

(حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد در اولاد کے حالات میں)

یہ کتاب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قلیقہ و جانشین

فرزند حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی سوانح حیات پر جو خصوصاً

روضۃ القیومیہ رکن دوم، سوم اور چہارم نیز اور بہت سی متعلقہ

کتابوں سے استفادہ پر مبنی ہے حضرت عروۃ الثقیفیؒ کی

ذات گرامی ہے جنہوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے

تجدیدی کل ناموں کو زبیرہ و باقی رکھنے کا فریضہ انجام دیا،

اور آپ ہی تعلیمات مجددی کے اصل شارح ہیں اور عہد حاضر

کے علماء حق بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ ہی سے مستفید ہیں۔

یہ کتاب حضرت مجدد الف ثانیؒ اگر حضرت مجدد کے اسلاف

اجداد کے حالات پیش کرتی ہے تو زیر نظر کتاب آپ کی اولاد

کی تفصیل سامنے لاتی ہے اس طرح یہ کتاب حضرت مجدد الف ثانیؒ

کی کمالہ پر ضمیمہ کا اندازہ ذیل کے عنوانات پر ہو سکتا ہے۔

حضرت عروۃ الثقیفیؒ کی حیات مبارکہ، سفرنامہ حج، اولاد

معمولات، کشف و کرامات، اجاب کے جواب اور ان کی تعمیر،

اجاب کے مکاشفات اور ان کے حل، بعض اہم سوالات اور

ان کے جوابات، تعلیمات، اولاد امجاد، خواجہ سیف الدینؒ

خواجہ محمد نقشبندؒ، خواجہ محمد زبیرؒ، خلفاء شاہان مغلیہ پر

ایک نظر، مکتوب الہیم، شجرہ وغیرہ ضخامت

سائز ۲۲x۱۸ قیمت

”حضرت مجدد الف ثانیؒ“

(حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ان کے اسلاف اجداد کے حالات میں)

حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کی یہ وہ

معرکہ الآرا لیلیف ہے جس کا دوسرا ایڈیشن بھی قریب النعم

۵۔ یہ کتاب بالخصوص زبیرہ المقامات، حضرات القدس

اور روضۃ القیومیہ کے رکن اول سے استفادہ پر مبنی ہے

یہ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے متعلق جس قدر سوانح لکھی

جا چکی ہیں ان سب کی جامعیت اس کتاب میں آگئی ہے

علاوہ ازیں، اور بھی بہت سی کتابوں کا پوڑ ہے کتاب کی

خوبیوں کا اندازہ مندرجہ ذیل فہرست مضامین پر ہو سکتا ہے۔

فہرست مضامین ۱۵ صفحات، تعارف پیش لفظ،

مقدمہ ۱۲ صفحات، سلسلہ نسب ۲۶ صفحات، سلسلہ

طریقہ ۸۴ صفحات، حیات مبارکہ ۹۰ صفحات، وفات

۱۱ صفحات، معمولات ۲۲ صفحات، کشف کرامات ۱۹ صفحات

ملفوظات ۵ صفحات، دعوت و تجدید کا پس منظر ۵۳ صفحات

مجددیت ۲۲ صفحات، تجدیدی کارنامے ۶۶ صفحات

شاہد تجدید، صفحہ مقررین اور ان کی تردید ۱۰ صفحات

تعلیمات ۱۸۹ صفحات، تصانیف ۱۲ صفحات، اولاد امجاد ۲۶ صفحات

حلقاء، صفحہ مکتوب الہیم ۲۶ صفحات، کل تعداد ۸۳۲ صفحات۔

اعلیٰ درجہ کاغذ، آفسٹ طباعت، مضبوط طرز، خوبصورت

گرڈ پوش، سائز ۲۲x۱۸ قیمت ۴۲ روپے

شائع کردہ: ادارہ مجددیہ، ناظم آباد ۳، کراچی

زوارا کیڈمی پبلی کیشنز کی اہم مطبوعات

صفحات ۱۱۲	حضرت مجدد الف ثانی	اثبات النبوة (اردو ترجمہ)
	سید فضل الرحمن	احسن البیان (۶۳۱)
صفحات ۲۶۳	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	انوار معصومیہ
صفحات ۸۳۲	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مجدد الف ثانی
صفحات ۲۵۳	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	حیات سعیدیہ
صفحات ۳۹۲	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	عمدۃ السلوک
صفحات ۲۰۰۰	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	عمدۃ الفقہ (چار حصے مکمل)
صفحات ۳۲۸	سید فضل الرحمن	فرہنگ سیرت
صفحات	مترجم مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی،
		۱۷۳۶
صفحات ۱۱۱۲	مترجم مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	مکتوبات معصومیہ
صفحات ۵۶۸	ترتیب سید فضل الرحمن	مقالات زواریہ
صفحات ۳۵۲	حاجی محمد اعلیٰ	مقامات زواریہ
صفحات ۸۰۸	سید فضل الرحمن	ہادی اعظم ﷺ